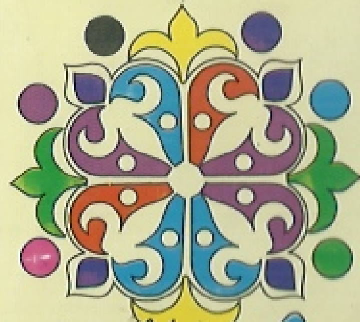
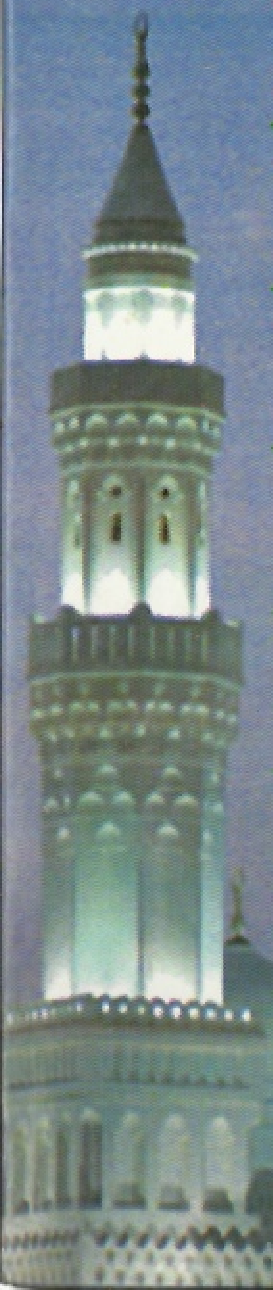
قراۃ خلف الامام

تصنیف

مخدوم العلماء حضرت مولانا علامہ محمد ابراہیم چشتی مدظلہ







شبیر برادرز

40 اُردو بازار لاہور

قرأت خلف الامام

مصنف

حضرت علامہ الحاج محمد ابراہیم چشتی

ناشر

شبیر برادرز

40 اُردو بازار لاہور فون 7246006

بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

نام کتاب .... قرأت خلف الامام

موضوع .... امام کے پیچھے قرأت کرنا

تصنیف .... حضرت علامہ الحاج محمد ابراہیم چشتی

صفحات 240

تعداد 1100

کمپوزنگ .... words maker

طابع .... اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

طبع اوّل .... اگست ۲۰۰۳ء

ناشر .... ملک شبیر حسین

قیمت .... 140 روپے

ملنے کے پتے

۱- **شبیر برادرز** 40 اُردو بازار لاہور فون 7246006

۲- **ادارہ پیغام القرآن** 40 اُردو بازار لاہور

۳- **مکتبہ اشرفیہ** مریدکے (ضلع شیخوپورہ)

فہرست

نشانِ منزل

دنیائے سنیت میں جن اکابر علمائے کرام کی علمی و تدریسی اور قلمی خدمات کے باعث حسن ہے، طاقت ہے، بہار ہے ایسی نامور تاریخی شخصیات میں حضرت مولانا علامہ محمد ابراہیم چشتی کا نام نامی اسم گرامی بھی تابندہ رہے گا۔ جن کے بے لوث علمی کارناموں سے گجرات، لالہ موسیٰ اور اکناف و اطراف کی آبادی ایک عرصہ سے مستفیض ہو رہی ہے۔ مولانا الموصوف اپنی وضع، قطع، عاجزی و انکساری اور اپنے تصوفانہ مزاج کے باعث، شہرت و ناموری سے بچنے کی انتہائی کوشش کرتے ہیں مگر جسے اللہ تعالیٰ جل و علیٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے قبولیت کا شرف نصیب ہو، وہ چھپائے نہ چھپے۔

یہی کیفیت حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم چشتی مدظلہ، کی ہے۔ وہ اپنے آپ کو جتنا پنہاں رکھنا چاہتے ہیں رفتہ رفتہ اتنا ہی نام پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ آپ نصیرہ ایسے چھوٹے سے قصبہ کی فضا میں ہی محدود نہیں ہیں بلکہ ''دارالعلوم کنزالایمان'' کے بانی و مہتمم اور ناظم ہونے کے ساتھ ساتھ اہل علم و قلم کی جماعت میں بھی بلند منزلت پر فائز ہو چکے ہیں۔

آپ کے تازہ قلمی شاہکار میں ''قرأت خلف الامام'' بھی ہے۔ جس میں آپ نے مسلک حق اہل سنت و جماعت کی تائید و توثیق میں قرآن و سنت اور اجماعِ اُمت سے ایسے دلائل پیش کئے ہیں کہ مخالفین کو بھی اعتراف حق کے سوا کوئی چارۂ کار نہ ہوگا۔

حوالہ جات اور براہین علمیہ سے یہ کتاب مستطاب بڑی عمدگی سے سجائی گئی ہے۔ طعن و تشنیع کے بجائے اعتدال کو بروئے عمل لائے ہیں۔

قبل ازیں ''خلافت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بڑی جامع، روح پرور اور ایمان افروز کتاب تصنیف فرما کر ایک تاریخی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ قرآن حکیم اور احادیث نبویہ کی روشنی میں کتاب کو مزین کیا گیا ہے جو حقائق و معلومات کا ایک نادر نمونہ ہے۔

اب پیش نظر کتاب ''قرأت خلف الامام'' قوم و ملت کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں جو بیک وقت علمائے کرام، ائمہ عظام، مشائخ ملت اور مقلدین حق پرست کے لئے بے بہا قیمتی خزانہ ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت استاذ العلماء، احدالاصفیاء مولانا الموصوف مدظلہ کا سایہ تادیر سلامت رکھے اور اپنے راہوار قلم سے دینی و ملی خدمات سرانجام دیتے رہیں۔

ساتھ ہی ساتھ وطن کے مایہ ناز ناشر مکرم جناب ملک شبیر حسین صاحب کے لئے دعا گو ہوں۔ جن کی اشاعتی خدمات سے عوام و خواص مستفیض ہو رہے ہیں۔

۱۸، جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ — فقط: محمد منشا تابش قصوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شکر ہے رب ذوالجلال کا جس نے اپنے بندوں کو خدمت دین کی سعادت سے مشرف فرمایا۔

حضرت علامہ مولانا الحاج محمد ابراہیم چشتی مدظلہ العالی بانی و مہتمم دارالعلوم کنزالایمان نے نہایت مختصر وقت کے اندر حلقۂ علماء میں اپنی مدلل اور تحقیقی تحریر کے ساتھ نام پیدا کیا ہے۔

قبل ازیں علامہ موصوف کی درج ذیل کتب سند قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

۱- اہلسنت و جماعت حقیقت کے آئینے میں ۲- نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں۔

۳- قربانی کے مسائل وفضائل ۴- خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

۵- مختلف رسائل وتبلیغی اشتہارات

''قرأت خلف امام'' کے موضوع پر یہ یگانہ کوشش اور لاجواب تحقیق پیش خدمت ہے۔

اوراس کتاب کو مارکیٹ میں لانے کی سعادت محترم جناب ملک شبیر حسین صاحب کو حاصل ہو رہی ہے۔ جن کا ادارہ ''شبیر برادرز'' کافی عرصہ سے دینی خدمات کے حوالے سے منفرد مقام کا حامل ہے۔ شب وروز کی مساعی نے آج ''شبیر برادرز'' کو عزت وعظمت سے نوازا ہے جو صرف اورصرف خدائے عزوجل کے فضل عمیم اور پرخلوص محنت کا نتیجہ ہے۔

قدم قدم پہ رہنمائی اور اپنے طویل تجربات بالخصوص اپنی شفقتوں اور محبتوں کے سائے میں تربیت کا سامان اہل سنت و جماعت کی عظیم شخصیت' محسن اہل سنت' سرمایہ قوم وملت حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری مدظلہ العالی مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور نے عطا فرمایا' ہم تہہ دل سے اُن کے شکر گزار ہیں۔

علمائے کرام سے آراء کی التماس اور علم وعمل میں ترقی کی دعا کے ساتھ..... خدا تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

والسلام

مخلص: محمد سجاد رضوی (ایم اے)

شعبہ نشرواشاعت

دارالعلوم کنزالایمان نصیرہ (کھاریاں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مؤلف

کتاب ہذا جو اس وقت آپ کے ہاتھوں ہے اس کا باعث تحریر وہ غوغہ آرائی ہے جو نام نہاد ''اہل حدیث'' طبقہ کی طرف سے مسلسل جاری ہے ان کا کہنا ہے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے کی' اہل سنت وجماعت کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے وہ صرف ایک مجتہد کی تقلید کر رہے ہیں جبکہ امام کی اقتداء میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے متعلق ہمارے پاس صحیح دلائل موجود ہیں اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے یہ کتاب تالیف کی تا کہ ان کے ''صحیح دلائل'' کی قلعی کھل جائے اور عوام الناس کو ان کے دام مکروفریب سے محفوظ کیا جاسکے۔ لہٰذا رب ذوالجلال کے فضل وکرم اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پر بھروسہ کرتے ہوئے اس تحریر کا آغاز کیا تا کہ حق وباطل اور صدق وکذب ظاہر ہو جائے اور بمصداق آیت ربانی۔

جاء الحقُّ وزهق الباطل ان الباطل کان زھوقا.

دلائل کی حقانیت سے غبار باطل کافور کر دیا جائے۔ بفضلہ تعالیٰ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا طریقہ برحق ہے اور قیامت تک رہے گا۔ انشاء اللہ۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

معلوم ہونا چاہئے کہ قرأت خلف امام میں اختلاف ہے

(i) ہمارے (احناف) نزدیک سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

(ii) شافعیوں کے نزدیک فرض ہے۔

ہمارے نزدیک فرض رکعات میں سے پہلی دو رکعت کے اندر فاتحہ پڑھنا واجب جبکہ باقی دو میں اختیار ہے چاہے پڑھے، چاہے نہ پڑھے۔ جبکہ شافعیوں کے

نزدیک ہر رکعت میں فرض ہے ایک رکعت میں بھی چھوڑ دی تو نماز نہ ہوگی۔ ہمارے نزدیک سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فقط منفرد (تنہا نماز پڑھنے والا) پر واجب ہے جبکہ امام کے پیچھے نماز ادا کرے تو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے کیونکہ قرآن پاک کا سننا واجب ہے۔ لہٰذا فقط سنے۔ شافعیوں کے نزدیک خواہ نماز پڑھنے والا منفرد ہو یا امام کے پیچھے، ہر حال میں سورۂ فاتحہ ضرور پڑھے کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر جلد اول میں صفحہ 216 پر لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں چھ مذہب ہیں۔

اوّل: اصح اور ابن علیہ کا قول یہ ہے کہ قرأت اصلا غیر واجب ہے علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابوبکر اصم وسفیان بن عینیہ کے نزدیک سنت ہے۔

دوم: حسن بصری اور حسن بن صالح بن جنی کا قول ہے کہ قرأت فقط ایک رکعت میں واجب ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لاصلوٰۃ الابفاتحۃ الکتاب

نفی سے استثناء صرف اثبات ہے اور جب کسی نے نماز میں ایک دفعہ سورۂ فاتحہ پڑھ لی تو بحکم استثناء اس کی نماز صحیح ہوگی۔

سوم: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی دو رکعتوں میں قرأت واجب ہے اور دوسری دو رکعتوں میں اختیار ہے چاہے قرأت کرے یا تسبیح پڑھے یا چپ رہے۔

چہارم: ابن صباغ نے ''کتاب الشامل'' میں نقل فرمایا کہ حضرت سفیان کے نزدیک پہلی دو رکعت میں قرأت واجب ہے اور دوسری دو میں مکروہ۔

پنجم: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اکثر رکعات میں قرأت واجب ہے جملہ رکعات میں نہیں۔ اگر چار رکعت والی نماز ہے تو تین میں اگر مغرب کی ہے تو صرف دو میں اور اگر دو رکعت والی نماز ہو جیسے فجر تو دونوں میں قرأت واجب

ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ مشہور قول میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے موافق ہیں اور ایک روایت میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے موافق۔

(کما قال عبدالحق المحدث الدہلوی)

ششم: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام رکعتوں میں قرأت واجب ہے۔

اگر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال منقولہ پر نظر عمیق کی جائے تو اظہر من الشمس وابین من الامس، اقویٰ واحوط مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نظر آئے گا۔ اور یہ مذہب قرآن وسنت کے عین مطابق ہے اور اسی لئے جمہور کا اس پر عمل آرہا ہے اور تاقیامت رہے گا۔ منکرین تقلید، اہل حدیث حضرات کا یہ کہنا ہے کہ حنفیوں کے پاس دلائل نہیں، فقط مجتہد کی اقتداء کرتے ہیں۔ سردست اس بارے میں اتنا عرض کروں گا کہ دلائل تو کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوں گے۔ باقی رہا مجتہد کی تقلید تو عرض خدمت ہے۔

کہ اہل حدیث بھی مقلد ہیں کیونکہ مسئلہ قرأت خلف الامام میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کر رہے ہیں جہاں تک عامل بالحدیث ہونے کا تعلق ہے اگر اہل حدیث عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر عمل پیرا ہیں۔

لاصلوٰۃ الابفاتحۃ الکتاب

جسے شیخین نے روایت کیا۔ اگر حدیث پر عمل کا دعویٰ ہے تو وہ اس درج ذیل حدیث پر عمل کیوں نہیں کرتے جسے اکثر محدثین نے بطرق متعددہ روایت کیا

من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ

علمائے اسلام کے نزدیک یہ حدیث مبارک جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بلحاظ طرق متعددہ، متواتر کے قریب ہے۔ انشاء اللہ اس کے مختلف طرق پر تفصیلی بحث اس کتاب میں آئے گی۔ آپ پڑھ کر اندازہ فرمالیں گے کہ

حدیث جابر رضی اللہ عنہ صحیح مرفوع ہے اور جو احادیث اہل حدیث پیش کرتے ہیں وہ مؤول ومحتمل ہیں یعنی قابل تاویل اور کسی دوسرے احتمال کی محتاج۔

اولاً ان احادیث سے یہ واضح نہیں کیا کہ یہ حکم منفرد اور مقتدی دونوں کے لئے ہے یا فقط منفرد کے لئے' یا فقط مقتدی کے لئے۔ اگر یہ حکم منفرد کے لئے ہے تو ہمارا بھی یہی مذہب ہے اور اگر یہ حکم مقتدی کے لئے ہے تو پھر حدیث اپنے مقام پر صحیح ہے کیونکہ امام حقیقۃً قاری ہے اور مقتدی حکماً۔ اور حدیث

لاصلوٰۃ الابفاتحۃ الکتاب

بھی ہمارے مذہب کی مؤید ہے۔ نام اہل حدیث ہے لیکن حدیث پر عمل نہیں'

ثانیاً:۔ اس حدیث مبارک میں صرف (لا) نفی صفت کمال کے لئے ہے نہ کہ ذات کے لئے۔ اگر نفی ذات کے لئے ہو تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے۔

خداج، غیر تمام

بلکہ یوں ارشاد فرماتے۔

باطل، فاسد، وغیرھما

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ ''خداج، غیر تمام'' فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ صرف ''لا'' نفی صفت کمال پر دلالت کر رہا ہے یعنی نماز کامل ادا نہیں ہوئی اس میں نقصان ہو گیا ہے اور اس نقصان کا عوض سجدۂ سہو ہے (کما عند الجمہور)

اور یہ واجب کی دلیل ہے اور مذہب امام اعظم علیہ الرحمۃ بھی یہی ہے۔

ثالثاً: ''لا'' کا اسم تو مذکور ہے لیکن اس کی خبر مقدر (پوشیدہ)۔ کیا خبر کاملۃ ہے یا جائزۃ؟ اس خبر کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت ہم تک نہیں پہنچا۔ لہٰذا بالضرور حدیث عبادہ بن صامت مؤول ہوئی۔ اور بالذات یہ احادیث کسی امر پر دلالت کرنے والی نہیں۔ بلکہ ان دلائل کے تابع ہوں گی جو اس باب میں اقویٰ ہوں گی۔ پس ناچارہ وہ احادیث، احادیث صحیحہ کہ اس باب میں صحیح ترین ہیں اس آیہ مقدسہ

اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا

کے تابع ہیں، معنی حدیث یہ ہوئے کہ اگر خبر مقدر کو لفظ ''جائزۃ'' مفروض کر لیا جائے تو معنی یہ ہوں گے۔

''نماز جائز نہیں مگر سورۂ فاتحہ کے ساتھ''

اور اگر خبر مقدر کو لفظ کاملۃ مفروض کر لیا جائے تو اس حدیث مبارک کے معنی ہوں گے۔

''نماز کامل نہیں مگر سورۂ فاتحہ کے ساتھ''

تو احادیث صحیحہ مرفوعہ اور آیہ مقدسہ کی دلالت نے ثابت کر دیا کہ حدیث عبادۃ رضی اللہ عنہ میں خبر مقدر لفظ ''کاملۃ'' ہی ہے ورنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

''باطل، فاسد''، غیر جائز''

پس ثابت ہوا کہ حدیث ''لاصلوٰۃ الابفاتحۃ الکتاب''

سے نفی صفت کمال ہے نہ کہ صفت ذات، اس صورت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ثابت ہوا نہ کہ فرض۔

اور جب مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ قرآن وسنت کے مطابق ہے تو ہمیں ان کی تقلید کرنی چاہئے گویا ان کے مذہب پر عمل کرنا درحقیقت قرآن وسنت پر عمل کرنا ہے۔

میں اس سے قبل عرض کر چکا ہوں کہ خود اہل حدیث بھی مقلد ہیں بلکہ اکثر مسائل شرعیہ میں وہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کر رہے ہیں۔ کیونکہ جب احادیث صحیحہ سے ثابت ہو گیا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرنا واجب ہے تو اگر یہ حضرات عامل بالحدیث کے مدعی ہیں تو ان احادیث پر عمل کریں۔ اگر نہیں کرتے تو ثابت ہو گیا کہ اہل حدیث در پردہ کسی امام کے مقلد ہیں اور یہی تقلید شخصی ہے۔ لیکن یہ حضرات مجبور ہیں کیونکہ ان کے خود ساختہ فتاویٰ ان کو تقلید شخصی ماننے میں حائل ہیں تقلید کے بارے میں ان حضرات کے فتاویٰ جات یہ ہیں

تقلید شخصی کفر ہے۔ شرک و بدعت ہے، شرک فی الرسالت ہے اور حرام ہے وغیرھا۔

اب اہل حدیث مانیں یا نہ مانیں ان کی مرضی، مگر وہ بھی تقلید شخصی کر کے مقلد ٹھہرے اور اپنے فتاوی جات کا مستوجب بن چکے ہیں، آیئے بتاتا ہوں کہ یہ تقلید شخصی کیسے کرتے ہیں۔

عالم ربانی، عارف حقانی، امام المتقین، شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت، حکیم الامت، خواجہ محمد حسن جان رحمۃ اللہ علیہ سرہندی، مجددی اپنی کتاب ''الاصول الاربعہ فی تردید الوہابیہ'' کے اصل چہارم میں صفحہ 115 پر لکھتے ہیں۔

''سوال ہے کہ تم اعمال وعقائد میں اپنے مقتداؤں اور پیشواؤں کی پیروی کرتے ہو یا نہیں، جیسے قاضی شوکانی، مولوی اسماعیل دہلوی، صدیق حسن خان بھوپالی، اگر کہیں ''نہیں'' تو غلط ہے کیونکہ یہ بات کسی سے مخفی و پوشیدہ نہیں کہ یہ ان کی پیروی کرتے ہیں اور جب پیروی کرتے ہیں تو وہ بھی ہماری طرح مقلدین ہی ثابت ہوئے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین ہیں اور وہ (اہل حدیث) قاضی شوکانی کے مقلدین۔

پس مقلدین کی نسبت کفر وشرک اور بدعت وغیر جو کچھ کہتے ہو وہ تم پر بھی صادق آتی ہے اور اگر ان کی پیروی نہیں کرتے ہو تو امام ھمام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ پر جرح کیوں کرتے ہوں۔

اب قاضی شوکانی وغیرہ کی پیروی کا حال دیکھئے۔ ھدیۃ المھدی کے مصنف وحید الزمان اس کتاب کے صفحہ 23 'جز اول میں لکھتے ہیں۔

(قال السید فی بعض تو الیفہ ''قبلہ دین مددی کعبہ ایمان مددی ابن قیم مددی قاضی شوکانی مددی''۔

اب بتائیں کیا یہ اپنے پیشواؤں کی تقلید کرتے ہیں یا نہیں۔ پھر تعجب کی بات ہے غیر خدا سے مدد مانگ کر بھی ان کا خانہ توحید آباد ہے اگر یہی استغاثہ بارگاہ نبوت یا اولیائے

عظام میں ہو تو ''توحید'' پر نہ صرف حرف آتا ہے بلکہ شرک لازم ٹھہرتا ہے (یاللعجب)

کاش محبت و تقلید شخصی میں اتنا مبالغہ کرنے کے بعد ہم پہ یہ طعن نہ کیا ہوتا، کہ یہ حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں۔ انصاف کا دامن تھامئے اور ''ان بطش ربک لشدید'' کی ضرب سے ڈریئے۔ کیا یہ تقلید شخصی ہے کہ نہیں۔ اگر تقلید شخصی نہیں تو پھر قبلہ دین اور کعبہ دین، ابن قیم مددی قاضی شوکانی مددی'' کے نعرے کیوں لگاتے ہو۔ کیا ایسا کرنے سے کفر وشر لازم نہیں آتا۔ اگر یہ کفر وشرک ہے تو بقول تمہارے، تم سب سے زیادہ مبتلائے شرک ہو۔ اگر کفر وشرک نہیں تو مقلدین کو مجرم و بدعتی کیوں گردانتے ہو۔ دو میں سے ایک تو ضرور درست ہے اب جواب تمہارے سر۔

اگر کہیں کہ ہم احادیث نبویہ کی پیروی کرتے ہیں تو اس جگہ پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تمہیں صحبت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم حاصل تھی؟ اور کیا تم نے اپنے کانوں سے احادیث سنیں۔ اگر صحبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حاصل تھی تو دلیل پیش کرو۔ اگر نہیں تو تم نے اپنے کانوں سے احادیث سنیں بھی نہیں پھر تمہارے پاس کیسے پہنچ گئیں؟

اگر کہیں کہ احادیث ہم تک مصنفین کتب احادیث سے پہنچیں جیسے صحاح ستہ وغیرہم۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اصحاب کتب نے جن راویوں سے یہ احادیث نقل کی ہیں وہ معتمدین وموثقین تھے یا نہیں؟ اگر نہیں تھے تو ان کے اقوال وروایات پر عمل کرنا خطا ہے اور اگر وہ معتمدین وموثقین تھے تو اس کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے۔ اگر کہیں کہ بزرگان دین مثل امام بخاری، امام مسلم وابوعیسی ترمذی، یحیٰ بن معین، حاکم، ابن جوزی وامام سیوطی علیہم الرحمۃ نے ان کو معتمدین وموثقین لکھا ہے تو میں کہتا ہوں۔

الحمدللہ چشم ماروشن، دل ماشاد کہ یہ عین تقلید شخصی ہے اور تقلید کا معنی ہے کسی شخص کے قول کو بلا طلب دلیل قول کرنا۔ (انتھی)''

علامہ حسن محمد سرہندی مجددی علیہ الرحمۃ کی یہ نفیس توضیح وتشریح تقلید کا معنی سمجھنے کے لئے کافی ہے معلوم ہوا کہ اہل حدیث خود مقلدین میں سے ہیں اگر نہیں تو انہوں نے بلاطلب دلیل یہ یقین کیوں کرلیا کہ وہ احادیث رسول پارک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں۔

اس سے قوی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے کہ بزعم خویش تقلید سے بیزار ہونے والے بذات خود مقلدین ہیں۔ اور تقلید کی زد میں ہیں ہمیں طعنۂ تقلید دینا بے جا اور فضول ہے اندھیری نگری سے نکل کر تقلید کے روشن باب میں داخل ہو جاؤ، فلاح پا جاؤ گے۔

حدیث کے جامہ میں تقلید شخصی کا واویلا مچا کر درحقیقت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے خلاف اپنے حسد وتعصب کا اظہار اور اپنے مافی الضمیر کے غیض وغضب کو ٹھنڈا کرنا ہے۔ دیگر آئمہ مذاہب پر زبان طعن وتشنیع دراز کیوں نہیں کرتے۔ فقط امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ہی بے ہودہ زبان استعمال کرتے ہیں۔

ابو القاسم بناری نو مسلم نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ''الجرح علی ابی حنیفہ'' رکھا۔ اس میں وہ لکھتا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قرآن وحدیث نہیں پڑھے ہوئے تھے وہ علم تاریخ وتعبیر میں مطلقا نابلد تھے اور شیخ چلی جیسے خیالات رکھتے تھے ان سے تو ایک حجام بہتر ہے اور ان کی فقہ، فقہ بے علمی ہے جبکہ علم حدیث میں بالکل نادان تھے ایک بھی حدیث ان تک نہیں پہنچی اور ان کے تمام استاذ اور شاگرد ضعیف ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مرجیہ زندیق تھے اور مرجیہ اسلام سے خارج ہیں لہٰذا جملہ حنفی بھی اسلام سے خارج ہیں انہوں نے شرک کی بنیاد رکھی لہٰذا وہ مشرک ہیں اور ان کا طریقہ قرآن کے صریح خلاف تھا، نہ وہ خود مجتہد تھے اور نہ شرائط اجتہاد کے حامل تھے وہ قرن الشیطان اور باغی تھے اور مسلمانوں میں ان جیسا ذلیل ومنحوس اور کوئی نہیں ہے۔

الجرح علی ابی حنیفہ طبع سعید المطالع بنارس 1330
(العیاذ باللہ من ذالک)

دیکھا' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے خلاف اس شخص نے کتنی گندی اور بازاری زبان استعمال کی اور اپنے بزرگوں کو قبلہ جاں مددی اور قبلۂ ایمان مددی سے یاد کیا، معلوم ہوا تقلید صرف ایک بہانہ ہے یہ اہلحدیث درحقیقت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے طبعی خلاف ہیں ورنہ وہ خود مقلدین ہیں جیسا کہ میں نے امام سرہندی مجددی کے قول سے ثابت کیا۔ معلوم نہیں یہ ملحد و بے دین اتنی بازاری زبان استعمال کر کے کتنے بزرگانِ دین کی توہین کا مرتکب ہوا ہے کیا یہ حدیث کا سبق ہے۔ کیا حدیث یہی ہدایت دیتی ہے کیا حدیث میں یہی آیا ہے کہ مسلمانوں کو کافر ومشرک کہو۔ جو اعتقادات اپنوں کے لئے باعث توقیر وتعظیم سمجھتے ہو وہ حضرات انبیاء واولیاء کے حق میں شرک وکفر اور بدعت ہیں کیا عامل بالحدیث ہونے کا یہی مقصد ہے کہ بزرگان دین کی توہین کرو۔ اگر ان کا کام حدیث پر عمل ہے تو سنی مسلمانو! ان سے لاکھ بار توبہ کرو اللہ تعالیٰ ان جیسے اہل حدیث ہونے سے بچائے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے

اذا لم ینالوا شانهٔ ووقار فالقوم اعداء لهٔ وخصوم

مطلب یہ کہ جب لوگ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شان اور وقار تک نہ پہنچ سکے تو انہوں نے آپ کے ساتھ خصومت اور دشمنی کی بنیاد رکھ لی۔

لیکن

فی المثل السائر البحر لایکدرهٔ وقوع الذباب ولاینجسهٔ ولوغ الکلاب

امام ہمام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مثل یہی ہے کہ آپ ایک جاری سمندر ہیں جو مکھیوں کے واقع ہونے سے مکدر نہیں ہوتا اور کتوں کے چاٹنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔

اب یہ تمام مکھیاں اور کتے اس جاری سمندر کو مکدر ونجس کرنا چاہیں تو نہیں کرسکتے۔ کیونکہ سمندر، سمندر ہی ہوتا ہے اب یہ کنویں کے مینڈک کیا جانیں وہ کیا

ہے دیکھئے شمال وجنوب، مشرق وغرب اس سمندر سے فیضاب ہے اور آپ کے ماننے والے اتنی کثرت میں ہیں کہ یہ بے چارے ان کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اب ان کے پاس اس کے سوا اور چارہ بھی کیا ہے کہ ان کی تعصب وحسد میں گندی اور بازاری زبان استعمال کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔

عالم اسلام میں اکثر علماء کرام، فقہاء عظام اور اولیائے کرام فقہ حنفی پر کاربند ہیں بس یہی آپ کے مجتہد فی الدین ہونے کے لئے کافی ووافی ہے۔

درحقیقت اس موضوع پر کتاب لکھنے کا میرا مقصد یہی ہے کہ بزعم خویش عالم بالحدیث یعنی اہل حدیث درحقیقت ''منکرین حدیث'' کو یہ بات باور کرائی جائے کہ دراصل عامل بالحدیث امام الائمہ، سراج الامۃ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہیں نہ کہ تم لوگ۔ کیونکہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے صحیح احادیث پر عمل کیا ہے۔ اور جن احادیث کو اہل حدیث نے بطور عمل اختیار کیا گو یہ شیخین یعنی امام بخاری ومسلم سے مروی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو احادیث بخاری ومسلم میں ہیں ان کے علاوہ اور کوئی حدیث صحیح نہیں۔ انشاء اللہ العزیز اس کتاب کے باب نمبر 2 میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ کتنی احادیث مذہب امام اعظم رضی اللہ عنہ کی موید ہیں اور امام اعظم رضی اللہ عنہ نے کیوں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کا نہ پڑھنا اختیار فرمایا۔

اور ان احادیث کی بھی حقیقت ظاہر ہوگی جن کا اہل حدیث نہایت شدومد سے چرچا کرتے ہیں کہ یہ احادیث صحیح ہیں اور امام اعظم رضی اللہ عنہ نے صرف قیاس سے ان احادیث کی مخالفت کی۔ پھر ضعیف احادیث پر عمل کرتے ہوئے عدم قرأت خلف الامام کو واجب کہہ دیا۔ اہل حدیث پر واضح ہو جائے گا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے دو کے مقابلے میں کتنی احادیث صحیحہ پر عمل کیا ہے۔

لہٰذا میں نے اس کتاب کو چار ابواب پر مشتمل کیا ہے۔ باب اول میں اللہ عزوجل کے فرمان ''اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون''

کے ماتحت علماء مفسرین سے اقوال اور وہ احادیث جو علماء مفسرین نے تخریج فرمائیں، ان کو نقل کیا جائے گا۔

باب دوم میں احادیث نبویہ علیہ التحیۃ والثناء نقل کی گئی ہیں بالخصوص وہ حدیث جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے (من كان له امام فقراة الامام له قراة)، جن محدثین نے اس کی تخریج فرمائی ان کے اسمائے گرامی اور کتب بمعہ حوالہ نقل کئے گئے ہیں نیز یہ حدیث مبارک بطرق متعددہ مروی ہے میں نے کوشش کی ہے کہ وہ تمام طرق احاطہ تحریر میں لاؤں۔ اس میں، میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔ یہ فیصلہ قارئین ہی کر سکتے ہیں۔ بہرحال بندہ خطا ونسیان سے مرکب ہے غلطی کا امکان ہر وقت موجود ہے پھر بھی میں نے اپنی استعداد کے مطابق پوری جدوجہد کی ہے کہ اس حدیث مبارک کے جملہ طرق روایت کروں۔

باب سوم میں اخبار مرفوعہ اور آثار موقوفہ کا بیان جو صحابہ کرام اور تابعین سے مروی ہیں، کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور باب چہارم میں علامہ نامی، فاضل اجل مولانا محمد عبدالجلیل رحمۃ اللہ کی کتاب مسمی بہ ''سیف المقلدین علی اعناق المنکرین'' حصہ دوم کا فقط ترجمہ کیا گیا ہے قراۃ خلف امام کے متعلق نہایت وقیع ودقیق علمی مضمون ہے اس کی افادیت کے پیش نظر اسے بھی شامل کتاب کر دیا ہے تاکہ عوام الناس اس سے مستفید ہو سکیں۔ اصل مضمون فارسی میں ہے۔

علاوہ ازیں اس کتاب میں علامہ محبوب احمد المعروف خیر شاہ حنفی نقشبندی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مسمی بہ ''ضرب شدید برجگر منکر تقلید'' کی تحقیق انیق بھی آپ کو ملے گی۔ آخر میں بصد عجز ونیاز ملتمس ہوں کہ کتاب پڑھ کر میرے استاذ مکرم حضرت علامہ مولانا سلطان احمد رحمۃ اللہ علیہ ونور اللہ مرقدہٗ (حاصلانوالہ، تحصیل پھالیہ) اور میرے والدین کریمین بالخصوص میرے والد، عالم اجل، درویش خدامست' حضرت مولانا فیض احمد رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دعا فرمائیں۔

خدا تعالیٰ بوسیلہ شفیع المذنبین ، رحمۃ للعالمین سید العرب والعجم ، نبی محترم ومحتشم ہادی اکمل واعظم سیدنا ومولانا جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے کاملین کے طفیل اس حقیر کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں۔لغزشوں اور کوتاہیوں کو اپنے فضل عمیم سے معاف فرمائیں۔آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین۔

محمد ابراہیم چشتی

عفی عنہ

۱۲ جون ۲۰۰۲ء

باب اول

نحمده ونصلي على رسوله الكريم وعلى آله واصحابه اجمعين. امابعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم.

بسم الله الرحمن الرحيم

قال الله عزوجل في كتابه العزيز " اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون"

صدق الله العظيم

قارئین کرام: اس باب میں خطبہ میں مذکور آیہ مقدسہ کے ماتحت علماء مفسرین کرام نے ،قرآت خلف الامام، کے متعلق جو اقوال ارقام فرمائے ہیں قبل ازیں کہ ان کو احاطہ تحریر میں لایا جائے ،ضروری سمجھتا ہوں کہ بطور تمہید حضرت علامہ محبوب احمد المعروف خیر شاہ نقشبندی حنفی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''ضرب شدید، برجگر منکر تقلید'' کے چند اقتباسات برائے افادہ ٔہدیۂ ناظرین کروں۔

علامہ موصوف اپنی کتاب کے صفحہ 74،مطبوعہ امرتسر پریس، میں فرماتے ہیں۔

''ناظرین اہل دین پر واضح رہے کہ اس مسئلہ یعنی قرأۃ خلف الامام سے سمجھنے میں آسانی کے لئے چند امور بطو تمہید تحریر کرتا ہوں، وہ امور یہ ہیں۔

چند ضروری امور

(1) سورۂ فاتحہ قرآن کا حصہ ہے یا غیر قرآن ہے۔شق اوّل (یعنی سورۂ فاتحہ قرآن

ہے) عند الکل مسلم ہے اور شق ثانی عند الکل باطل۔

(2) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرآن پاک پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے یا نہیں، شق اول تمام کے نزدیک مسلم ہے جبکہ شق ثانی یعنی قرآن پاک پڑھنے کی ممانعت نہ ہونا، محض غلط۔

(3) جب قرآن پڑھنے کی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے) امام کے پیچھے ممانعت ثابت ہے تو پھر سورۃ فاتحہ کیونکر قرآن سے خارج ہو سکتی ہے۔

(4) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کو قاری کا خطاب دیا۔ چنانچہ فرمایا: ''اذا امن القاری فامنوا) (الحدیث، رواہ البخاری والنسائی) اگر مقتدی بھی قرأت کرتا تو صرف امام کو قاری فرمانا تحصیل حاصل امر تصور ہوتا۔

(5) اگر مقتدی بھی قرأت کرے تو موافقت (بقراۃ السکتات) محال ہے۔ کما قال الواحدی

امام نصف سورۃ فاتحہ پڑھ چکا تو مسبوق نے اقتداء کی۔ اب جو امام پڑھے گا۔ مقتدی اس کے خلاف پڑھے گا۔ تو سکتات میں موافقت نہ ہوئی۔ امام نے سورۃ فاتحہ ختم کی تو مقتدی کہتا ہے ''اھدنا الصراط المستقیم'' اب مقتدی دو حال میں مبتلا ہے ایک تو امام کے ''ولا الضالین'' کے بعد آمین کہنے پر مامور اور دوسرا وہ سورۃ فاتحہ کے نصف میں ہے اگر آمین ترک کرے تو حدیث صحیح کا خلاف کرے گا۔ اگر آمین کہے تو نظم کلام قرآن میں کلام غیر داخل ہو کر عبارت یوں بن جائے گی۔ (اھدنا الصراط المستقیم آمین)

ان ھذا الا تحریف الیھود والنصری یعنی یہ قرآن کریم میں تحریف ہو گی۔

(6) اگر مقتدی امام کے ساتھ آمین کہے گا اور بعد از سورۃ فاتحہ مقتدی خود اپنی آمین بھی کہے تو ایک رکعت میں دوبار آمین کہنے والا بن گیا اور روایت ان کے اصحاب کے خلاف ہے۔

(7) ہر ایک شخص پر نماز میں قرآن پاک میں سے (ماتیسر) پڑھنا فرض ہے یعنی جس قدر آسانی سے پڑھ سکے اور سورۃ فاتحہ کا پڑھنا قرآن سے نہیں۔

(8) قرأت خلف الامام۔ آیہ مقدسہ کے نزول سے پہلے تھی یا بعد میں، اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیہ کریمہ کے نزول سے قبل قرأت خلف الامام تھی اور جب یہ آیہ مقدسہ نازل ہوئی تو قرأۃ حلف الامام ممنوع قرار پائی۔ (آیت سے مراد ہے اذا قرئ القرآن.... لعلکم ترحمون)

(9) آیہ کریمہ تو محرم ہے اور آثار مرویہ واحادیث ضعیفہ مبیح، پس محرم، ناسخ مبیح ہے بالاجماع، یعنی اس آیہ کریمہ نے قرأت خلف الامام کو منسوخ کر دیا۔ اب اگر ہزارہا آثار صحیح بھی ہوں تو اس آیہ کریمہ سے منسوخ ومعطل قرار پائیں گے۔

(زرقانی علی الموطا، جلد اوّل، ص 161)

اور اس آیہ کریمہ کے مدلول الفاظ سے صاف ظاہر وعیاں ہے کہ صرف ''اذا'' دلیل صریح ہے اس پر کہ جس وقت قرآن پڑھا جائے (ولو کان سرا او جھرا فی الصلوۃ وغیرھا) یعنی خواہ قرآن حکیم نماز میں یا نماز کے علاوہ پڑھا جائے، چاہے آہستہ ہو یا بلند آواز سے، استماع وانصات اگر نماز میں ہے تو واجب اور اگر قرأۃ قرآن خارج از صلاۃ ہے تو مستحب (کمافی الحسینی)

اور ''قرئ القران'' میں سورۃ الحمد تمہارے قول کے مطابق قرآن میں داخل وشامل ہے۔ کیونکہ یہ بھی قرآن ہے۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن وفاتحہ کا امام کے پیچھے پڑھنا ممنوع ہے۔

استماع کے معنیٰ ہیں غور وخوض، تدبر وتفکر سے سننا اور انصات کا معنیٰ ہے کلام نہ کرنا، خاموش رہنا ___ لیکن صد افسوس ملحدین پر جن کو فرض کی تعریف کا بھی علم نہیں۔ بلا تعریف فرضیت' دلائل ضعیف ومرجوع ومنسوخ پیش کر کے لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ اور گمراہ کر رہے ہیں۔ کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا نماز میں فرض ہے۔ کیا ایسی احادیث سے فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ ہرگز نہیں: اگر سورۃ فاتحہ فرض ہوتی تو اللہ

عزوجل کیوں اس طرح ارشاد فرماتا۔ (فاقروا ماتیسر من القران) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے (اقرا ماتیسر معک من القران) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کیوں (کم یقرا القران، قول اللہ فاقروا ماتیسرا منہٗ بسند ابن بشرمۃ) لاتے۔

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کی تصریح

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"نظرت کم یکفی الرجل من القرآن فلم اجد سورۃ اقل من ثلاث آیات فقلت لاینبغی لاحد ان یقرا اقل من ثلاث آیات."

"میں نے غور کیا کہ قرآن حکیم کی کتنی مقدار آدمی کو کفایت کرتی ہے (یعنی نماز میں کتنی مقدار فرض ہے) پس میں نے کوئی سورت تین آیات سے کم نہیں پائی۔ پس میرا کہنا یہی ہے کہ کوئی بھی شخص (نماز میں) تین آیات سے کم قرأت نہ کرے۔"

اس سے صاف واضح ہے کہ سورۂ فاتحہ کی کوئی تخصیص نہیں قرآن حکیم میں کسی جگہ سے بقدر تین آیات پڑھنا کافی ہے۔ اگر فاتحہ کی ضرورت ہوتی تو اس کا بھی ذکر ہوتا جو کہ سات آیات پر مشتمل ہے۔

علامہ موصوف کی اس تمہید سے ظاہر ہے کہ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں بلکہ واجب ہے اگر منفرد ہے تو پڑھنا واجب ہے اگر نہ پڑھے تو نماز کامل ادا نہ ہوگی۔ اور اس کے نقصان میں سجدہ سہو کرنا ضروری ہے۔ تاکہ نقصان کی تلافی ہو سکے۔ اور اگر امام کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہے تو مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھنا بمطابق آیہ مقدسہ ممنوع ہے اور سراسر قران وسنت کے خلاف ہے۔

اب سنئے آئمہ مفسرین عظام کے وہ زریں اقوال جو انہوں نے آیہ کریمہ کے ماتحت اپنی تفاسیر میں رقم فرمائے۔ متقدمین ومتاخرین دونوں طبقے شامل ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کی تصریح

(10) قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں۔

قال قوم نزلت الایۃ فی ترک الجھر بالقرأۃ خلف الامام

ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ یہ آیہ مقدسہ امام کے پیچھے بآواز بلند پڑھنے کے ترک کرنے کے حق میں نازل ہوئی۔

معلوم ہوا کہ قرأت خلف الامام کے عدم جواز پر ایک جماعت کا اجماع واتفاق ہے نیز مزید فرماتے ہیں۔

قال ابن ھمام اخرج البیھقی عن الامام احمد قال أجمع الناس علی ان ھذا الآیۃ فی الصلوٰۃ.

ابن ہمام شارح ہدایہ فرماتے ہیں۔ امام بیہقی نے امام احمد سے ایک قول کی تخریج کی ہے امام احمد فرماتے ہیں لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیہ مقدسہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔

پتہ چلا کہ امام احمد کے نزدیک بھی ایک جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیہ کریمہ نماز کے متعلق نازل ہوئی۔

امام احمد علیہ الرحمۃ کا قول

ترمذی شریف، صفحہ 43 کے حاشیہ پر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی منقول ہے اور اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

بماورد فی القرأۃ خلف الامام. کما قال الشیخ الدھلوی

(1) واخرج عن مجاھد کان علیہ السلام یقرا فی الصلوٰۃ نسمع قرأۃ فتی من الانصار فنزل واذاقرئ القران فاستمعوالہ وانصتوا.

امام بیہقی نے مجاہد سے تخریج فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قرأت فرما رہے تھے۔ اور انصار میں سے ایک نوجوان کو سنا وہ بھی نماز میں امام کے پیچھے قرأت

کررہا ہے تو اس وقت یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ کی روایت

(2) اخرج ابن مردویه فی تفسیره قال ثنا ابو اسامه عن سفیان عن ابی المقدام هشام بن زید عن معاویة رضی الله عنه ابن قرة قال سالت بعض مشائخنا من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم احسبهٔ قال عبدالله بن مغفل کل من سمع القران وجب علیه الاسماع والانصات قال انما نزلت هذه الآیة اذا قرئ القران فاستمعوا لهٔ وانصتوا فی القرأة خلف الامام

معاویہ بن قرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اپنے بعض مشائخ سے سوال کیا۔ راوی حدیث کہتا ہے مجھے یہ گمان ہے کہ معاویہ بن قرہ نے عبداللہ بن مغفل سے سوال کیا کہ آیا ہر وہ شخص جو قرآن کی سماعت کرے اس پر سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔ عبداللہ بن مغفل نے جواب ارشاد فرمایا یہ آیہ کریمہ (اذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا) صرف قرأت خلف الامام کے حق میں نازل ہوئی ہے یعنی مقتدی کا امام کے پیچھے قرآن سننا واجب ہے۔

قرئ القرآن میں الف لام کون سا ہے

قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ آخر میں فرماتے ہیں۔

قلت واللام فی قوله تعالیٰ اذا قرئ القران للعهد دون الجنس والمراد به القران المقرو لاستماعکم کامام یقرأ حتی یسمع من خلفه والخطیب یقرأ للتخاطب والمقرئ یقرأ علی التلمیذ.

(میں کہتا ہوں کہ) خدا تعالیٰ کے قول (اذا قرئ القران) میں الف لام عہد کے لئے ہے نہ کہ جنس کے لئے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن پڑھا جارہا ہے یہ تمہارے استماع کے لئے ہے جیسا کہ امام پڑھ رہا ہو اور لوگ اس کے پیچھے سنیں یا خطیب خطاب کے لئے قرآن حکیم پڑھے یا استاذ شاگرد کو پڑھانے کے لئے پڑھ رہا ہو۔

قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح سے ثابت ہوا کہ جب قرآن پڑھا جارہا ہو تو پھر سننا ضروری ہے اگر نماز میں قرأت ہو رہی ہو تو مقتدی پر سننا واجب اور اگر بیرون نماز ہے تو مستحب۔

اور عندالکل (تمام کے نزدیک) سورۂ فاتحہ قرآن میں سے ہے لہٰذا اس کی تخصیص محض لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے ہے ورنہ مطلقاً قرآن میں سورۂ فاتحہ داخل وشامل اور آیہ کریمہ کی رو سے مقتدی کا امام کے پیچھے استماع وانصات واجب ہے۔

(تفسیر مظہری، جلد 3، ص 401)

تفسیر بغوی کی وضاحت

محی السنۃ ابی محمد حسین ابن مسعود الفراء البغوی الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی 516ھ) اپنی تفسیر معالم التنزیل مسمی بہ "تفسیر بغوی" میں اسی آیہ کریمہ کے تحت ارشاد فرمایا۔

(3) اخرج عن المقداد انه سمع ناسا یقرؤن مع الامام فانصرف قال اما آن لکم ان تفقهوا اذا قرئ القران فاستمعوا لهٔ وانصتوا کما امرکم الله قال هذا قول الحسن والزهری والنخعی ان الایة فی القرأة فی الصلوة خلف الامام.

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو امام کے ساتھ قرأت کرتے ہوئے سنا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا ابھی تک تم نہیں سمجھے کہ جب

قرآن پڑھا جائے اسے سنو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے (امام بغوی فرماتے ہیں) یہ قول حسن، زہری اور نخعی کا ہے کہ یہ آیہ کریمہ' قرأت خلف الامام نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

مزید تحریر فرماتے ہیں۔

ھذا أولی ممن قال انها نزلت للانصات فی الخطبة لان الاية مكية والجمعة وجبت فی المدينة.

یہ قول اولیٰ (بہتر) ہے ان لوگوں کے قول سے جو کہتے ہیں کہ یہ خطبہ جمعۃ المبارک میں خاموش رہنے کے لئے نازل ہوئی۔ اس لئے کہ یہ آیت مکی ہے اور جمعۃ المبارک مدینہ منورہ میں واجب ہوا۔

شافعی المذہب امام بغوی کا حتمی فیصلہ

آخر میں فیصلہ کن قول بحوالہ امام بغوی درج ہے۔ امام بغوی شافعی المذہب ہیں اور صاحب مشکوٰۃ کے استاذ۔ اس آیہ کریمہ کے اوائل میں لکھتے ہیں۔

ذهب جماعة الى انها فى القرأة فى الصلوة

ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ یہ آیت قرأت فی الصلوٰۃ میں نازل ہوئی ہے

آخر میں متعدد اقوال درج کرنے کے بعد اپنا فیصلہ سناتے ہیں۔

والاول أولاها وهو انها فى القراة فى الصلوة

یعنی تمام اقوال میں سے اولیٰ قول، قول اول ہے اور وہ یہ کہ آیہ مبارکہ نماز میں قرآن پاک پڑھنے کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

تفسیر معالم التنزیل کی علمی حیثیت

یاد رہے: صاحب کشف الظنون' امام بغوی کی تفسیر کے بارے میں یوں رائے دیتے ہیں۔

هو كتاب متوسط نقل منه عن مفسّری الصحابة و التابعين ومن بعدهم یہ ایک متوسط کتاب ہے صاحب کتاب نے اس میں مفسرین صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی تفسیر اور ان کے اقوال نقل فرماتے ہیں۔

(کشف الظنون، ج2، ص1862)

پس امام بغوی نے شافعی المذہب ہونے کے باوجود "اہل حدیث" ملحدین کے عقیدہ کا جس طرح استیصال کیا ہے، لاجواب ہے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے ثقہ ہونے کو تسلیم کرلیا۔

تفسیر طبری کا مقام ومرتبہ

(5) جعفر محمد بن جریر طبری کی تفسیر، تفسیر طبری جس کے بارے میں صاحب کشف الظنون کا خیال ہے۔

"قال السيوطى فى الاتقان و كتابه اجل التفاسير واعظمها فانه يتعرض لتوجيه الاقوال وترجيح بعضها على بعض والاعراب والاستنباط فهو يفوق بذالک على تفاسير الاقدمينُ انتهى.

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اتقان" میں فرمایا:

"ابن جریر طبری" کی تفسیر تمام تفاسیر سے اجل اور بلند پایہ ہے اس لئے کہ وہ اقوال کی توجیہ میں منہمک ہوئے اور بعض کو بعض پر ترجیح دی اور اعراب واستنباط میں بھی انہوں نے اسی طرح کیا۔ اس اعتبار سے یہ تفسیر "اقدمین" (اولین) کی جملہ تفاسیر پر فوقیت لے گئی۔

وقال النووی: اجمعت الامة على انه لم يصنف مثل تفسير الطبری

امام زکریا نووی فرماتے ہیں۔

امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تفسیر طبری جیسی کوئی اور تصنیف نہیں ہے۔

وعن ابی حامد اسفر اینی انه قال لوسافر رجل الی الصین حتی یحصل له تفسیر ابن جریر لم یکن ذالک کثیرا.

ابو حامد اسفرائنی فرماتے ہیں اگر آدمی چین کی طرف سفر کرے یہاں تک کہ اس کو تفسیر طبری حاصل ہو جائے تو یہی اس کے لئے کافی ہے کثیر کی ضرورت نہیں۔

(کشف الظنون، ج ا، ص 437)

ذرا سوچیں

قارئین! آپ نے علمائے کرام کی آراء وافکار ملاحظہ فرمائے یہ وہ علمائے ذی احترام ہیں جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ''اہل حدیث'' ملحدین کے پیشوا اور امام ہیں پہلے امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلے نے ''اہل حدیث'' کو نیم مردہ بنا دیا۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا کام تمام کر دکھایا اور ان کی بدعقیدگی کے تابوت میں آخری میخ گاڑ دی۔

علمائے شوافع کے نزدیک یہ ایسی تفسیر ہے جس کا کوئی مقابل نہیں کیونکہ اقوال کی توجیہہ اور پھر ان اقوال میں ایک دوسرے پر ترجیح دینے کے اعتبار سے یہ تفسیر تمام تفاسیر پر فوقیت رکھتی ہے۔

ظاہر ہے امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجیح اقوال کے وقت قول راجح کو ہی ترجیح دی ہے نہ کہ مرجوح کو۔ بقول امام نووی امت کا اجماع ہے کہ اس جیسی اور کوئی تفسیر نہیں لہٰذا امت کا اجماع قول مرجوح پر محال ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ ابن جریر طبری نے قول راجح کو ہی اختیار کیا ہے۔ کیا اجماع امت میں سے علمائے محدثین خارج ہیں؟ کیا امام بخاری ومسلم، امام ترمذی وابن ماجہ، نسائی وابوداؤد وغیرھم اس اجماع امت میں داخل نہیں اگر ''اہل حدیث'' ملحدین اس اجماع کو تسلیم نہیں کرتے تو یہ حضرات ان کی نظر میں اجماع امت سے خارج ہو گئے۔ اگر یہ بات ہے تو پھر اہل حدیث کس کی پیروی کر رہے ہیں۔

خدارا مخلوق خدا کو گمراہ نہ کرو، کیوں اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے

ہوئے حضرات محدثین کرام کو بدنام کر رہے ہو۔ اور دین محمدی کے شیرازہ کو تار تار کر رہے ہو۔ محاسبہ کے دن سے ڈرو اور بدعقیدگی سے توبہ کر لو۔

سب سے پہلے میں امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کی وہ احادیث نقل کرتا ہوں جو انہوں نے اپنی سند کے ساتھ تخریج فرمائیں اور آخر میں آپ کا راجح قول خدمت میں پیش کروں گا۔

تفسیر طبری سے حدیث بشیر بن جابر رضی اللہ عنہ کی روایت

(4) حدثنا ابو کریب قال حدثنا المحاربی عن داؤد ابن ابی هند عن بشیر بن جابر قال صلی ابن مسعود فسمع ناسا یقرؤون مع الامام فلما انصرف قال اما آن لکم ان تفقهوا اما آن لکم ان تعقلوا واذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتو کما امر کم الله.

بشیر بن جابر فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود نے نماز پڑھی اور آپ نے سنا لوگ امام کے پیچھے قرأت کر رہے ہیں جب نماز مکمل ہو گئی تو آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، اب تمہارے لئے وقت ہے تدبر وتفکر کرو اور سمجھ جاؤ (یعنی) جب قرآن پڑھا جائے پس اسے سنو اور خاموش رہو، جیسا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی روایت

(5) حدثنا حمید بن مسعده قال ثنا بشر بن المغفل قال ثنا الجریری عن طلحة بن عبیدالله بن کریز قال رایت عبید بن عمیر وعطار بن ابی رباح یتحدثان والقاص یقص فقلت الاتسمعان الی الذکر وتستوجبان الموعود قال فنظرا الیّ ثم أقبلا علی حدیثهما قال فاعدت فنظر الی ثم اقبلا علی

حدیثھما قال فاعدت الثالثہ قال فنظرا الی فقالا انما ذلک فی الصلوة واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہٗ وانصتوا.

طلحہ بن عبیداللہ بن کریز فرماتے ہیں میں نے دیکھ کہ عبید ابن عمیر اور عطاء بن ریاح ایک دوسرے سے باتیں کرر ہے ہیں اور واعظ اپنا وعظ سنا رہا ہے میں نے کہا تم اللہ عزوجل کا ذکر نہیں سنتے ؟ طلحہ بن عبیداللہ فرماتے ہیں ان دونوں نے میری طرف دیکھا پھر اپنی باتوں میں مشغول ہو گئے۔ فرماتے ہیں میں نے دوبارہ کلمات دوہرائے، انہوں نے پھر مجھے دیکھا اور باتیں کرنے لگے۔ میں نے تیسری مرتبہ بھی یہی کہا۔ تو انہوں نے مجھے مخاطب ہوکر کہا یہ حکم تو فقط نماز میں ہے (یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ آیہ کریمہ نماز میں قرأت خلف الامام کے ترک کے حق میں نازل ہوئی ہے دوسرا یہ بھی معلوم ہوا کہ خارج از نماز، قرآن کا استماع وانصات مستحب ہے تیسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ یہ آیہ کریمہ محض ذکر کے وقت استماع کے لئے نازل نہیں ہوئی بلکہ نماز میں قرأت کے عدم جواز کے حق میں نازل ہوئی ہے

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول

(6)حدثنا ابن وکیع قال ثنا جریر وابن ادریس عن لیث عن مجاھد واذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا قال فی الصلوٰة المکتوتہ.

مجاہد کا قول یہ ہے کہ یہ آیہ مبارکہ نماز فرض کے متعلق نازل ہوئی۔ یعنی فرض نماز میں جب امام قرأت کررہا ہو تو مقتدی پر سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول

(7) بطریق ابن وکیع قال حدثنا المحاربی عن لیث عن

مجاھد عن حجاج عن القاسم بن ابی بزہ عن مجاھد وعن بن ابی لیلیٰ عن الحکم عن سعید بن جبیر واذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتو قال فی الصلوٰة المکتوبة.

یعنی سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول بھی یہی ہے کہ یہ آیت فرض نماز کے متعلق نازل ہوئی

(8)وبطریقہ قال حدثنا ابی عن سفیان عن ابی ھاشم عن مجاھد فی الصلوة المکتوبة قال ثناجریر وابن فضیل عن مغیرة عن ابراھیم قال فی الصلوة المکتوبة.

امام مجاہد، ضحاک اور ابراہیم کا قول بھی یہی ہے کہ یہ آیہ کریمہ فرض نماز میں نازل ہوئی ہے۔

امام عدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

(9) حدثنی محمد بن الحسین قال ثنا احمد بن المغفل قال ثنا اسباط بن عدی واذا قرئ القران فاستمعوا لہٗ وانصتوا قال اذا قرئ فی الصلوٰة.

امام عدی کا قول بھی یہی ہے کہ جب نماز میں قرآن پڑھا جائے استماع وانصات واجب ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول

(10)حدثنی المثنی قال ثنا ابوصالح قال ثنا معاویة عن علی عن ابن عباس قولہ واذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا یعنی فی الصلوة المکتوبة.

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ عزوجل کا فرمان (اذ قرئ القران.....) نماز مفروضہ کے متعلق وارد ہے۔

ابن زید رحمۃ اللہ علیہ کا قول

(11) حدثنی یونس قال أخبرنا ابن وھب قال قال ابن زید فی قولہ واذا قریٔ القران فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون قال اذا قام الا مام للصلوۃ فاستمعوا لہ وانصتوا.

ابن زید اس آیہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

"اذا قریٔ القران" کا حکم اس وقت ہے جب امام نماز کے لئے کھڑا ہوگیا پس اس کی قرأت سن اور خاموش رہو۔

امام زہری فرماتے ہیں

(12) حدثنی المثنی قال ثنا سوید قال أخبرنا ابن المبارک عن یونس عن الزھری قال لایقرا من وراء الامام فیما یجھر بہ من القرأۃ تکفیھم قرأۃ الامام وان لھم یسمعھم صوتہ ولکھنم یقرء ون فیما لم یجھر بہ سرا فی انفسھم ولایصلح لاحد خلفہ ان یقرأ معہ فیما یجھر بہ سرا وعلانیۃ قال اللہ واذا قریٔ القران فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون.

امام زہری کی ایک روایت کے مطابق امام کے پیچھے وہ نمازیں جن میں قرأت بآواز بلند کی جاتی ہے مقتدی کو قرأت نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اسے امام کی قرأت ہی کافی ہے اور اگر چہ وہ امام کی آواز نہیں سنتے۔ لیکن ان نمازوں میں دل میں قرأت کریں جن میں قرأت دل میں کی جاتی ہے اور کسی کے لئے درست نہیں کہ جن نمازوں میں بآواز بلند قرأت ہوتی ہے ان میں امام کے ساتھ پڑھے کیونکہ خدا تعالی کا فرمان ہے۔

"جب قرآن پڑھا جائے اسے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے"

امام زہری کے قول کے مطابق جہری نمازوں میں مقتدی کو دل میں نہ پڑھنا

چاہئے اور نہ اعلانیہ۔ بلکہ امام کی قرأت ہی ان کے لئے کافی ہے اور اس میں یہ شرط بھی نہیں کہ وہ امام کی قرأت سن رہے ہوں بلکہ اگر ان تک امام کی آواز نہیں پہنچ رہی تب بھی قرأت نہ کریں کیونکہ قرآن کی مخالفت ہے۔

اور امام زہری کا قول ہے، سری نمازوں میں وہ امام کے پیچھے قرأت کر سکتے ہیں، اس میں خود ان کا اپنا اختلاف ہے اور ان کے صحیح قول کے مطابق نماز سری ہو یا جہری، امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے جیسا کہ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کے راجح قول سے ثابت ہے۔

امام طبری کا حتمی فیصلہ

اب امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ یہ قول اور دیگر اقوال نقل کرنے کے بعد اپنا فیصلہ ارشاد فرماتے ہیں۔ اور راجح قول کو واضح کرتے ہیں۔

(13) قال ابو جعفر واولیٰ الاقوال فی ذالک بالصواب قول من قال امروا باستماع القران فی الصلوۃ اذا قرأ الامام وکان من خلفہ ممن یاتم بہ یسمعہ وفی الخطبۃ وانما قلنا ذالک اولیٰ بالصواب لصحۃ الخبر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ انہ قال اذا قرا الامام فأنصتوا، واجماع الجمیع علی ان من سمع الخطبۃ ممن علیہ الجمعۃ الاستماع والانصات لھامع تتابع الاخبار بالأمر ذالک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وانہٗ لاوقت یجب علی احد استماع القران والانصات لسامعہ من قاریہ الافی ھاتین الحالتین علی اختلاف فی احدھما وھی حالۃ ان یکون خلف امام موتم بہ وقد صح الخبر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما ذکرنا من قولہ اذا قری الامام فأنصتوا فالانصات خلفہ لقرأتہ واجب علیٰ من کان بہ موتما سامعا قرأتہ بعموم ظاھر القران والخبر عن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.

ابوجعفر یعنی امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تمام اقوال میں سے ان لوگوں کا قول درست اور صحت کے اعتبار سے اولیٰ ہے جن کا کہنا ہے کہ امام جب قرأت کر رہا ہو تو اقتداء کرنے والے پر قرآن پاک کا سننا ضروری ہے اور اس کے بعد وہ قول جو خطبہ کے متعلق ہے۔ ہم نے (اولیٰ بالصواب) اس لئے کہا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح سے ثابت ہے بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب امام قرأت کر رہا ہو تو تم خاموش رہو۔

(دوسرا قول اس لئے کہ) تمام لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس پر جمعہ واجب ہے اور وہ خطبۂ امام سن رہا ہو تو اس کے لئے بھی استماع وانصات ضروری (واجب) ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پے در پے اخبار وارد ہوئی ہیں سوائے ان دو حالتوں (نماز اور جمعہ کا خطبہ) کے کسی اور وقت میں قرآن پاک کا استماع وانصات واجب نہیں۔ کہ امام پڑھ رہا ہو اور سامع سن رہا ہو۔ اور ان دو حالتوں میں سے ایک پہ اختلاف ہے اور وہ یہ کہ کوئی امام کی اقتداء میں ہو۔ قرأت خلف الامام کے ترک پر رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث صحیح موجود ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اذا قرا الامام فانصتوا) ہر اس شخص پر جو امام کی اقتداء میں قرآن پاک سن رہا ہے، چپ رہنا واجب ہے (اس کی دو وجوہ ہیں) ایک ظاہر قرآن کا عموم (یعنی یہ حکم عام ہے) اور دوسرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح خبر۔ (تفسیر طبری، ج 6، ص 112)

امام طبری کی تصریح سے اخذ کردہ نکات

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصریح نفیس سے چند امور ثابت ہوئے۔

(1) اولیٰ اور راجح قول یہی ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے۔

(2) قرأت خلف الامام کا ترک صحیح حدیث سے ثابت ہے اور یہ ''اہل حدیث'' کا رد ہے جن کا کہنا ہے کہ اس پر کوئی صحیح حدیث نہیں۔

(3) قرأت خلف الامام کا ترک واجب ہے جبکہ مذہب اہل حدیث'' یہ ہے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ترک (فرض یا واجب) واجب ہو بلکہ ترک فرض وواجب گناہ کبیرہ ہے معلوم ہوا کہ قرأت خلف الامام قرآن مقدس کی اس آیہ کریمہ سے منسوخ ومعطل ہو کر مرجوح ہے لہٰذا قرأت خلف الامام کا ترک واجب ہے۔

(4) قرآن حکیم کا ظاہری عموم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ قرأت خلف الامام منسوخ ہے۔

(5) قرآن کریم کا سننا اس حالت میں واجب ہے کہ وہ امام کے پیچھے اس کی اقتداء میں ہو۔ معلوم ہوا کہ مقتدی کا امام کے پیچھے پڑھنا ممنوع ہے اس سے اہل حدیثوں کے ان اقوال کا بھی رد ہوتا ہے جو مرجوح ہیں اور خارج از صلوۃ پر دلالت کرتے ہیں

باقی رہا خطبۂ جمعہ کے وقت استماع تو یہ بھی ہمارے مذہب کا مؤید ہے کیونکہ خطبہ جمعہ بالاجماع واجب ہے۔ اس میں قرآن حکیم کی قرأۃ سامع پر سننا واجب ہے اور یہی دو حالتیں ہیں جن میں استماع وانصات بوقت قرأت قرآن واجب ہے۔

تفسیر کبیر کا علمی مقام

(5) تفسیر کبیر، امام فخر الدین الرازی علیہ الرحمۃ (متوفی 606)

صاحب کشف الظنون ان کے متعلق لکھتے ہیں۔

قال ابن خلکان جمع فیہ کل غریب وھو کبیر جدا لکنہٗ لم یکملہٗ (کشف الظنون، ج 2، ص 1756)

ابن خلکان کا کہنا ہے کہ امام رازی نے اس تفسیر میں ہر غریب قول نقل کیا ہے اور یہ تفسیر بہت بڑی ہے لیکن انہوں نے اسے مکمل نہیں کیا۔ شیخ نجم الدین احمد بن محمد القمولی متوفی (828) نے اس کا تکملہ تصنیف کیا اور قاضی القضاۃ شہاب الدین بن خلیل الخربی الدمشقی (متوفی (639) نے بھی باقی ماندہ کام سے کچھ سرانجام دیا۔

تفسیر کبیر کی صراحت

تفسیر کبیر کے متعلق آپ نے سماعت فرمایا کہ اس میں غریب اقوال بہت ہیں مگر اس کے باوجود امام رازی اس آیہ کریمہ کے تحت ارشاد فرماتے ہیں۔

وفی الآیة مسائل ومنها لاشک ان قوله (فاستمعوا له وانصتو) امره وظاهر الامر للوجوب فمقتضاه أن یکون الاستماع والسکوت واجبا، وللناس فیه أقوالُ

اس آیہ مبارکہ میں چند مسائل ہیں ایک یہ کہ (فاستمعوا له وانصتوا) اللہ عزوجل کا امر ہے اور امر ظاہر میں وجوب کے لئے ہے پس اس آیہ کریمہ کا مقتضیٰ یہی ہے کہ (قرأت قران کے وقت) استماع اور سکوت واجب ہو اور لوگوں کے اس بارے میں کئی اقوال ہیں۔

(والقول الثالث) ان الآیة نزلت فی ترک الجهر بالقراة وراء الامام قال ابن عباس قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی الصلوة المکتوبة، وقرأ اصحابه وراءهٗ رافعین اصواتهم فخلطوا علیه، فنزلت هذه الآیة وهو قول ابی حنیفة واصحابه.

اس آیہ کریمہ میں تیسرا قول یہ ہے کہ یہ خلف الامام ترک قرأۃ بالجہر کے حق میں نازل ہوئی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرضی نماز میں قرأت قرآن فرمائی اور آپ کے اصحاب نے بھی آپ کے پیچھے بآواز بلند پڑھا، جب کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت میں اختلاط وخلجان واقع ہوا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اور یہ ابوحنیفہ اور ان کے ساتھیوں کا قول ہے۔(تفسیر کبیر، ج:15،ص102)

صاحب تفسیر کبیر نے اس آیہ کریمہ سے استماع وسکوت خلف الامام کو واجب قرار دیا۔ جب آیہ کریمہ کا عموم استماع وسکوت کا مقتضی ہے تو پھر اس کو خاص کرنا

اس کے عموم کے خلاف ہے۔ حاصل معنی یہ کہ نماز خواہ سری ہو یا جہری، استماع وسکوت واجب ہے۔ یہی آیہ کریمہ کے عموم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث کی دلالت ہے اور اس کا جواب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بآواز بلند پڑھ رہا تھا اور یہ آیت نازل ہوئی، تفصیل کے ساتھ باب چہارم میں بیان کیا جائے گا۔ انشاءاللہ

تفسیر بیضاوی کا علمی مقام

(5) تفسیری بیضاوی مسمی بہ انوار التنزیل واسرار التاویل للقاضی الامام العلامۃ ناصر الدین ابی سعید عبداللہ بن عمر البیضاوی الشافعی (متوفی 692)

صاحب کشف الظنون' جلد اول صفحہ 186 پر اس تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں۔

تفسیرهٗ هذا کتاب عظیم الشان غنی عن البیان لخص فیه من الکشاف مایتعلق بالاعراب والمعانی والبیان ومن التفسیر الکبیر مایتعلق بالحکمة والکلام ومن تفسیر الراغب مایتعلق بالاشتقاق وغوامض الحقائق ولطائف الاشارات فکره من الوجوه المعقولة والتصرفات المقبولة.

آپ کی تفسیر (تفسیر بیضاوی) ایک عظیم الشان کتاب ہے جو بیان وتعارف سے مستغنی ہے تفسیر کشاف کی وہ باتیں جو اعراب اور معانی وبیان کے متعلق ہیں صاحب تفسیر بیضاوی نے ان کی تلخیص فرمائی اور تفسیر کبیر سے حکمت وکلام کے متعلق چیزوں کو ملخصا ذکر فرمایا۔ تفسیر امام راغب سے اشتقاقی نکات نیز سربستہ حقائق اور نفیس لطائف نقل فرمائے۔ علامہ بیضاوی نے معقولہ وجوہات کو ناپسند جانا اور اسی طرح مقبولہ وجوہات میں تصرف اچھا نہ سمجھا۔''

اس مشہور زمانہ تفسیر کے بارے میں جاندار تبصرہ سماعت فرمانے کے بعد اب اسی سے ایک قول فیصل آپ کے سامنے پیش کیا جارہا ہے۔

تفسیر بیضاوی کا فیصلہ

فظاهر اللفظ يقتضي وجوبهما حيث يقرأ القران وعامة الفقهاء على استحبابهما خارج الصلوة.

(آیت کے) ظاہر لفظ استماع وانصات کے وجوب کا تقاضا کرتے ہیں۔ جہاں بھی قرآن پاک کی تلاوت کی جائے۔ اور عام فقہا کے نزدیک خارج از نماز قرآن پاک سننا اور چپ رہنا مستحب ہے۔

حضرت امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے عامۃ الفقہاء کا مذہب واضح فرما دیا کہ ظاہر عموم آیت نماز میں استماع (سماعت) وانصات (خاموش رہنا) کے وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔ اور خارج از صلوۃ دونوں چیزیں مستحب ہیں۔ پس نماز میں مقتدی کا خاموش رہ کر قرأت سننا واجب ہے۔

تفسیر بحر محیط کی صراحت

☆ علامہ اثیر الدین ابی عبداللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان الاندلسی الغرناطی الحیانی الشہیر بابن حیان (متوفی 756) اپنی تفسیر ''البحر المحیط'' میں (جلد 4،ص 452) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہی قول نقل کرتے ہیں جو علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا۔ یعنی نماز میں مقتدی کے لئے امام کے پیچھے قرأت ممنوع ہے چونکہ نماز میں استماع وانصات واجب ہے لہٰذا مقتدی سنے اور خاموش رہے۔

☆ تفسیر الجامع لاحکام القران مسمی بہ ''تفسیر قرطبی''
للشیخ الامام ابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی (متوفی 668)

تفسیر قرطبی کی وضاحت

امام قرطبی اپنی تفسیر میں سورۂ فاتحہ کے ماتحت ''باب دوم'' میں سورۂ فاتحہ کے نزول واحکام کے بارے میں لکھتے ہوئے بیس مسائل بیان فرماتے ہیں۔ ان میں

سے ایک یہ بھی ہے

الثامنة: فلا قرأة بفاتحة الكتاب ولا غيرها في المشهور من مذهب مالك، لقول الله تعالى (واذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا) وقول رسول الله صلى الله عليه وسلم (مالي انازع القرآن) وقوله في الامام (اذا قرى فانصتوا) وقولهٗ (من كان له امام فقرأة الامام له قرأة) (جلد اول،ص 84)

آٹھواں مسئلہ: امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھی جائے نہ ہی کچھ اور۔ یہ امام مالک کا مشہور مذہب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (واذا قرئ القرآن ....) یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور خاموش رہو۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے (مالی انازع القرآن) یعنی کیا ہے میرے لئے میں قرآن میں منازعت کئے جا رہا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو اور مزید ارشاد فرمایا کہ جو امام کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہو، تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔ امام قرطبی مالکی المذہب ہیں لیکن اس مسئلہ میں آپ کا جھکاؤ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے اور اس باب میں صاحب قرطبی نے امام صاحب پر تضعیف کا فتویٰ بھی عائد کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دار قطنی کی طرف زیادہ راغب ہیں کیونکہ اس باب میں آپ نے اکثر روایات دار قطنی ہی سے اخذ کی ہیں۔ اور دار قطنی نے بھی حدیث (ماکان لہٗ امام) پر بحث کرتے ہوئے امام الائمہ، سراج الامۃ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر تضعیف کا فتویٰ لگایا ہے شاید صاحب قرطبی نے بھی انہی کی متابعت کی ہے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ثقاہت

بہر حال امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت مجمع علیہ ہے جس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں کیونکہ آپ تابعین میں سے ہیں اور آپ کی روایات اکثر ثلاثیات پر مبنی ہیں لہٰذا ان میں ضعف کا احتمال بہت کم ہے اس پر مفصل بحث باب سوم میں آئے

گی۔ لیکن سب سے عجیب اور پر مسرت بات یہ ہے کہ امام قرطبی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب نقل فرما کر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی تائید وتوثیق فرمادی۔ وہ یہ کہ خواہ سورۂ فاتحہ ہو یا علاوہ ازیں، امام کے پیچھے مطلقاً کچھ بھی نہ پڑھا جائے بحمدہ تعالیٰ یہی مسلک اہل سنت وجماعت کا ہے۔

تفسیر خازن کا بیان

☆ تفسیر خازن للامام العلامۃ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم المعروف ''بالخازن''

صاحب تفسیر خازن فرماتے ہیں۔

ذهب قوم الى انهٔ لايقرأ أسر الامام او جهر يروى ذلك عن جابر واليه ذهب أصحاب الراى حجة من لايرى القرأة خلف الامام ظاهر هذه الآية لان قوله (فاستمعوا له وانصتوا) امرو ظاهر الأمر للوجوب فمقتضاه ان يكون الاستماع والانصات واجبين.

(تفسیر خازن، ج2،ص172)

''ایک جماعت کا کہنا ہے کہ خواہ امام آہستہ پڑھ رہا ہو یا بآواز بلند، اس کے پیچھے کچھ نہ پڑھا جائے اور یہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اسی پر احناف کا عمل ہے خلف الامام نہ پڑھنے کی دلیل اس آیہ کریمہ (فاستمعوا....) کا ظاہر ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے سنو اور خاموش رہو، یہ امر ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے پس اس کا تقاضا ہے کہ استماع وسکوت واجب ہو۔''

کچھ لوگ اس عموم میں تخصیص کرتے ہیں (یعنی ان کا کہنا ہے کہ سورۂ فاتحہ اس سے خارج ہے) کیا سورۂ فاتحہ قرآن نہیں، صاحب تفسیر قرطبی لکھتے ہیں۔

اجمعت الامة على ان سورة الفاتحة من القران

''امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ سورۂ فاتحہ قرآن سے ہے''

معلوم ہوا سورۂ فاتحہ قرآن پاک سے ہے اور آیہ کریمہ (فاستمعوا....) سے قرآن پاک پڑھنے کی مطلقاً نفی ہے لہٰذا امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔

امام زُرقانی کا فیصلہ

امام زرقانی علی الموطا میں فرماتے ہیں اس آیہ کریمہ کے مقابل اگر صدہا آثار صحیحہ کیوں نہ ہوں، منسوخ ومعطل ہو جائیں گی۔

تفسیر مدارک التنزیل کی جامعیت

☆ تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التأویل لامام حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی (المتوفی 701)

صاحب کشف الظنون اس تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں۔

وهو كتاب وسط فى التأويلات، جامع لوجوه الاعراب والقرأات، متضمناً لدقائق علم البديع والاشارات، حاليا باقاويل اهل السنة والجماعة، خاليا عن اباطيل اهل البدع والضلالة، ليس بالطويل الممل ولابالتقصير المخلّ،

یہ کتاب (تفسیر مدارک) تاویلات میں درمیانے درجے کی ہے وجوہ اعراب اور قرأت کے اعتبار سے جامع ہے، علم بدیع واشارات کے حقائق کو شامل ومتضمن ہے۔ اہل سنت وجماعت کے اقوال سے مزین ہے، اہل بدعت اور گمراہ لوگوں کے اباطیل سے خالی، نہ اتنی طویل کہ پڑھنے والے کو اکتا دے اور نہ اتنی مختصر کہ سمجھنے میں خلل انداز ہو۔ (کشف الظنون، ج2،ص1640)

صاحب تفسیر مدارک کی تصریح

تبصرہ کے بعد اب صاحب مدارک کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

ظاهره وجوب الاستماع والانصات وقت قرأة القرآن فى الصلوة وغيرها وجمهور الصحابة رضى الله عنهم على انه

فی استماع الموتم (مدارک علی الخازن، ج2، ص173)

اس آیت (فاستمعوا ....) کا ظاہر نماز میں قرآن پاک پڑھنے کے وقت استماع اور انصات کے وجوب پر دلالت کرتا ہے اور جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ آیہ مقدسہ مقتدی کے استماع قرآن میں نازل ہوئی۔

آپ کہیں گے کہ جمہور صحابہ کا مذہب کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ بعض صحابہ سے اس کے خلاف بھی مروی ہے اس پر مفصل بحث تو باب دوم میں آئے گی۔

للأکثر حکم الکل، اکثر پر کل کا حکم صادق آتا ہے اس کے مطابق جمہور کا اجماع ہی بنتا ہے۔ دوم، اس سے مراد مطلقاً جمہور نہیں بلکہ جن سے اس باب میں روایات منقول ہیں انہیں جمہور کہا گیا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے۔

سید قطب شہید کی صراحت

☆تفسیر ''فی ظلال القرآن'' للسید قطب

سید قطب اپنی تفسیر ''ظلال القران'' میں لکھتے ہیں۔

والذین یرون انها خاصة بقرأة القران فی الصلوة بما رواهٔ ابن جریر حدثنا حمید بن مسعده حدثنا بشربن المفضل حدثنا الجریری عن طلحة بن عبید الله بن کریز قال رایت عبید بن عمیر وعطاء بن رباح یتحدثان والقاص یقص (یعنی والقاری یقرأ) فقلت الاتسمعان الی الذکر وتستوجبان الموعود (یعنی قوله تعالیٰ لعلکم ترحمون) قال فنظرا الی ثم اقبلا علی حدیثهما، قال فأعدت، فنظر الی وأقبلا علی حدیثهما قال فأعدت الثالثة قال فنظرا الی فقالا انما ذالک فی الصلوة (واذا قرئ القران ....لعلکم ترحمون) قال ابن کثیر وهو یروی هذا الخبر و کذا قال سفیان الثوری عن ابی هاشم

اسماعیل ابن کثیر عن مجاهد فی قوله تعالیٰ (واذا قرئ القران ...) قال فی الصلوة و کذا رواهٔ غیر واحد عن مجاهد وقال عبدالرزاق عن الثوری عن لیث عن مجاهد، لابأس اذا قرأ الرجل فی غیر الصلوة ان یتکلم

(تفسیر ظلال القران، ج2 ص1424)

جن لوگوں کے نزدیک قرأت قرآن کے استماع کا حکم صرف نماز کے ساتھ خاص ہے ان کی دلیل وہ روایت ہے جو ابن جریر طبری نے تفسیر طبری میں نقل کی۔ (اس حدیث کا ترجمہ تفسیر طبری کے حوالے سے گزر چکا) ابن کثیر نے بھی یہی روایت نقل کرتے ہوئے اسی چیز کو بیان کیا، اس طرح سفیان ثوری نے ابی ہاشم اسماعیل بن کثیر سے اور انہوں نے مجاہد سے روایت کی، امام مجاہد فرماتے ہیں یہ روایت نماز کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اسی طرح کئی حضرات نے مجاہد سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

عبدالرزاق، ثوری سے اور ثوری، لیث سے جبکہ لیث نے امام مجاہد سے قول نقل کیا کہ آدمی غیر نماز میں قرآن پڑھ رہا ہو تو کلام کرنے میں حرج نہیں۔

سید قطب کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ ابن جریر طبری نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔ جس کے مطابق قرأت خلف الامام ممنوع ہے۔ کیونکہ سید قطب کے نزدیک جن لوگوں کا یہ قول ہے کہ اللہ عزوجل کا یہ فرمان (واذا قرئ القران) صرف نماز فرض کے لئے ہی نازل ہوا ہے انہوں نے ابن جریر کی روایت بطور استشہاد پیش کی ہے اور سید قطب نے بھی تحریر کیا کہ امام مجاہد سے کئی علماء نے اس حدیث کو روایت کیا۔ بکثرت روایت علماء اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ آخر میں سید قطب نے عبدالرزاق کے حوالے سے امام مجاہد کا قول نقل کیا کہ اگر آدمی خارج از صلوٰۃ قرآن پڑھ رہا ہو تو سننا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔

لابأس به ان یتکلم

تفسیر درمنثور اور اذا قرئ القرآن کا شانِ نزول

جیسا کہ علامہ بیضاوی نے فرمایا، فقہا کے نزدیک نماز سے باہر قرآن کا سننا مستحب ہے

☆تفسیر درمنثور للعلامۃ الشیخ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی (متوفی 911)

(14)أخرج ابن جریر وابن المنذر عن ابن عباس (واذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا) یعنی فی الصلوة المفروضة.

ابن عباس سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ آیہ مقدسہ فرض نماز کے بارے میں نازل ہوء۔

(15)وأخرج ابن مردویه به عن ابن عباس قال صلی النبی صلی الله علیه وسلم فقرأ خلفه قوم فنزلت (واذا قرئ القران....)

ابن عباس سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی، کچھ لوگوں نے آپ کے پیچھے قرأت کی تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ ''جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنا کرو اور چپ رہا کرو''

(16)وأخرج سعید بن منصور وابن ابی حاتم عن محمد بن کعب القرظی قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قرأ فی الصلوة أجابه من وراءهٔ اذا قال بسم الله الرحمن الرحیم قالوا مثل ذالک حتی تنقضی فاتحة الکتاب والسورة فلبث ماشاء الله ان یلبث ثم نزلت (واذا قرئ القرآن ....) فقرأ وأنصتوا.

محمد بن کعب قرظی سے مروی ہے فرمایا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرأت فرماتے تو آپ کے پیچھے پڑھنے والے اس کا جواب دیتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تو اقتداء کرنے والے بھی یہی پڑھتے اور اس کے بعد

جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت فرماتے مقتدی بھی پڑھتے جاتے۔ جب تک خدا تعالیٰ کی منشاء تھی یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ یہ آیت (فاستمعوا له وانصتوا) نازل ہوئی پس اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرأت فرماتے اور باقی لوگ خاموش رہتے۔

(17)أخرج عبد بن حمید وابن ابی حاتم والبیهقی فی سننه عن مجاهد قال قرأ رجل من الانصار خلف النبی صلی الله علیه وسلم فی الصلوة فأنزلت هذه الآیة.

مجاہد سے مروی ہے کہ انصار میں ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کی تو یہ آیہ مقدسہ نازل ہوئی۔

(18)وأخرج ابن ابی شیبة وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویه عن عبدالله بن مغفل انهٔ سئل ....الیٰ آخر الحدیث.

یہ حدیث مبارک امام طبری کے حوالے سے پہلے گزر چکی ہے۔

(19)اخرج ابن ابی شیبة والطبرانی فی الاوسط وابن مردویه عن ابی وائل عن ابن مسعود انه قال أنصت للقران کما أمرت فان فی الصلوة شغلا وسیکفیک ذاک الامام.

عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں قرآن کے لئے خاموشی اختیار کر جیسا کہ تجھے حکم دیا گیا ہے کیونکہ اس سے نماز میں خلل واقع ہوتا ہے تیرے لئے امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔

(20)وأخرج عبد بن حمید وابو الشیخ عن ابی العالیة ان النبی صلی الله علیه وسلم کان اذا صلی بأصحابه فقرأ فقرأ اصحابه خلفه فنزلت هذه الآیة فسکت القوم وقرأ النبی صلی الله علیه وسلم

ابوالعالیہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے اصحاب رضی اللہ عنہ

کے ہمراہ نماز ادا فرماتے تو قرأت فرماتے اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہ بھی آپ صلی اللہ علہ وسلم کے پیچھے پڑھتے جاتے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے خاموشی اختیار کرلی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت فرمائی۔

(21)أخرج عبدالرزاق وعبد بن حمید ابن جریر عن مجاهد قال وجب الانصات فی اثنتین فی الصلوٰة والامام یقرأ ویوم الجمعة والامام یخطب.

امام مجاہد فرماتے ہیں خاموش رہنا دو جگہ واجب ہے۔ اول نماز میں جب امام قرأت کررہا ہو اور دوم، جمعہ کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو۔

(22)اخرج ابوالشیخ عن ابن جریح قال قلت لعطاء ما أوجب الانصات یوم الجمعة قال قوله تعالیٰ واذا قرئ القران فاستمعواله وانصتوا قال ذاک زعموا فی الصلوة فی الجمعة قلت والانصات یوم الجمعة کالانصات فی القراة سواء قال نعم.

ابن جریج فرماتے ہیں میں نے امام عطاء سے کہا، جمعہ کے دن کون سی چیز خاموشی کو واجب کرتی ہے: فرمایا اللہ عزوجل کا قول (واذا قرئ القران....) فرمایا یہ تو نماز اور جمعہ میں لوگ گمان کرتے ہیں ابن جریج فرماتے ہیں میں نے کہا، جمعہ کے دن خاموشی، قرأت میں خاموشی کی مثل ہے؟ امام عطاء نے فرمایا، ہاں۔

(23)وأخرج ابن جریر وابو الشیخ عن ابن زید فی قوله (واذا قرئ القران ....) قال هذا اذا اقام الامام الصلوة فاستمعواله وأنصتوا.

ابن زید اس قول کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں یہ امر اس وقت ہے جب امام نماز قائم کرلے تو امام کی قرأت سنو اور خاموش رہو۔

(24)اخرج البیهقی فی القرأة عن عطاء قال سئلت عن ابن

عباس عن قوله واذا قرئ القران فاستمعوا لهٗ وانصتوا لعلکم ترحمون. هذا لکل قارئ قال لا ولکن فی الصلوة.

عطاء فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیہ کریمہ (اذا قرئ القران ....) کے متعلق سوال کیا کہ آیا ہر قاری پر یہ حکم لاگو ہوتا ہے فرمایا، نہیں! یہ حکم صرف نماز میں ہے۔ (درمنثور، جلد 3، ص155)

تفسیر درمنثور کی تحقیق سے ثابت ہوا کہ جملہ اہل اسلام واکثر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آئمہ عظام کا مذہب اس آیہ کریمہ کے متعلق یہی ہے کہ یہ آیت نماز میں قرأت کے بارے میں نازل ہوئی۔ نماز سے باہر قرأت سننا اور خاموش رہنا واجب نہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ امام سیوطی نے باوجود شافعی المذہب ہونے کے اس آیہ کریمہ کے ماتحت جتنی احادیث مبارکہ تخریج کی ہیں سب کی سب مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مؤید ہیں۔ معلوم ہوا امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کا وہی مذہب ہے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اگر آپ بالتفصیل تفسیر درمنثور کا مطالعہ فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ اول سے آخر تک، اس موضوع پر، تقریباً تمام احادیث (چند احادیث واقوال کے علاوہ) اس قول کی تائید میں ہیں جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

''اہل حدیث'' کا یہ کہنا کہ اس آیہ کریمہ سے مراد اس وقت خاموش رہنا ہے جب قرآن بطور وعظ ونصیحت پڑھا جائے۔ محض دھوکہ ہے۔ ذرا طلحہ بن عبید اللہ ابن کریز کی حدیث پڑھو جس کو امام طبری نے اور سید قطب نے نقل فرمایا۔ حق اور صحیح فیصلہ یہی ہے کہ یہ آیہ کریمہ نماز میں قرأت کے بارے نازل ہوئی۔

تفسیر روح المعانی کا فیصلہ

☆ تفسیر روح المعانی' مفتی بغداد العلامۃ ابی الفضل شہاب الدین السید محمود آلوسی البغدادی (المتوفی 1270)

صاحب تفسیر فرماتے ہیں۔

والآية دليل لابی حنيفة رضی الله عنه فی ان المأموم لايقرأ فی سرية ولاجهرية لانها تقتضی وجوب الاستماع عند قرأة القران فی الصلوٰة وغيرها وقد قام الدليل فی غيرها علیٰ جواز الاستماع وتركه فبقی فيها علی حاله فی الإنصات للجهر وكذا فی الإخفاء لعلمنا بانه يقرأ ويويد ذالك اخبار جمة.

یہ آیہ کریمہ امام الآئمہ، سراج الامۃ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دلیل ہے کہ مقتدی سری اور جہری کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے، اس لئے کہ یہ آیہ کریمہ نماز میں اور غیر نماز میں اس کے استماع اور ترک کے جواز پر دلیل ہے (جیسا کہ علامہ بیضاوی اور سید قطب اور عبدالرزاق کے حوالے سے گزر چکا) باقی رہا نماز میں، تو جہری نماز میں خاموش رہنا تو واجب ہے اور وجوب ثابت ہے جبکہ سری نماز (جس میں آہستہ قرأت کی جاتی ہے) میں بھی سکوت ضروری ہے کیونکہ ہمیں امام کی قرأت کا حال معلوم ہے کہ وہ تلاوت کر رہا ہے۔ اس بات کی تائید میں کثیر روایات ہیں۔

صاحب روح المعانی حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں

وهذا الحديث اذا صح وجب أن يخص عموم قوله تعالىٰ (فاقرؤا ماتيسر) وقوله صلى الله عليه وسلم (لاصلوة الا بقرأة) لان ذلك العموم قد خص منه البعض وهو المدرك فی الركوع اجماعا فجاء التخصيص بعده بالمقتدی بالحديث المذكور.

یہ حدیث مبارک یعنی (من كان له امام فقرأته له قرأة) جب صحیح ہے تو واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول (فاقروا ماتیسر) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے فرمان (لاصلوٰۃ الا بقرأۃ) کے عموم میں سے تخصیص کی جائے۔ کیونکہ اس عام کے بعض افراد خاص ہیں (عام خص منہ البعض) اور وہ فرد ہے رکوع پالینے والا۔ اور بالاجماع ثابت ہے۔ لہٰذا مطلب یہ نکلا کہ مذکورہ بالا حدیث سے مقتدی کو مخصوص کرلیا گیا۔ اور عبارت یوں ہوگئی۔

"لاصلوة الابفاتحة الكتاب الاالمقتدی"

بغیر فاتحہ کے نماز کامل نہیں مگر مقتدی کے لئے

وضاحت:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب قرآن پاک بھی قرأت ضروری قرار دے رہا ہے (جس قدر آسانی سے ہو سکے) اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم (فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی) بھی سورۂ فاتحہ کو ضروری قرار دے رہا ہے تو قرآن وسنت کے اس عام حکم سے ہم نے مقتدی کو خاص کرلیا۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ ہر ایک کے لئے سورۂ فاتحہ ضروری ہے مگر مقتدی کے لئے نہیں کیونکہ فرمان سول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔

"جس کا امام ہو، تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے"

کے ساتھ سورۂ کے پڑھنے کے عام حکم کو اس فرمان سے خاص کر دیا اور وہ تخصیص مقتدی کے حق میں ہے۔ کیونکہ اگر اس کے لئے بھی ضروری ہوتی تو رکوع میں شامل ہونے والے کی رکعت مکمل نہ سمجھی جاتی حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ جس نے رکوع پالیا اس نے رکعت پالی۔ پس تخصیص ہوگئی۔

تفسیر کشاف کی تائید

☆ تفسیر کشاف للامام جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری (متوفی 528)
صاحب تفسیر لکھتے ہیں۔

ظاهره وجوب الاستماع والانصات وقت قراة القرآن فی صلوة وغيرها ثم صارسنة فی غير الصلوة ان ينصت القوم اذا

كانوا فى مجلس يقرأ فيه القران (جلد،2،ص192)

ظاہری طور پر قرأت قرآن پاک کے وقت استماع وانصات واجب قرار پایا خواہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں۔ پھر یہ حکم نماز کے علاوہ میں سنت ٹھہرا (اور نماز میں واجب) یعنی کسی مجلس میں قرآن پاک پڑھا جارہا ہو تو لوگوں کو خاموش رہنا سنت ہے۔

تفسیراتِ احمدیہ کے اقتباس

☆ تفسیرات احمدیہ لأحمد المدعو بملاں جیون ابن ابی سعید بن عبداللہ بن عبدالرزاق بن خاصۂ خدا الحنفی المالکی رحمۃ اللہ علیہ۔

فرماتے ہیں میں نے آیات شرعیہ کی تسوید شروع کی تو اس وقت میری عمر 10 سال تھی۔ اور 1064ء تھا۔ جب میں اس سے فارغ ہوا تو میری عمر 21 سال تھی اور جب تصحیح پر نظر ثانی کی تو اس وقت میری عمر 27 سال تھی اس اعتبار سے آپ کی وفات 1200ء سے اوپر ہے۔

آپ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

واستدل بها بعض الحنفية فى ان ترك القراة للمؤتم فرض وذالك لأن الله تعالىٰ أمر باستماع القران ولإنصات عند قرأة القران مطلقاً سواء كان فى الصلوة اوفى غيرها لكن لما كان عامة العُلماء غير قائلين بوجوب الاستماع خارج الصلوة بل باستحبابه وكان الاية ردا على رجل من الانصار يقرأ خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم كما فى الحسينى وكان جمهور الصحابة على أن الاية فى استماع المؤتم خاصة وقيل فى الخطبة ولأصح انه فيهما جميعا على مافى المدارك ثبت أن القران واجب الاستماع وكمال ذالك لايكون الابالسكوت لابالقرأة الخفية لانه لما أوجب

الإنصات للاستماع فى الصلوة أوجبه بكماله.

(تفسیرات احمدیہ، ص301، مطبوعہ حسنی)

بعض حنفیہ نے اس آیت سے یہ دلیل اخذ کی ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کا قرأت نہ کرنا فرض ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے بوقت قرأت قرآن مطلقاً خواہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں، استماع اور انصات کا حکم دیا ہے لیکن جب عامۃ العلماء، خارج از صلوۃ استماع کے وجوب کے قائل نہیں تھے بلکہ اسے مستحب جانتے تو خارج از صلوۃ استماع مستحب ٹھہرا۔ یہ آیت کریمہ انصار کے اس شخص کی تردید میں نازل ہوئی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کرتا تھا۔ (کمافی الحسینی) اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ حکم مقتدی کے استماع کے ساتھ خاص ہے رہی جمعہ کے خطبہ کی بات تو صحیح ترین رائے یہی ہے کہ دونوں میں خاموشی ضروری ہے جیسا کہ مدارک میں ہے ثابت ہوا کہ قرآن مقدس کا سننا واجب ہے اور کمال استماع کی صرف یہی صورت ہے کہ مکمل خاموشی اختیار کی جائے اور آہستہ بھی قرأت نہ کی جائے۔ اور سری نمازوں میں بھی قرأت نہ کرنے کا حکم ہے اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے خاموش رہنا استماع کے لئے نماز میں واجب فرمایا تو اس کو بکمال واجب فرمایا۔

یعنی تمام نمازوں میں خواہ جہری ہو یا سری، سننے کے لئے مکمل خاموشی ضروری ہے۔

تفسیر حسینی کا حُسن بیان

☆ تفسیر حسینی لحسین ابن علی الکاشفی الواعظ (متوفی فی حدود 900ء)

صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں۔

وهو تفسير فارسىّ متد اول فى مجلد سماه بالمواهب العليه كما ذكرة ولده فى بعض كتبه (جلداول، ص446)

یہ فارسی زبان میں تفسیر قرآن ہے ایک جلد میں متداول کتاب ہے اس تفسیر کا نام

حسین بن علی کاشفی نے ''المواھب العلیة'' رکھا جیسا کہ آپ کے بیٹے نے اپنی بعض کتب میں اسی کا ذکر کیا۔

صاحب تفسیر حسینی رقم فرماتے ہیں۔

(واذا قرئ القران) وچوں خوانده شد قران در نماز (فاستمعوا له) پس بشنوید مرآنرا (وانصتوا) وخاموش باشید وبا امام تلاوت میکند (لعلکم ترحمون) شاید کہ رحمت کرده شوید، ظاہر لفظ مقتضی وجوب استماع قرأت قرآن است ہرجا کہ خوانند اما عامہ علماء برآنند کہ در خارج صلوۃ مستحب است وگفتہ اند مراد انصات است برائے خطبۂ امام در روز جمعہ وخطبہ مشتمل مے باشد برآیتی از قران۔

(تفسیر حسینی، ص 227)

(واذا قرئ القران) یعنی جب نماز میں قرآن پڑھا جائے (فاستمعوا له) پس اسے سنو (وانصتوا) اور خاموش رہو اور امام کے ساتھ تلاوت نہ کرو (لعلکم ترحمون) شاید کہ تم پر رحمت کی جائے۔ ظاہر لفظ قرآن حکیم کی تلاوت کے وقت وجوب استماع کا مقتضی ہے جہاں بھی قرآن پڑھا جائے ــــ لیکن عام علماء اس بات پر ہیں کہ نماز سے باہر قرآن کا سننا مستحب ہے اور بعض کہتے ہیں خاموش رہنے سے مراد، جمعہ کے دن خطبہ جمعہ کے وقت خاموش رہنا ہے کیونکہ خطبہ آیات قرآنی پر مشتمل ہوتا ہے۔

☆ تفسیر تنویر المقباس فی تفسیر ابن عباس لابی طاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی الشافعی (متوفی 817ء) یہ تفسیر، تفسیر درمنثور للسیوطی کے حاشیہ پر ہے۔

فرماتے ہیں۔

(واذا قرئ القران) فی الصلوة المکتوبه، (فاستمعوا له) الی قرأته (وانصتوا) لقرأته (لعلکم ترحمون) لکی ترحمو افلا تعذبوا (درمنثور، ج 1، جز دوم، ص 150)

جب قرآن کی تلاوت کی جائے یعنی فرض نماز میں، پس اس کو سنو یعنی اس کی

طرف کان لگاؤ اور خاموش رہو یعنی اس قرآن کے پڑھے جانے کے وقت تاکہ تم پر رحم کیا جائے اور تم عذاب سے بچ جاؤ۔

قارئین کرام:

آئمہ مفسرین کی معتمد و مستند تفاسیر سے جو اقوال پیش کئے گئے، آپ کے سامنے ہیں۔ میں نے کوشش کی ہے کہ اصل کتاب زیرنظر رہے تاکہ ان کی عبارات پورے اعتماد وثوق کے ساتھ پیش کی جاسکیں اور ان مفسرین کا نکتہ نظر واضح ہوجائے۔ جنہوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت قرآن میں صرف کیا۔ تمام مفسرین کا مذہب یہی ہے کہ قرأت خلف الامام جائز نہیں۔ مقتدیوں کے لئے لازم ہے کہ وہ سری اور جہری دونوں نمازوں میں خاموش رہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ ان میں سے اکثر مفسرین کا تعلق فقہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے لیکن اس کے باوجود وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید کرتے نظر آتے ہیں۔ اور اپنے امام کے قول سے رجوع کرتے ہیں۔ انہوں نے دیانت وامانت کا دامن نہیں چھوڑا بلکہ جو تفسیر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہ اور تابعین رحمۃ اللہ علیہ جس پر عمل پیرا رہے ہیں' آئمہ مفسرین نے من وعن نقل فرما دیا۔ اہل حدیث گروہ کے لئے مقام عبرت ہے کہ اتنے زیادہ مفسرین کے عقیدہ کے خلاف عمل کرکے اپنے ہٹ دھرم اور ضدی ہونے کا ثبوت دے رہے ہیں اگر بنظر تحقیق دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک اکثر اہل علم نے اس پر عمل کیا ہے نیز معلوم ہوا کہ مذہب ابوحنیفہ کتاب وسنت کے موافق ومطابق ہے اسی لئے مشرق ومغرب اور شمال وجنوب اکثر لوگ فقۂ حنفی پر عمل کررہے ہیں۔ اکثر کا عملی اجماع امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے حق وباصواب ہونے کے لئے دلیل کافی ووافی ہے۔

اپنے آپ کو عامل حدیث کہنے والو! مذہبی انتشار پیدا کرکے شیرازہ اُمت کو تار تار نہ کرو۔ خود ساختہ مذہب کی آڑ میں آئمہ مجتہدین، بالخصوص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ

علیہ کی تنقیص سے باز آ جاؤ۔ آخر نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اکثرین کے خلاف ہو کر تمہیں کیا حاصل ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے ''میری امت کبھی گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی۔''

قرأت خلف الامام کے ترک پر اکثریت کا اجماع ہے پس اگر اکثر کے خلاف کرتے ہو تو نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو (نعوذ باللہ) جھٹلاتے ہو۔ اگر یہ عمل بدعت و گمراہی ہوتا تو اکابرین امت کبھی اس پر جمع نہ ہوتے۔ معلوم ہوا کہ ترک قرأت ہی مطابق سنت وکتاب ہے۔ خدائے عزوجل شعور عطا فرمائے۔ آمین

باب دوم

وہ احادیث مبارکہ جن سے ''امام کے پیچھے قرأت نہ کرنا'' ثابت ہے

قارئین محترم! اس باب میں آئمہ محدثین سے وہ احادیث نقل کی جارہی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنا مطلقاً ممنوع ہے احادیث درج کرنے سے قبل عرض ہے کہ اکثر کتب زیر نظر رہی ہیں کچھ اصل کتابیں جو میرے پاس موجود نہیں ان کو دوسرے علماء کی کتاب سے نقل کیا ہے اور حوالہ جات کے لئے میں نے موسوعہ اطراف النبوی'' لسعید بن زغلول کی طرف رجوع کیا ہے (واللہ یھدی ی سبیل الرشاد)

ریث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی علمی تحقیق

(25) حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

من کان له امام فقرأة الامام له قرأة

اس حدیث کو جن محدثین کرام نے تخریج فرمایا ان کے اسمائے گرامی اور کتب ہ حوالہ تحریر کئے جاتے ہیں۔

نام کتاب	مصنف	تفصیل
(1) مسند احمد	امام احمد بن حنبل	جلد سوم، ص339
(2) مسند امام اعظم	امام ابوحنیفہ	ص61، مطبوعہ اصح المطابع، لکھنؤ
(3) موطا امام محمد	محمد بن حسن شیبانی	ص97، مطبوعہ یوسفی
(4) جامع المسانید	ابوالمؤید خوارزمی	جلد1، ص331
(5) درمنثور	علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ	3٪، ص156 'دارالفکر۔ بیروت
(6) مصنف ابن ابی شیبہ	ابوبکر بن ابی شیبہ	جلد1، ص377
(7) الکامل فی الضعفاء	ابن عدی	جلد1، حدیث نمبر 316 'دارالفکر' بیروت
(8) السنن الکبری	امام بیہقی	جلد 2، ص161-160۔ بیروت
(9) مجمع الزوائد	امام بیہقی	جلد2، ص111
(10) سنن دار قطنی	علی بن عمر	جلد1، ص326,333
(11) شرح معانی الاثار	امام طحاوی	جلد1، ص217
(12) مصنف عبدالرزاق	عبدالرزاق ابن ھمام	جلد2، ص136 المکتب الاسلامی
(13) نصب الرایہ	امام زیلعی	جلد2، ص10,6 'المکتبہ الاسلامیہ
(14) کنز العمال	امام ہندی	حدیث نمبر19683 'التراث الاسلامی
(15) سنن ابن ماجہ	ابوعبداللہ محمد بن ابن ماجہ	حدیث نمبر 850
(16) تلخیص الحبیر	ابن حجر	جلد1، ص232
(17) ارواء الغلیل	البانی	جلد2، ص273,268 'المکتب الاسلامی
(18) العلل المتناہیۃ	ابن ابی حاتم رازی	ص 287 - مکتبہ سلفیہ
(19) تذکرۃ الموضوعات	ابن قیرانی	حدیث نمبر 870
(20) تاریخ بغداد	خطیب بغدادی	جلد1، ص 337، جلد10، ص340
(21) الاطراف	المزی	جلد2، ص291 - مکتب اسلامی

ان تمام علمائے ربانیین نے اپنی اپنی کتب کے اندر اس حدیث مبارک کی تخریج فرمائی ''وما لہ وما علیہ'' کے متعلق کافی جرح فرمائی۔ کسی نے اس حدیث کو امام صاحب

سے مرسل لکھا اور کسی نے کہا فقط امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا اور کسی محدث نے اس کو مرفوعاً روایت نہیں کیا۔ اور کسی نے امام صاحب کو ضعیف کہا۔

لطیفہ عجیبہ:

بندۂ ناچیز کی تحقیق یہ ہے کہ جو احادیث امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں خواہ وہ صحیح ''علی شرط الشیخین '' ہیں یا علی شرط مسلم'' اکثر آئمہ محدثین نے ان کو کسی نہ کسی طرح ''معلول'' بنانے کی سعی لاحاصل کی ہے۔ جنہوں نے امام صاحب سے روایت کیا وہ بھی ان کے عتاب جرح سے محفوظ نہ رہ سکے۔ خواہ وہ کتنے ہی باوثوق کیوں نہ ہوں جیسا کہ آئندہ مذکورہ احادیث کی سند سے آپ خود اندازہ فرما سکیں گے۔ یہ میری اپنی رائے ہے حتمی فیصلہ نہیں اور نہ ہی اس قابل ہوں کہ فیصلہ دے سکوں۔ میری تحقیق کا ثبوت حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول ہے۔ علامہ محمد حسن سنبھلی حنفی ''تنسیق النظام فی مسند الامام'' میں لکھتے ہیں۔

علامہ محمد حسن سنبھلی کی علمی تحقیق

قلت (ومن العجب فی الغایة عن الحافظ ان امامنا عنده من الثقات الآئمة کما یشهد به تصانیفه فی الرجال ....الی آخره)

حافظ ابن حجر عسقلانی سے نہایت تعجب ہے کہ ان کے نزدیک ہمارے امام صاحب (ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) آئمہ ثقات میں سے ہونے کے باوجود، جیسا کہ انہوں نے کتب اسمائے رجال میں ظاہر کیا' انہوں نے (ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے) تخریج احادیث زیلعی میں فرمایا۔

(أن الحدث مشهور من حدیث جابر ولهٔ طرق عن جماعة من الصحابة کلها معلولة (انتهی). وهکذا اعله فی تخریجه

علی الھدایۃ)

حدیث مشہور جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کے تمام طرق، جو ایک جماعت صحابہ سے مروی ہیں، معلول ہیں اور یہی بات ہدایہ کی احادیث کی تخریج کرتے ہوئے کہی۔

اس کے باوجود حافظ ابن حجر عسقلانی، ضعف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے درپے نہیں ہوئے اور تدبر وتفکر کے ساتھ اس حدیث کے طرق میں عمل بھی نہیں کیا

خود امام حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "الھدی الساری" مقدمہ فتح الباری میں فرمایا

من ثمه لم يقبل جرح الجارحين فى الامام ابى حنيفه حيث جرح بعضهم بكثرة القياس وبعضهم بقلة معرفة العربية وبعضهم بقلة رواية الحديث فان هذا كله جرح مالا يخرج به الراوى.

اس جگہ امام ابوحنیفہ کے بارے میں کسی جارح کی جرح قبول نہ کی جائے۔ بعض نے کثرت قیاس سے جرح کی، بعض نے قلت معرفت عربی اور بعض نے قلت روایت حدیث کے ساتھ جرح کی۔ ان تمام چیزوں کے ساتھ راوی پر جرح نہیں کی جاسکتی۔

یہی حافظ ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح بخاری (جلد 2، ص 242) پر لکھتے ہیں۔

من صلى خلف امام فقرأة الامام له قرأة لكنه حديث ضعيف عند الحفاظ وقد استوعب طرقه وعللة الدار القطنى وغيره.

حدیث جابر بن عبداللہ (من صلى خلف الامام .... آخره) عند الحفاظ ضعیف ہے حفاظ نے اس حدیث کے تمام طرق بھی نقل کئے، دار قطنی اور دیگر نے اس حدیث کو "معلول" کہا۔ اور دار قطنی نے امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا ہے۔

معلوم ہوا حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ضعف امام ابوحنیفہ کو قبول کرلیا ہے کیونکہ آپ نے اس حدیث کے ضعیف ہونے پر دار قطنی کا قول پیش کیا ہے۔ اور دار قطنی

نے امام صاحب کو ضعیف کہا۔ لہٰذا ابن حجر کے نزدیک اس حدیث کا ضعیف ہونا بوجہ ضعف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی ہے۔ اس ساری تصریح کا اصل مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ باوجود امام صاحب کو ثقہ وعادل تسلیم کرنے کے آپ کی روایت کو معلول قرار دیتے ہیں۔ اسی بناء پر بندۂ ناچیز نے عرض کیا تھا۔ کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث کو کسی نہ کسی طرح معلول بنانے کی سعی لاحاصل کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حسد وتعصب سے بالاتر ہوکر آپ کی احادیث کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

روایت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعدد طرق

اب اصل کی طرف آتے ہوئے عرض ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث جسے انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، متعدد طرق سے مروی ہے۔ جیسا کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے خود تسلیم کیا ہے۔ یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ اب میں اس حدیث کے جملہ طرق پیش کرتا ہوں اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی جن سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ مروی ہے۔ یاد رہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ یہ حدیث ایک بار فقط حکم پر مقصور ہے یعنی امام کے پیچھے نہیں پڑھنا چاہئے۔ اور ایک بار حکم کے ساتھ ساتھ قصہ بھی بیان فرمایا یعنی مقتدی کا امام کے پیچھے نہ پڑھنے کی اصل وجہ کیا ہے۔ آئیے اب حدیث مبارک سماعت فرمائیں۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ کی موسیٰ بن ابی عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت

(1) ابو حنيفة عن موسىٰ بن ابى عائشة عن عبدالله بن شداد بن الهادى عن جابر بن عبدالله الانصارى رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من كان له امام فقرأة الامام له قرأة (جامع المسانيد، لابی المؤید محمود خوارزمی)

حضرت امام ابو حنیفہ، موسیٰ بن ابی عائشہ سے اور وہ عبداللہ بن شداد بن ھاد سے، وہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کا امام ہو (یعنی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو) پس امام کا پڑھنا، مقتدی کا پڑھنا ہے،

راویانِ حدیث کی ثقاہت

اب ذرا اس حدیث کی سند ملاحظہ فرمائیں۔

(1) امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، وقت کے امام ہیں جن کی ثقاہت مسلمہ ہے۔

(2) ابو الحسن موسیٰ بن عائشہ مخزومی، صمدانی، کوفی، اکابر تابعین میں سے ہیں "تقریب" میں ہے۔ ثقة، عابد

"تہذیب التہذیب" میں ہے علی بن مدینی فرماتے ہیں میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا، فرماتے تھے سفیان ثوری —— موسیٰ بن ابی عائشہ کی تعریف کرتے تھے۔

حمیدی فرماتے ہیں موسیٰ بن ابی عائشہ "ثقات" میں سے ہیں۔

اسحاق بن منصور، ابن معین سے نقل فرماتے ہیں کہ وہ "ثقہ" تھے ابن حبان نے بھی انہیں "ثقات" میں سے کہا۔ اور یعقوب بن سفیان کوفی کہتے ہیں "ثقہ"

تاریخ کبیر، امام بخاری میں ہے۔ یحییٰ بن قطان فرماتے ہیں سفیان ثوری، موسیٰ بن ابی عائشہ کی تعریف کرتے تھے۔

(3) عبداللہ بن شداد —— وہ ابوالولید لیثی مدنی عبداللہ بن شداد ہیں۔

عجلی اور خطیب کہتے ہیں عبداللہ بن شداد کبار تابعین اور انکے ثقات میں سے ہیں۔

ابو زرعہ، نسائی، ابن سعد کہتے ہیں "ثقة"، یعنی ثقہ ہیں۔

ابن سلام کہتے ہیں عبداللہ بن شداد عثمانی ہے اور حدیث میں نہایت ثقہ ہے۔

واقدی کہتے ہیں "ثقہ" تھے۔ (تہذیب التہذیب، متوفی 82-81)

اس حدیث مبارک کی سند کے صحت وسقم جاننے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ حدیث

علی شرط شیخین "صحیح" ہے اب اس پر جرح وتنقید فقط امام ہمام رضی اللہ عنہ کے خلاف حسد وتعصب کے سوا کچھ اور چیز نہیں۔

علامہ ابو المؤید محمود خوارزمی فرماتے ہیں ابو محمد بخاری نے یہ حدیث ایک جماعت سے نقل کی ہے۔

(i) عمر بن محمد العنقزی (ii) جعفر بن عون (iii) خارجہ بن مصعب

(iv) خالد بن سلمان (v) خلف بن یاسین الزیات (vi) عبداللہ بن زبیر

یعنی یہ تمام محدثین "حدثنا عن ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ" کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ بن ابی عائشہ رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت

(26) ابو حنيفه عن موسى بن ابى عائشه عن عبدالله بن شداد الهاد عن جابر بن عبد الله رضى الله عنه أن رجلا قرأ خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الظهر أو العصر وأومى اليه رجل فنهاه فلما انصرف قال أتنهانى أن أقرأ خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فتذاكر ذلك حتى سمع النبى صلى الله عليه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى خلف الامام فقرأة الامام له قرأة (جامع المسانيد)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ظہر یا عصر میں ایک شخص نے قرأت کی تو دوسرے نے اسے اشارہ کرتے ہوئے پڑھنے سے روکا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو قرأت کرنے والے نے منع کرنے والے سے کہا کہ تو مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے سے روکتا ہے؟ اس بات پر دونوں میں تکرار ہوگئی یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سن لیا۔ اور فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے، تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے قرأت مطلقا ممنوع ہے خواہ نماز جہری

ہو یا سری۔

أخرجه الحافظ طلحة بن محمد فی مسنده عن صالح بن أبی مقاتل عن ابراهيم بن عثمان البلغی عن مکی بن ابراهيم عن ابی حنيفه (مثله)

موسیٰ بن ابی عائشہ رضی اللہ عنہ سے تیسری روایت

(27)ابو حنيفه عن موسیٰ ابن ابی عائشه عن عبدالله بن شداد بن الهاد عن جابرٍ بن عبدالله رضی الله عنه قال صلی رسول الله صلی الله عليه وسلم بالناس فقرأ رجل خلفه فلما قضی الصلوة قال ايكم قرأخلفی ثلاث مرات فقال رجل انا يارسول الله صلی الله عليه وسلم فقال من صلی خلف الامام فان قرأة الامام قرأة لهٗ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی ایک شخص نے آپ کے پیچھے قرأت کی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کرلی تو فرمایا تم میں سے کس نے میرے پیچھے قرأت کی (آپ نے یہ الفاظ تین مرتبہ دہرائے) ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے قرأت کی ہے تو آپ جناب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے، تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

أخرجهٗ ابو محمد البخاری عن قبيصة بن الفضل الطبری عن أحمد بن علی بن موسیٰ الطرطوسی عن عبيدالله بن حميد عن ابی حنيفه رضی الله عنه.

تیسری روایت

(28)ابو حنيفه عن ابی الحسن موسیٰ ابن ابی عائشه عن ابی

الوليد عبدالله بن شداد عن جابر بن عبدالله رضی الله عنه. قال انصرف النبی صلی الله عليه وسلم من صلوة الظهرأو العصر فقال من قرأ منكم سبح اسم ربك الاعلیٰ فسكت القوم حتی سأل عن ذالك مرارا فقال رجل من القوم أنا يارسول الله صلی الله عليه وسلم فقال لقد رأيتك تنازعنی أو تخالجنی القرآن. (جامع المسانيد)

ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں

(من صلی خلف الامام ___ الی آخر الحديث السابق)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر یا عصر پڑھ کر فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا تم میں سے کس آدمی نے (سبح اسم ربک الاعلیٰ) کی تلاوت کی ہے۔لوگ خاموش رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا تو ایک شخص کہنے لگا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے پڑھا ہے، ارشاد فرمایا تو نے قرآن پاک پڑھنے میں مجھے اضطراب وخلجان میں ڈال دیا ہے۔

أخرجه ابو محمد البخاری عن احمد بن محمد عن جعفر بن محمد عن ابيه عن عبدالله بن الزبير عن ابی حنيفه رضی الله عنه

چوتھی روایت

(29)عن محمد بن الفضل وسليم بن مسلم عن ابی حنيفه عن موسیٰ ابن ابی عائشه عن عبدالله بن جابر قال صلی رسول الله صلی الله عليه وسلم بالناس ___ الیٰ آخر الحديث- فی آخره - نهاهٗ عن ذلك (مسند امام اعظم رضی الله عنه)

اس حدیث کا ترجمہ ''حدیث نمبر 27'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

پانچویں روایت

(30) أخرجهٗ ابو عبدالله حاکم قال حدثنا ابو محمد بن بکر بن محمد بن حمدان الصیرفی حدثنا عبدالصمد بن الفضل البلخی حدثنا مکی بن ابراهیم عن ابی حنیفة عن موسیٰ ابن ابی عائشه عن عبدالله بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبدالله. اَنّ النبی صلی الله علیه وسلم صلّی ورجل خلفه یقرأ فجعل رجل من أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم ینهاهُ عن القرأة فی الصلٰوة فلما انصرف أقبل علیه الرجل قال أتنهانی عن القرأة خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم فتنازعا حتی ذکرا للنبی صلی الله علیه وسلم فقال صلی الله علیه وسلم من صلّی خلف امام فان قرأة الامام لهٗ قرأة

(بحواله تفسیر روح المعانی - جز 9' ص 101)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور ایک شخص نے آپ کے پیچھے قرأت شروع کردی' اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی نے اُسے پڑھنے سے منع کیا جب نماز ختم ہوگی' قرأت کرنے والا' روکنے والے کے پاس آیا اور کہنے لگا کیا تو مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھنے سے منع کرتا ہے۔ دونوں کے درمیان اس بات پر جھگڑا ہوگیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی بے شک امام کا پڑھنا ہی مقتدی کا پڑھنا ہے۔

چھٹی روایت

(31) قال محمد أخبرنا ابو حنیفه قال حدثنا ابوالحسن

موسیٰ بن ابی عائشه عن عبدالله بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبدالله عن النبی صلی الله علیه وسلم انهٗ قال من صلّٰی خلف الامام فان قرأة الامام قرأة لهٗ (مؤطا امام محمد)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ ارشاد فرمایا' جس آدمی نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کا قرأت کرنا ہی مقتدی کا پڑھنا ہے۔

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی اس کے حاشیہ ''تعلیق المجد علی مؤطا الامام محمد'' پر فرماتے ہیں۔

یہ حدیث صحابہ رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت سے مروی ہے اور امام محمد کا طریقہ احسن الطریق میں سے ہے۔ ابن ہمام نے اس حدیث پر ''علی شرط شیخین'' صحیح ہونے کا حکم لگایا''۔

(32) قال محمد حدثنا الشیخ ابو علی قال حدثنا محمود بن محمد المروزیّ قال حدثنا سهل بن العباس الترمذی قال أخبرنا اسماعیل بن علیة عن ایوب عن ابن الزبیر عن جابر ابن عبدالله رضی الله عنه' قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلّی خلف الامام فانّ قرأة الامام قرأة لهٗ

(مؤطا امام محمد)

اس حدیث کا ترجمہ مثل سابق ہے۔ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی فرماتے ہیں اسماعیل سے لے کر حضرت جابر رضی اللہ عنہ تک اس سند کے سارے رجال ثقہ ہیں۔

ساتویں روایت

(33) قال محمد أخبرنا اسرائیل حدثنی موسیٰ بن ابی عائشه عن عبدالله بن شدّاد بن الهاد قال أمّ رسول الله صلی الله علیه وسلم فی العصر قال فقرأ رجل خلفه فغمزهٗ الذی یلیه فلما أن صلّٰی قال لم غمزتنی قال کان رسول الله صلی الله علیه

وسلم قدامک فکرهت أن تقرأ خلفهٗ فسمعه النبی صلی الله علیه وسلم قال من کان لهٗ امام فقرأة الامام لهٗ قرأة

(مؤطا امام محمد)

یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ عبداللہ بن شداد الھاد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا۔ سند کے اعتبار سے یہ جید ہے اور ہمارے نزدیک مرسل بھی قابل حجت ہے۔ اس کے علاوہ جملہ احادیث' اس سے قبل جونقل کی گئی ہیں' سب کی سب مرفوع ہیں۔

آٹھویں روایت

(34) أخبرنا ابو عبدالله الحافظ أنبا ابوبکر بن محمد بن حمدان الصیرفی ثنا عبدالصمد بن المغفل البلخی ثنا مکی بن ابراهیم عن ابی حنیفة عن موسیٰ بن ابی عائشه عن عبدالله بن شداد الهاد عن جابر بن عبدالله رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم انهٗ صلّی و کان من خلفه یقرأ --- الی آخر الحدیث کما سبق

اس حدیث کا ترجمہ حدیث نمبر 30 کے ترجمے کی مثل ہے جو پہلے درج ہے۔ حدیث کے آخر میں فرماتے ہیں۔

هکذا رواه جماعة عن ابی حنیفه موصولاً

امام بیہقی فرماتے ہیں۔ اسی طرح اس حدیث کو ایک جماعت نے ابوحنیفہ سے موصولاً روایت کیا ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی)

نوویں روایت

(35) أخبرناهُ ابو عبدالله الحافظ أنبا ابو محمد الحسن بن حلیم الصائغ الثقة (بمرو) من اصل کتابه کتاب الصلوٰة

لعبدالله بن المبارک أنبا ابوالموجه أنبانا عبدان بن عثمان أنبا عبدالله بن المبارک أنبا سفیان و شعبه و ابو حنیفه عن موسیٰ بن ابی عائشه عن عبدالله بن شداد الهاد قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کان لهٗ امام فانّ قرأة الامام لهٗ قرأة

(السنن الکبریٰ للبیہقی)

اس حدیث کا ترجمہ کئی مرتبہ گذر چکا ہے۔ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد امام بیہقی فرماتے ہیں۔

اسی طرح اس حدیث کو علی بن حسن بن شقیق نے عبداللہ بن مبارک سے روایت کیا اور اس کے علاوہ دوسروں نے سفیان بن سعید ثوری اور شعبہ بن حجاج سے روایت کیا۔ اسی طرح اس حدیث کو منصور بن معتمر وسفیان بن عیینہ واسرائیل بن یونس وابوعوانہ وابوالاخوص وجریر بن حمید اللہ اور کئی دوسرے ثقہ لوگوں نے اس حدیث کی روایت کی اور حسن بن عمارہ نے بطریق موسیٰ موصولاً روایت کیا۔

علامہ بیہقی کی تصریح سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث مرسلاً مروی ہے۔ سوائے حسن بن عمارہ کے' اوّلاً تو حدیث مرسل اکثرین کے نزدیک قابل حجت ہے۔

ثانیاً: انہی حضرات سے کچھ صفحہ جات کے بعد آپ اس حدیث کو موصولاً بھی سماعت فرمائیں گے جب موصولا ہوتو حدیث کا ارسال صحت حدیث کے منافی نہیں۔

سنن کبریٰ سے روایت

(36) أخبرنا محمد بن عبدالله الحافظ ثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا العباس بن محمد الدوری ثنا یحیی بن بکیر ز اسحاق بن منصور السلولی قالا حدثنا الحسن بن صالح بن حی عن جابر و لیث بن ابی سلیم عن ابی الزبیر عن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کان له امام فقرأة الامام لهٗ قرأة. (السنن الکبریٰ للبیہقی)

ترجمہ آپ پہلے سماعت فرما چکے ہیں۔

امام بیہقی فرماتے ہیں اس حدیث میں دوراوی' جابر بن یزید جعفی اور لیث بن ابو سلیم قابل حجت نہیں۔ اس کے جواب میں مصنف ابن ابی شیبہ کی حدیث پیش خدمت ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ سے روایت

(37) حدثنا مالک ابن اسماعیل عن حسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل من کانہ لہٗ امام فقرأۃ الامام لہٗ قرأۃ (مصنف ابن ابی شیبہ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ شخص جو امام کی اقتداء میں ہو تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

معلوم ہوا حسن بن صالح نے بلا واسطہ جابر ولیث' ابوزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم" روایت کی۔ حسن بن صالح کی ابوزبیر سے سماعت ممکن ہے۔ تمام علمائے اسمائے رجال کے نزدیک ابوزبیر 128ھ میں فوت ہوئے اور حسن بن صالح 100ھ میں پیدا ہوئے اور 167ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ اس لحاظ سے ابوزبیر کی وفات کے وقت حسن بن صالح کی عمر 28 سال تھی۔ ویسے بھی جمہور کا مذہب ہے کہ اگر کسی شخص سے اس کی ملاقات ممکن ہو'اس سے روایت کی جائے اور اس کی روایت کو محمول علی الاتصال تصور کیا جائے۔

لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے جسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ لہٰذا جو ضعف جابر ولیث کی وجہ سے تھا' ختم ہو گیا۔ ممکن ہے ایک دفعہ حسن بن صالح نے بواسطہ جابر ولیث روایت کیا ہو اور ایک بار بلا واسطہ ابوزبیر--- مصنف ابن ابی شیبہ کے علاوہ بھی محدثین' حسن بن صالح سے بلا واسطہ جابر ولیث روایت کرتے ہیں۔

عبد بن حمید نے بطریق ابونعیم اس طرح روایت کی۔

ایک روایت بحوالہ تفسیر روح المعانی

(38) رواہ عبد بن حمید قال حدثنا ابو نعیم حدثنا الحسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ' عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہٗ قال من کان لہٗ امام فقرأۃ الامام لہٗ قرأۃ (الاطراف للمزی' ج2' ص 291 --- روح المعانی)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح نقل کیا۔

(39) حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا أسود بن عامر أنا حسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابر بن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان لہٗ امام فقرأتہ لہٗ قرأۃ.

(مسند احمد' ج 3' ص339)

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے بھی اس حدیث کو حسن بن صالح سے بلاواسطہ جابر جعفی ولیث بن ابی سلیم --- ابوزبیر سے روایت کیا ہے۔

حدیث شریف اصحابِ جرح وتعدیل کی نظر میں

اب ذرا اصحابِ نقد کی نظر میں اس حدیث کی سند پرکھتے ہیں۔

(i) اسود بن عامر شاذان ابوعبدالرحمٰن شامی نزیل بغداد (متوفی 208ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے ترجمہ کے ماتحت فرماتے ہیں:

"ابن معین کا قول ہے "لاباْس بہ" --- ابن مدینی کا کہنا ہے "ثقۃ" ابوحاتم کہتے ہیں "صدوق صالح" --- ابن معین کا قول ہے "صالح الحدیث" --- ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا۔ (تہذیب التہذیب)

(ii) حسن بن صالح بن صالح بن حی (متوفی 169ھ)

امام احمد فرماتے ہیں--- "ثقۃ" ابراہیم ابن جنید نے یحییٰ سے "ثقۃ مامون" کہا۔ ابوزرعہ کا کہنا ہے۔ حسن بن صالح میں تمام عادات جمع ہیں۔ اتقان' فقہ' عبادت و

زہد۔

ابو حاتم کا قول ہے --- ثقة حافظ متقن --- اور نسائی نے کہا ''ثقة'' ابو نعیم کہتے ہیں ہمیں حسن بن صالح نے حدیث بیان کی، ورع اور تقویٰ میں وہ امام ثوری سے کم نہیں۔ (مزید کہتے ہیں) میں نے آٹھ سو محدثین سے حدیث لکھی مگر کسی کو حسن بن صالح سے افضل نہیں پایا۔

ابن عدی کا کہنا ہے میں نے اس سے کوئی ایسی حدیث منکر نہیں پائی جو مقدار سے متجاوز ہو اور وہ میرے نزدیک اہل صدق میں سے ہیں۔

امام عجلی کہتے ہیں۔

كان حسن الفقه من أسنان الثوری ثقة ' ثبتا ' متعبدا '

ابن حبان کہتے ہیں:

حسن بن صالح ایک فقیہ اور پرہیز گار شخص تھے۔

ابن سعد کا کہنا ہے کہ آپ عابد اور فقیہ ہیں اور آپ کی احادیث صحیح ہیں۔ ابن معین کا کہنا ہے۔ ''ھو ثقة'' یعنی وہ ثقہ ہیں۔

دار قطنی کا قول ہے۔ ثقة عابد

عبدۃ بن سلمان کہتے ہیں ''میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عذاب دینے سے حیا فرمائے گا''۔ (تہذیب التہذیب، میزان الاعتدال)

(iii) محمد بن مسلم بن تدرس ابو الزبیر مکی (متوفی 128 / 126ھ)

محمد بن غیلان نے ابوداؤد سے کہا

شعبہ بن حجاج کہتے ہیں مکہ مکرمہ میں ابو الزبیر کی ملاقات سے زیادہ محبوب اور کوئی نہیں حتیٰ کہ شعبہ نے آپ سے ملاقات کی۔

نسائی نے آپ کو ''ثقہ'' کہا۔

ابن عدی کہتے ہیں امام مالک نے ابو الزبیر سے احادیث روایت کی ہیں اور ابو الزبیر کی سچائی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ امام مالک نے اس سے حدیث روایت

کی کیونکہ امام مالک صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔

ابن حبان نے آپ کو ثقات سے شمار کیا۔

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں میں نے ابن مدینی سے ابو الزبیر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا:

''ان کی ثقاہت ثابت شدہ ہے''۔ (تہذیب التہذیب)

اس حدیث کی سند پر ناقدانہ نظر ڈالنے کے بعد ثابت ہوا کہ یہ حدیث صحیح متصل ہے۔ حسن بن صالح کا ابو الزبیر سے سماع ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایک بار ابو الزبیر سے بلاواسطہ روایت کرتے ہیں اور دوسری مرتبہ جابر ولیث کے واسطے سے۔

اس لئے امام بیہقی کا اس حدیث کو ضعیف کہنا صحیح نہیں۔ کیونکہ اسی سند کے ساتھ اکثر محدثین نے یہ روایت بیان کی ہے۔ صرف ایک سند دیکھ کر اس پر ضعیف کا حکم لگانا صحیح نہیں۔ اکثر محدثین نے امام بیہقی کی روایت کردہ اس حدیث کو بہتر سند سے روایت کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔ اس میں ضعف کا کوئی احتمال نہیں۔

عبدالرزاق بن ہمام نے مصنف میں اسے مرسلاً روایت کیا۔ مگر مرسل ہمارے نزدیک قابل حجت ہے اور اس سے استدلال صحیح ہے جیسا کہ اصول کی کتابوں سے واضح ہے۔

مصنف عبدالرزاق سے روایت

(40) عبدالرزاق عن الثوری عن ابن ابی عائشه عن عبدالله بن شداد الهاد الليثی قال صلّى النبی صلى الله عليه وسلم الظهرأ والعصر فجعل رجل يقرأ خلف النبی صلى الله عليه وسلم ورجل ينهاهُ فلما صلى قال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم كنت أقرأ و كان هذا ينهانی فقال لهُ رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان لهُ امام فانّ قرأة الامام لهُ قرأة.

(مصنف عبدالرزاق)

شداد بن ھاد لیثی (بلا ذکر جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ) مرسلاً فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی۔ کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت شروع کردی کسی دوسرے نے اسے پڑھنے سے منع کیا۔ پس جب اُس نے نماز ختم کرلی تو بارگاہِ نبوت میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں قرأت کررہا تھا تو اس شخص نے مجھے قرأت سے روکا۔ (اس پر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا امام ہو تو بے شک امام کا پڑھنا ہی اُس کا پڑھنا ہے۔

اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی یہ حدیث مرسلاً مروی ہے۔

(41) حدثنا شریک وجریر عن موسٰی بن ابی موسٰی عن عبداللہ بن شداد الھاد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کانہ لہٗ امام فقرأۃ الامام لہٗ قرأۃ (مصنف ابن ابی شیبہ)

ترجمہ آپ گزشتہ احادیث کے تحت سماعت فرما چکے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ حدیث مسنداً و مرسلاً دونوں طرح سے مروی ہے لہٰذا جب یہ حدیث مرفوع طور پر بھی مروی ہے تو مرسل بھی قابل حجت ہے۔

حدیث مرسل قابل حجت ہے

محی الدین ابوزکریا نووی شافعی مقدمہ مسلم شریف میں لکھتے ہیں:

ومذھب مالک و ابی حنیفہ و أحمد و اکثر الفقھاء انہ یحتج بہ ومذھب الشافعی انہ اذا انضم الی الرسل ما یعضدہٗ احتج بہ و ذلک بأنّ ایضا مسنداً أو مرسلاً من جھۃ أخریٰ او یعمل بہ بعض الصحابۃ أؤ اکثر العلماء. (مقدمہ نووی، ص 17)

امام مالک و ابوحنیفہ و احمد رضی اللہ عنہم اور اکثر فقہاء کا یہی مذہب ہے کہ حدیث مرسل قابل حجت ہے اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب حدیث مرسل کا معاضد ہو تو قابل حجت ہے (اور امام نووی نے معاضد کی تعریف اس طرح کی ہے) کہ یہ حدیث ایضاً مسنداً ہو یا دوسری جہت سے مرسلاً روایت کی گئی ہو یا بعض صحابہ رضی اللہ

عنہم یا اکثر علماء کا اس پر عمل ہو۔

حدیث مرسل کی اس تعریف سے واضح ہوا کہ یہ حدیث مبارک قابل حجت وعمل ہے۔ کیونکہ یہ حدیث اس مسند کے ساتھ مسنداً مروی ہے جیسا کہ گزشتہ اوراق میں منقول ہے۔ مثلاً امام محمد پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہما' ابوعبداللہ حاکم اور امام احمد وغیرہم اکثر علمائے محدثین نے اس سند کے ساتھ مرفوعاً اس حدیث کو تخریج فرمایا۔ انشاء اللہ اس کے بعد مرفوعاً اس حدیث کو اسی سند کے ساتھ بطرق متعددہ پیش کروں گا۔

دوم: اس پر اکثر صحابہ کرام اور علمائے کرام کا عمل ہے اور اکثرین کا بھی یہی معمول ہے لہٰذا یہ حدیث مبارک بقول امام نووی شافعی قابل حجت ہے کیونکہ اس حدیث کے قابل حجت ہونے کی تمام شرائط' اس میں موجود ہیں۔

دارقطنی' بیہقی اور ابن عدی کا کہنا ہے صحیح یہی ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ اس لئے کہ حفاظ محدثین مثلاً' سفیان ثوری' سفیان بن عیینۃ' ابوالاحوص' شعبہ بن حجاج' اسرائیل اور شریک وجریر اور ابوالزبیر وعبد بن حمید اور دوسرے علمائے محدثین نے اس حدیث کو "موسیٰ بن ابی عائشہ عن شداد بن الھاد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے حوالے سے مرسلاً روایت کیا ہے۔ اور ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا ہے۔

جواباً عرض ہے کہ اس سے قبل امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح بغور مطالعہ فرمائیں' وہ شافعی المذہب ہیں۔ انہوں نے مرسل کے قابل حجت ہونے کی جو شرائط بیان فرمائیں یہ حدیث ان شرائط پر پوری اُترتی ہے' لہٰذا یہ حدیث سب کے نزدیک قابل حجت ہے تو پھر اس حدیث پر اعتراض کیسا؟

امام طحاوی علیہ الرحمۃ کی نقل کردہ روایت

(42) حدثنا احمد بن عبدالرحمن قال حدثنی عمی عبداللہ بن وھب قال أخبرنی اللیث عن یعقوب عن النعمان عن

موسیٰ بن عائشہ عن شداد بن الھاد عن جابر بن عبداللہ انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان لہٗ امام فقرأۃ الامام لہٗ قرأۃ (شرح معانی الآثار للطحاوی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جس کا امام ہو' تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

(43)ابو بکرۃ حدثنا قال ثنا ابو أحمد قال ثنااسرائیل عن موسی بن ابی عائشہ عن عبداللہ بن شداد بن الھاد عن رجل من اھل البصرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہٗ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ.

محمد بن منیع اپنی مسند میں اسی سند سے اس حدیث مبارک کی تخریج فرماتے ہیں۔

(44)أخبرنا اسحاق الازرق عن سفیان وشریک عن موسیٰ بن ابی عائشہ عن شداد بن الھاد عن جابر بن عبداللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ

(بحوالہ تنسیق النظام ، تفسیر روح المعانی، تفسیر مظھری)

ترجمہ مثل سابق حدیث ہے۔

قارئین محترم! محدث کبیر دارقطنی نے اس حدیث کے ماتحت ارشاد فرمایا کہ حدیث جابر بن عبداللہ کو سوائے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے کسی اور نے مرفوعاً روایت نہیں کیا۔

یہ احادیث مبارکہ جو اوپر منقول ہیں، ذرا غور سے مطالعہ فرمائیں کیا امام ابوحنیفہ کے علاوہ بھی منقول ہیں یا نہیں ____؟

جس سند کے ساتھ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اس حدیث کو روایت فرمایا اس سند کے ساتھ سفیان ثوری، شریک اور اسرائیل بھی اس حدیث کو مرفوعاً روایت کررہے ہیں۔ اور دارقطنی، بیہقی اور ابن عدی

کا قول کہ آئمہ محدثین نے اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا لیکن انہی محدثین سے اس حدیث کا مرفوعاً مروی ہونا ثابت ہے۔

مسند امام اعظم، موطا امام محمد، سنن کبریٰ بیہقی، حافظ ابوعبداللہ حاکم، مسند ابن منیع، جامع المسانید اور شرح معانی الآثار للطحاوی جیسی کتب میں اسی سند کے ساتھ حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً مروی ہے۔ لہٰذا اس حدیث کے مرفوعاً ہونے کا انکار کرنا، امانت ودیانت کے خلاف ہے۔ اور پھر یہ حدیث بطریق حسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی مرفوعاً مروی ہے۔

روایات بطریق ''حسن بن صالح عن ابی الزبیر عن عبداللہ بن جابر مرفوعاً''

اب حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بطریق ''حسن بن صالح عن ابی الزبیر عن عبداللہ بن جابر مرفوعاً'' پر کچھ گفتگو کرتے ہیں۔ اس سے قبل حدیث نمبر 36,37,38 پر اس حدیث کے متعلق بیان کیا گیا۔ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ (استاذ امام بخاری) نے مصنف میں اور امام احمد بن حنبل نے مسند میں اور عبد بن حمید نے حافظ ابونعیم سے مرفوعاً روایت کیا۔

حدیث مبارک کے الفاظ وہی ہیں جنہیں امام ابوحنیفہ وغیرہ نے روایت کیا یعنی

''من کان لہٗ امام فقرأۃ الامام لہ فقرأۃ''

پس یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کی سند جید ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

(45)حدثنا ابو امیہ قال ثنا اسحاق بن منصور السلولی قال ثنا الحسن بن صالح عن جابر ولیث عن ابن الزبیر عن جابر بن عبداللہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی خلف الامام فان قرأۃ الامام قرأۃ لہ. (طحاوی شریف)

جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

(46)حدثنا ابن ابی داود وفھد قالا حدثنا أحمدبن عبداللہ بن

يونس قال حدثنا الحسن بن صالح عن جابر يعنى الجعفى
عن ابى الزبير عن جابر بن عبدالله عن النبى صلى الله عليه
وسلم من صلّٰى خلف الامام فان قرأتهٔ له قرأة. (طحاوی شریف)

ترجمہ مثل سابق حدیث شریف ہے۔

(47)أخبرنا محمد بن عبدالله الحافظ ثنا ابو العباس محمد
بن يعقوب ثنا عباس بن محمد الدورى ثنا يحيٰى بن بكير
واسحاق بن منصور السلولى قالا حدثنا الحسن بن صالح بن
حيى عن جابر وليث بن ابى سليم عن الزبير عن جابر بن
عبدالله رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
من كان له أمام فقرأة الامام له قرأة.

(سنن کبریٰ للبیہقی)

جس شخص کا امام ہو پس امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے ماتحت امام بیہقی لکھتے ہیں
جابر بن یزید جعفی اور لیث بن ابی سلیم قابل حجت نہیں کیونکہ یہ ضعیف ہیں اس کا
جواب انشاء اللہ اس حدیث کے مابعد حدیث میں آئے گا۔

روایات بحوالہ ''ابن الزبیر عن جابر بن عبداللہ''

(48)أخرج الطبرانى فى الاوسط والدار قطنى بطريق سهل
بن عباس عن ابن عليه عن ايوب عن ابن الزبير عن جابر بن
عبدالله عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من كان له امام
فقرأة الامام له قرأة. (طبرانی، دارقطنی)

معنی مثل سابق حدیث ہے۔

دارقطنی نے حسب عادت کہا' یہ حدیث معلول ہے۔

اس طرح اس حدیث کو ابن عدی اور ابن ماجہ نے تخریج فرمایا اور ابن ماجہ نے

لیث بن ابی سلیم کا ذکر نہیں کیا۔

(49)أخرج الطبرانى فى الاوسط والدار قطنى فى سننه
والطحاوى فى شرح معانى الآثار وابن عدى فى الكامل
بطريق محمد عن ابى على عن محمود عن سهل عن ايوب
عن ابى الزبير عن جابر بن عبدالله عن النبى صلى الله عليه
وسلم قال من كان له امام فقرأة الامام له قرأة.

یعنی جس کا امام ہو تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

دارقطنی نے غرائب مالک میں ''من طریق مالک'' اس حدیث کو روایت کیا۔

(50)عن مالك عن وهب بن كيسان عن ابن الزبير عن
عبدالله بن جابر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، من كان
له امام فقرأة الامام له قرأة.

ترجمہ پہلے گزر چکا ہے۔

(51)أخرجهٔ الدار قطنى فى سننه والبيهقى من طريق ابى
حنيفة مع الحسن بن عمارة تارة وعن الحسن وحده أخرى
بسنده عن جابر مرفوعاً

یعنی اس حدیث کو دارقطنی اور بیہقی نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مع حسن بن
عمارہ ایک دفعہ اور فقط حسن بن عمارہ سے دوسری بار تخریج کیا۔

دارقطنی نے کہا کہ حدیث جابر بن عبداللہ کو مسنداً سوائے امام ابوحنیفہ کسی اور نے
روایت نہیں کیا۔

دارقطنی نے کہا یہ دونوں یعنی امام ابوحنیفہ اور حسن بن عمارہ ضعیف ہیں۔

قارئین کرام: اس حدیث مبارک کے جملہ طرق آپ کی خدمت میں پیش کر
دیئے ہیں کہ ''من کان لهٔ امام فقرأة الامام له قرأة '' مرفوعاً مروی ہے یعنی
حدیث صحیح ہے بلکہ صاحب روح المعانی سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہ

حدیث اُصح ہے ان احادیث سے جو ان کے خلاف مروی ہیں۔

دارِ قطنی کا اعتراض اور اس کا جواب

اب رہا دار قطنی کا اعتراض کہ جابر بن یزید جعفی اور لیث بن سلیم ضعیف ہیں اور امام ابوحنیفہ اور حسن بن عمارہ بھی ضعیف ہیں اس کا جواب علماء نے یوں دیا ہے۔

(i) جابر بن یزید بن حارث بن عبد یغوث الجعفی ابوعبداللہ (متوفی 128ھ)

سفیان ثوری کہتے ہیں حدیث میں اَروع میں نے جابر جعفی سے اور کوئی نہیں دیکھا۔ شعبہ بن حجاج کہتے ہیں "صدوق فی الحدیث"

وکیع کا کہنا ہے "وہ ثقہ ہیں"

ابن عبدالحکم کہتے ہیں۔

میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ سے سنا، فرماتے تھے سفیان ثوری نے شعبہ بن حجاج سے کہا اگر تو نے جابر جعفی کے خلاف کوئی کلام کیا تو میں ضرور تجھ میں کلام کروں گا۔

معلوم ہوا سفیان، شعبہ اور وکیع نے جابر بن یزید کی توثیق کی ہے۔

(تہذیب التہذیب، میزان الاعتدال)

(ii) لیث بن ابی سلیم (متوفی 143ھ)

آجری، ابوداؤد سے اور وہ احمد بن یونس سے، وہ فضل بن عباس سے کہتے ہیں

"کان لیث أعلم اهل الکوفة بالمناسک"

یحییٰ بن معین کہتے ہیں "لابأس بہ"

ابن عدی کہتے ہیں "له أحادیث صالحة"

اور شعبہ اور سفیان ثوری نے اس سے روایت کی۔ برقانی کہتے ہیں میں نے دارقطنی سے اس کے متعلق سوال کیا۔ دار قطنی نے کہا صاحب سنة یخرج أحادیثه۔

عبدالوارث کہتے ہیں۔

"کان من أوعیة العلم" اور لیث بن ابی سلیم کے ثقہ ہونے کے لئے یہی کافی

ہے کہ شعبہ بن حجاج نے اس سے حدیث بیان کی۔

کتب اسمائے رجال سے ثابت ہوا کہ یہ دونوں حضرات یعنی جابر بن یزید اور لیث بن ابی سلیم ثقہ ہیں اور بعض علماء نے یہاں تک کہا کہ ضعف کے باوجود لیث بن ابی سلیم کی احادیث تخریج کی جائیں۔ پھر حافظ ابن حجر عسقلانی کے قول سے ثابت ہوا کہ خود دار قطنی اور ابن عدی نے ان احادیث کی تخریج و کتابت کو صحیح کہا۔

اب ان دو حضرات (جابر بن یزید اور لیث بن ابی سلیم) پر اعتماد کرنا چاہئے اور صرف اس لئے ان کو ضعیف نہیں کہہ دینا چاہئے کہ ان کے واسطہ سے منقول حدیث مذہب ابوحنیفہ کی مؤید ہے۔

اور یہ حدیث حسن بن صالح سے بلا ذکر جابر ولیث بسند جید مروی ہے جس کو ابوبکر بن ابی شیبہ اور امام احمد بن حنبل اور حافظ ابونعیم نے تخریج فرمایا۔ دیکھیں حدیث نمبر 37,38,39۔

لہٰذا اس حدیث کا مرفوع ہونا ثابت ہے اور یہ صحیح ہے۔

دار قطنی کا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف کہنا کیسا ہے؟ ذرا ملاحظہ ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حاسدین

نسائیؒ، ابن عدی اور دارقطنی، ابن جوزی وغیرھم نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف لکھا ہے میزان الاعتدال میں ہے ضعفة من جهة حفظه.

الکاشف کی وضاحت

نسائی، ابن عدی وغیرھم "الکاشف" میں ترجمہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ (ابویوسف ومحمد وابونعیم والمقری أخروت سیرتہٗ فی مولف) کے ماتحت لکھتے ہیں:

رأیی أنس بن مالک وسمع عطاء و نافع و عکرمة وعند ابو یوسف و محمد و ابو نعیم والمقریی أفردت سیرتهٗ فی مؤلف

یعنی امام صاحب نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور عطاء ونافع اور عکرمہ سے سنا ہے۔ آپ سے امام ابویوسف ومحمد وابونعیم اور مقری نے روایت کیا اور آپ کی سیرت پر مستقل کتاب لکھی ہے۔

تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں۔

کان اماما ورعاً، عالماً، عاملاً، متعبداً، کبیر الشأن

(الکاشف، ج3،ص 181 ___ میزان الاعتدال، ج4،ص 225)

ایک شبہ

امام قرطبی صاحب تفسیر' حدیث "من کان له امام" کے ماتحت لکھتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ ضعیف ہیں۔ دارقطنی نے بھی حدیث امام اعظم اور حسن بن عمارہ کے

ماتحت لکھا کہ یہ دونوں ضعیف ہیں۔ اسی طرح نسائی اور خطیب بغدادی نے بھی ارقام کیا۔

الشیخ الحافظ مولانا محمد حسن بن محمد ظہور الحسن سنبلی حنفی (متوفی 1305ھ) نے "تنسیق النظام فی مسند امام" میں اس کا نہایت مدلل ولا جواب، جواب ارشاد فرمایا۔ اس کی افادیت کے پیش نظر قارئین کی نذر کر رہا ہوں۔ واللہ یهدی الی سبیل الرشاد

صاحب تنسیق النظام کا مدلل جواب

"آئمہ محدثین میں سے ایک جماعت نے آپ کی توثیق فرمائی۔ عباس بن محمد دوری نے یحیٰی بن معین سے روایت کیا، فرماتے ہیں ہمارے اصحاب، امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھیوں پر تفریط سے کام لیتے ہیں یحیٰی بن معین سے سوال کیا گیا، کیا ابوحنیفہ متہم بالکذب تھے یحیٰی بن معین نے جواب میں فرمایا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نجابت وشرافت اور فضیلت کے اعتبار سے، اس (تہمت) سے بہت دور تھے۔

محمد بن حسین موصلی الحافظ نے اپنی کتاب (الضعفاء) کے آخر میں آپ کا ذکر فرمایا اور کہا۔

یحیٰی بن معین نے کہا

یحیٰی بن معین فرماتے ہیں میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ وکیع بن جراح پر اپنے آپ کو اَقدم سمجھتا ہو۔ اس کے باوجود وکیع بن جراح، حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق فتوٰی دیتے تھے۔ اور آپ کی تمام احادیث کے حافظ تھے۔ اور وکیع بن جراح نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے بکثرت احادیث سنیں۔

یحیٰی بن معین سے سوال کیا گا کہ اے ابوزکریا! کیا امام اعظم رضی اللہ عنہ حدیث میں مصدق تھے۔ فرمایا ہاں! امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (صدوق فی الحدیث)

تھے۔ یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا ان اماموں میں سے آپ کو زیادہ پسند کون سا امام ہے؟ امام شافعی، امام ابوحنیفہ یا قاضی ابو یوسف رحمہم اللہ اجمعین؟ آپ نے فرمایا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، میں اس کی روایت حدیث کو پسند نہیں کرتا اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک صالح جماعت نے حدیث روایت کی۔ جبکہ امام ابو یوسف قاضی اہل کذب میں سے نہیں تھے۔

حسن بن علی حلوائی فرماتے ہیں شبابہ بن سواد نے کہا، شعبہ بن حجاج آپ کے متعلق اچھی رائے رکھتے تھے۔ ابن مدینی فرماتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے سفیان ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہیشم، وکیع بن جراح، عباد بن عوام، جعفر بن عون نے روایت کی۔ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ثقہ تھے آپ کی روایت لینے میں کچھ حرج نہیں۔

یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں بہت دفعہ ہم امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قول کو اچھا سمجھتے ہوئے اس پر عمل کرتے ہیں۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں۔ میں نے امام ابو یوسف قاضی سے جامع صغیر سنی، اس قول کو امام ازدی نے نقل کیا ہے۔

حضرت ابوحنیفہ ---- ایک عظیم امام

ابن البر ''کتاب العلم'' میں فرماتے ہیں۔

مجھے عبداللہ بن محمد بن یوسف نے بتایا، اس نے ابن رحمون سے سنا، ابن رحمون فرماتے ہیں میں نے محمد بن بکر بن واسہ سے، وہ کہتے ہیں میں نے ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی سے سنا' وہ فرماتے تھے۔

اللہ تعالیٰ امام مالک پر رحم فرمائے وہ ایک امام تھے۔ رحم فرمائے اللہ تعالیٰ امام شافعی پر وہ ایک امام تھے، اور امام ابوحنیفہ پر رحم فرمائے وہ ایک امام تھے

امام حافظ شمس الدین' محمد بن العلاء باہلی شافعی سے روایت فرماتے ہیں جب ہم سے آئمہ میں سے افضل کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے تو ہم کہتے ہیں امام ابوحنیفہ

رضی اللہ عنہ سب اماموں سے افضل ہیں۔

جرح کا اصول

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں۔ اس باب میں صحیح یہی ہے کہ جس شخص کی عدالت ظاہر ہو، علم میں امامت ثابت ہو، جس کی ثقاہت اور علم سے محبت بین وواضح ہو ایسے شخص میں مطلقاً کسی کے قول کی طرف التفات نہیں کرنا چاہئے۔ ہاں اگر وہ (جرح کرنے والا) اس کی جرح میں گواہ عادل پیش کرے تو پھر بطریق شہادت اس پر جرح صحیح ہے۔

مزید فرماتے ہیں۔ ''اصحاب حدیث نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ذم میں زیادتی کی ہے اور حد سے زیادہ تجاوز کیا ہے۔ ابن عبدالبر نے اس باب میں نہایت طویل کلام فرمایا اور کہا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، ان کی تمام خود ساختہ باتوں سے مبرا ہیں۔ اور اُقویٰ تعدیل کے ساتھ آپ کی توثیق فرمائی۔

امام عینی ''بنایہ'' میں فرماتے ہیں۔

یحییٰ بن معین امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال کئے گئے تو فرمایا ''ثقہ ہیں'' میں نے کسی سے نہیں سنا کہ اس نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تضعیف کی ہو۔

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ ---- صدوق فی الحدیث

شعبہ بن حجاج لکھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ ثقہ تھے، اہل صدق میں سے تھے متہم بالکذب نہیں تھے اور وہ اللہ کے دین پر مامون تھے۔ صدوق فی الحدیث تھے۔ آئمہ کبار میں سے ایک جماعت نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی مثلاً عبداللہ بن مبارک، سفیان بن عیینہ، اعمش، سفیان ثوری، عبدالرزاق، مالک، شافعی اور امام احمد بن حنبل کے علاوہ کثیر تعداد میں آئمہ کبار۔

شیخ حافظ محمد حسن سنبلی حنفی، اس کے بعد فرماتے ہیں۔

ان دلائل قاطعہ وساطعہ سے دارقطنی کا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر ظلم وزیادتی اور

اُن سے تعصب فاسد' ظاہر ہوگیا۔ دارقطنی نے امام صاحب کی تضعیف نجانے کہاں سے اَخذ کی جس سے وہ ضعف کے مستحق ٹھہرے۔ اور حال یہ ہے کہ خود دارقطنی نے اپنے ''سنن'' میں احادیث سقیمہ، معلولہ، منکرہ، غریبہ اور موضوعہ تک روایت کی ہیں۔
کسی نے سچ کہا ہے۔

حسن ادب

اذلم ينالوا شانه و وقار   فالقوم اعداء له وخصوم

جب لوگ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان ووقار کو نہ پہنچ سکے تو سب کے سب آپ کے دشمن ہو گئے اور آپ کے مخاصم بن گئے۔

وفی المثل السائر البحر لایکدره   وقوع الذباب ولاینجسهٔ ولوغ الکلاب

یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ایک جاری سمندر کی مانند ہیں۔ مکھیوں کا اس سمندر میں گر جانا اسے مکدر نہیں کرتا اور کتوں کا چاٹنا اسے نجس وناپاک نہیں کرسکتا۔
''عقود الجواہر'' کے مقدمہ میں اس طرح ہے۔

حسدوا الفتى اذلم ينالو اسعيه   فالناس أعداء له وخصوم

(خیرات الحسان، ص 200)

جب لوگ نوجوان کے مقام ورتبہ تک نہیں پہنچ پاتے تو اس کے دشمن بن جاتے ہیں۔

پس حدیث ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حدیث صحیح ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تو امام عالیشان ہیں۔ آپ کا شمار رجال صحیحین میں سے ہے اور عبداللہ بن شداد تیسرے طبقہ کے ثقہ لوگوں میں سے ہیں۔
مولانا محمد حسن فرماتے ہیں۔
''میں کہتا ہوں ان جیسے متعصبین کے تعصب نے دین کو منہدم کر دیا، ثقہ اور عادل لوگوں کو ضعیف بناتے ہیں۔ جبکہ مجروحین ومتروکین کو ثقاہت کا سرٹیفکیٹ دیتے ہیں، ضعفاء ومجاہیل اور مقدوحین کو سند تعدیل سے نوازتے ہیں۔

فان كنت لاتدرى فتلك مصيبة   وان كنت تدرى فالمصيبة أعظم

اگر تو نہیں جانتا تو یہ مصیبت ہے اور اگر تو جانتا ہے تو یہ اس سے بھی بڑی مصیبت ہے۔
عدم علم اور عدم ادراک بذات خود ایک مصیبت ہے لیکن اگر کوئی جاننے کے باوجود ایسا کام کرے تو اس سے بڑی کوئی اور مصیبت نہیں۔
فرماتے ہیں۔
باقی رہا کلام، حسن بن عمارہ میں، اگرچہ علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے پھر بھی علامہ عینی مسئلہ قہقہہ کی احادیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔ ابن عیینہ سے کہا گیا، حسن بن عمارہ حافظ ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا۔

له قليل وغيره احفظ منه

یعنی حسن بن عمارہ کو قلیل احادیث یاد ہیں اور ان کی نسبت دوسروں کو زیادہ حفظ ہیں عیسیٰ بن یونس رملی ناحوری کہتے ہیں۔ میں نے ابن سوید سے سنا، فرماتے ہیں میں سفیان ثوری کے پاس بیٹھا تھا تو کسی نے حسن بن عمارہ کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ سفیان ثوری نے اسے اشارے سے منع کیا۔ ابن سوید فرماتے ہیں میں نے سفیان ثوری سے کہا اے عبداللہ! حسن بن عمارہ میرے نزدیک تجھ سے بہتر ہے۔ سفیان ثوری نے کہا، کس طرح؟ ابن سوید فرماتے ہیں، میں اس کے پاس کئی مرتبہ بیٹھا ہوں جب بھی تیرا ذکر ہوا اس نے تمہیں اچھے طریقے ہی سے یاد کیا۔ سفیان ثوری نے کہا آج کے بعد میں بھی اسے اچھے طریقے سے ہی یاد کروں گا تا آنکہ میں اس سے جدا ہو جاؤں (یعنی مرنے تک)

یہ تھا وہ نفیس کلام جو شیخ الحافظ محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تضعیف کے بارے میں ارقام فرمایا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اب حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ کا قول سنئے جو انہوں نے تہذیب التہذیب

میں ترجمہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے تحت تحریر فرمایا۔ آپ کا قول نقل کرنے سے قبل حافظ ابن حجر کے متعلق امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول درج کیا جاتا ہے جو انہوں نے ''تذکرۃ الحفاظ للذہبی'' کے ذیل میں ارشاد فرمایا۔

والذی أقوله: ان المحدثین عیال الآن فی الرجال وغیرها من فنون الحدیث علی أربعة المزی، والذهبی والعراقی وابن حجر

تمام محدثین اسمائے رجال اور دیگر فنون حدیث میں اب چار آدمیوں پر کفالت کی ذمہ داری ہے۔ وہ یہ ہیں اماذہبی، امامزی، امام عراقی اور حافظ ابن حجر۔

معلوم ہوا حافظ ابن حجر کا مقام کس قدر بلند اور رفیع ہے۔ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

''محمد بن سعد عوفی نے کہا میں نے ابن معین کو کہتے سنا، ''کان ابو حنیفه ثقة لایحدث بالحدیث الابما یحفظهٗ و لا یحدث بمالایحفظهٗ ''یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ثقہ تھے حدیث بیان کرتے جو انہیں یاد ہوتی، جو حدیث یاد نہ ہوتی، بیان نہیں کرتے تھے۔

ابن معین کا یہ قول امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ثقہ فی الحدیث ہونے کے لئے کافی ہے۔

ثقاہت امام ابوحنیفہ میں اقوال

اور صالح بن محمد اسدی، ابن معین سے فرماتے ہیں ''ثقۃ فی الحدیث'' یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حدیث میں ثقہ ہیں۔

ابو وھب محمد بن فراحم فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن مبارک سے سنا وہ فرماتے ہیں۔ ''افقهُ الناس ابو حنیفه مارأیت فی الفقه مثله''

''امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تمام لوگوں سے زیادہ فقیہ تھے۔ میں نے ان جیسا فقیہ نہیں دیکھا'' اور فرمایا ''اگر اللہ تعالیٰ سفیان ثوری اور ابوحنیفہ کے ساتھ ہماری مدد

نہ کرتا تو ہم عام لوگوں جیسے ہوتے''

احمد بن علی بن سعید قاضی کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن معین سے، انہوں نے یحییٰ بن سعید قطان سے سنا وہ فرماتے ہیں۔

لانکذب اللہ ماسمعنا احسن من رأی ابی حنیفة وقد أخذنا بأکثر اقواله۔ ہم اللہ تعالیٰ کو گواہ سمجھ کر قسم کھاتے ہیں اور جھوٹ نہیں بولتے۔ ہم نے صائب الرائے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے اور کسی کو نہیں پایا۔ ہم نے ان کے اکثر اقوال بطور حجت تسلیم کئے ہیں۔

قال ابن معین و کان القطان یذهب الی قول الکوفیین ویختار قوله من قولهم (تہذیب الکمال)

یحییٰ بن معین کہتے ہیں یحییٰ بن سعید قطان جب کوفیوں کے اقوال سے دلیل پکڑنا چاہتے تو قول امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو اختیار فرماتے۔

ابن داؤد نصر بن علی سے فرماتے ہیں میں نے ابن داؤد یعنی الخریبی سے سنا، وہ فرماتے ہیں لوگ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق، کچھ حاسد ہیں اور کچھ جاہل۔

اور آخر میں لکھتے ہیں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔

(تہذیب التہذیب' جلد نمبر 449,10)

حدائق حنیفہ میں مولانا فقیر محمد فرماتے ہیں۔

''یحییٰ بن سعید القطان: آپ فن رجال کے امام ہیں امام احمد بن حنبل اور علی ابن المدینی آپ کے درس حدیث کے حلقہ میں عصر تا مغرب کھڑے ہو کر احادیث کی تحقیق کیا کرتے تھے۔ آپ امام صاحب کے تلمیذ ہیں اور اس پر فخر کرتے تھے۔ یہ یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں۔

اللہ کی قسم خدا گواہ ہے کہ ہم جھوٹ نہیں بولتے، ہم نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ صائب الرائے کسی اور کو نہیں پایا۔ ان کے اکثر اقوال ہم نے اخذ کئے ہیں، واللہ ہم امام صاحب کی مجلس میں شریک رہے، میں نے جب بھی ان کے

چہرے کی طرف دیکھا تو یقین ہوگیا کہ وہ اللہ عزوجل کے خوف اور خشیت سے پوری طرف متصف ہیں واللہ، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اس امت میں قرآن وحدیث کے بہت بڑے امام ہیں۔ (حدائق حنیفہ، ص 99)

محدث ابن داؤد، مشہور زمانہ ہیں وہ فرماتے ہیں۔

ابن داؤد اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

جملہ اہل اسلام پر نماز میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کرنا لازم ہے کیونکہ انہوں نے دوسروں کے لئے سنن وآثار کو محفوظ کردیا۔ جب کوئی آثار وحدیث کا قصد کرے تو اس کے لئے سفیان ہیں اور اگر کوئی ان کی باریکیوں کو معلوم کرنا چاہئے تو اس کے لئے ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (موفق، جلد 1، ص 193)

امام شعرانی اور امام اعظم

امام شعرانی، ایک بہت بڑے محدث اور اپنے وقت کے امام، فرماتے ہیں۔

ہمارے لئے کسی طرح مناسب نہیں ہے ہم ایسے امام اعظم پر اعتراض کریں جس کی جلالت قدر اور علم وورع پر سب متفق ہیں، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر کسی طرح بھی اعتراض مناسب نہیں، کیونکہ وہ آئمہ متبوعین میں سب سے بلند مرتبہ ہیں۔ ان کا مذہب سب سے پہلے مدون ہوا اور ان کی سند حدیث بھی دیگر آئمہ کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہے۔ (موفق، ج 1، ص 200)

یہی امام شعرانی ''میزان کبریٰ'' میں فرماتے ہیں

سیدی علی الخواص علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے مقلدین نے اگر انصاف کیا تو اپنے آئمہ کی زبان سے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مدح سننے کے بعد' امام اعظم رضی اللہ عنہ کے کسی قول کی تضعیف نہیں کریں گے۔ (المیزان الکبریٰ، ص 59)

خلف بن ایوب فرماتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے علم، نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی طرف آیا پھر ان کے اصحاب کی طرف، پھر تابعین کی طرف اور پھر یہ علم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب کے پاس پہنچا۔

(تاریخ بغداد، ج 13، ص 336)

امام ثوری فرماتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ آثار اخذ کرنا جائز سمجھتے تھے جو صحیح ہیں۔ اور حدیث ناسخ ومنسوخ کی معرفت میں مضبوط تھے ثقات کی احادیث تلاش کرتے تھے۔ اور وہ حدیث تلاش کرتے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل پر دلالت کرتی۔

(عقود الجنان، ص 191)

امام صاحب کے شیوخ واساتذہ

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شیوخ (اساتذہ کرام) کی تعداد میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک 99 ہیں امام ذہبی نے 290 لکھے ہیں۔ صاحب فتاوی شامیہ، علامہ ابن العابدین نے تقریباً 4 ہزار کے قریب شمار کئے اور اسی طرح دیگر علماء نے بھی نقل فرمایا۔

مفتی عزیز الرحمن دیوبندی نے اپنی کتاب ''ابوحنیفہ'' رضی اللہ عنہ میں آپ کے 112 اسمائے گرامی نقل کئے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ ہم نے نہایت تحقیق کے ساتھ یہ اسماء نقل کئے ہیں۔ ان تمام اقوال سے حضرت امام کے شیوخ کی تعداد 4 ہزار ہونے کی نفی نہیں ہوتی بلکہ بالتحقیق جتنے اسمائے گرامی تک کسی کی رسائی ہوسکی، انہوں نے نقل کردیئے۔

حضرت امام ابوحنیفہ کے اساتذہ

درج ذیل میں آپ رضی اللہ عنہ کے اساتذہ کی تفصیل ہے۔

نام شیوخ	وفات	نام شیوخ	وفات
(1) حضرت ابراہیم بن محمد		(21) حضرت سالم بن عبداللہ	106ھ
(2) حضرت ابراہیم بن یزید	96ھ	(22) حضرت سعید بن مسروق الثوری	128ھ
(3) حضرت اسماعیل بن حماد بن ابی سلمان		(23) حضرت سلمہ بن کہیل	121ھ
(4) حضرت اسماعیل بن ابی خالد	146ھ	(24) حضرت سلمان بن عبدالرحمٰن	133ھ
(5) حضرت اسماعیل بن عبدالمالک		(25) حضرت سلمہ بن نبیط	
(6) حضرت ایوب سختیانی	131ھ	(26) حضرت سلمان بن یسار	107ھ
(7) حضرت بیان بن بشیر		(27) حضرت سماک بن حرب	123ھ
(8) حضرت جبلہ بن سحیم	125ھ	(28) حضرت شداد بن عبدالرحمٰن	
(9) حضرت الحارث بن عبدالرحمٰن		(29) حضرت شیبان بن عبدالرحمٰن	164ھ
(10) حضرت الحسن بن الزراد		(30) حضرت طاؤس بن کیسان	106ھ
(11) حضرت الحسن بن عبیداللہ	136ھ	(31) حضرت طلحہ بن نافع الواسطی	
(12) حضرت الحسن البصری	110ھ	(32) حضرت طریف بن شہاب	
(13) حماد بن ابی سلمان	120ھ	(33) حضرت عاصم بن سلمان	141ھ
(14) حضرت الحکم بن عتیبہ	114ھ	(34) حضرت عاصم بن کلیب	138ھ
(15) حضرت حمید الاعرج	130ھ	(35) حضرت عامر بن شراحیل الشعبی	109ھ
(16) حضرت خالد بن علقمہ		(36) حضرت عامر بن ابی موسیٰ	104ھ
(17) حضرت ذر بن عبداللہ قبل از	100ھ	(37) حضرت عبداللہ بن الاقمر	
(18) حضرت ربیعہ بن عبدالرحمٰن	136ھ	(38) حضرت عبداللہ بن حبیبہ	
(19) حضرت زبید بن الحارث	122ھ	(39) حضرت عبداللہ بن دینار	173ھ
(20) حضرت زیاد بن علاقہ	135ھ	(40) حضرت عبدالرحمٰن بن حزم	127ھ

نام شیوخ	وفات	نام شیوخ	وفات
(41) حضرت عبدالرحمٰن بن ہرمز	118ھ	(64) حضرت محمد بن الزبیر حنظلی	
(42) حضرت عبدالعزیز بن رفیع	103ھ	(65) حضرت محمد بن السائب	146ھ
(43) حضرت عبدالکریم بن الخارق	128ھ	(66) حضرت محمد بن علی بن الحسین	117ھ
(44) حضرت عبدالمالک بن عمیر	137ھ	(67) حضرت محمد بن عیسیٰ دمشقی	206ھ
(45) حضرت عثمان بن عاصم	127ھ	(68) حضرت محمد بن قیس صدانی	
(46) حضرت عدی بن ثابت الانصاری	116ھ	(69) حضرت محمد بن مسلم بن قدرس	126ھ
(47) حضرت عطاء بن السائب	136ھ	(70) حضرت محمد بن مسلم بن عبیداللہ	125ھ
(48) حضرت عطاء بن الیسار الھلالی	194ھ	(71) حضرت محمد بن منصور	
(49) حضرت عطیہ بن سعید العونی	111ھ	(72) حضرت محمد بن المنکدر	130ھ
(50) حضرت عکرمہ بن عبداللہ	107ھ	(73) حضرت مخول بن راشد	142ھ
(51) حضرت علقمہ بن مرثد		(74) حضرت مسلم بن سالم	
(52) حضرت عطاء بن ابی رباح	114ھ	(75) حضرت مسلم بن عمران	
(53) حضرت علی بن الاقمر		(76) حضرت مسلم بن کیسان	
(54) حضرت علی بن الحسن الزراد		(77) حضرت معن بن عبدالرحمٰن	
(55) حضرت عمر بن دینار	126ھ	(78) حضرت مقسم بن بجرہ	111ھ
(56) حضرت عمرو بن عبداللہ الھمدانی	129ھ	(79) حضرت مکحول	118ھ
(57) حضرت عون بن محمد قریباً	120ھ	(80) حضرت مکی بن ابراہیم	115ھ
(58) حضرت قاسم بن عبدالرحمٰن	120ھ	(81) حضرت منصور بن المعتمر	132ھ
(59) حضرت قاسم بن محمد	106ھ	(82) حضرت منہال بن خلیفہ	129ھ
(60) حضرت قاسم بن معن	175ھ	(83) حضرت موسیٰ بن ابی عائشہ	
(61) حضرت قتادہ بن دعامہ	107ھ	(84) حضرت ناصح بن عبداللہ	234ھ
(62) حضرت قیس بن مسلم	120ھ	(85) حضرت نافع	117ھ
(63) حضرت محارب بن دثار	116ھ	(86) حضرت وقدان	120ھ

نام	وفات	نام		وفات
(87) حضرت ہشیم بن حبیب		(100) حضرت ابوالزبیر		126ھ
(88) حضرت یحییٰ بن ابی حیہ کلبی	147ھ	(101) حضرت ابوسفیان السعدی		
(89) حضرت یحییٰ بن سعید بن قیس	144ھ	(102) حضرت ابوسفیان		
(90) حضرت یحییٰ بن عبداللہ حارث		(103) حضرت ابوالسوار		
(91) حضرت یحییٰ بن عبداللہ الکندی	145ھ	(104) حضرت ابوعسال		160ھ
(92) حضرت یزید بن صہیب		(105) حضرت ابوعمر	قریباً	100ھ
(93) حضرت یزید بن عبدالرحمٰن		(106) حضرت ابن شہاب		125ھ
(94) حضرت یزید بن الطوسی		(107) حضرت ابوعون		110ھ
(95) حضرت یونس بن عبداللہ		(108) حضرت ابوفروہ		
(96) حضرت ابواسحاق السبیعی	126ھ	(109) حضرت ابوکثیر		133ھ
(97) حضرت ابوبردہ	107ھ	(110) حضرت ابوالمالک	قریباً	140ھ
(98) حضرت ابوبکر بن ابی الجہم		(111) حضرت ابوالہیثم		132ھ
(99) حضرت ابوحصین	127	(112) حضرت ابویعفور		

امام اعظمؒ اور صحابہ کرامؓ کے درمیان رواۃ کی فہرست

ان حضرات کے اسمائے گرامی جو حضرات امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شیوخ اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے درمیان واسطہ ہیں

(نام)	وفات	نام	وفات
(1) ابراہیم بن عبداللہ بن قیس	70ھ	(20) حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف	105ھ
(2) ابراہیم بن نعیم		(21) حمید بن عبدالرحمٰن الحمیری	
(3) ابراہیم بن یزید بن شریک تیمی	92ھ	(22) حیۃ بن حابس	
(4) احمد بن محمد بن سعد کوفی		(23) حیی بن ہانی	128ھ
(5) اسد بن عمرو بن عامر بجلی		(24) خارجہ بن مصعب	168ھ
(6) اسود بن یزید بن قیس نخعی	75ھ	(25) ذکوان ابوصالح زیات	101ھ
(7) تمام بن نجیح اسدی دمشقی		(26) رفیع بن خراش	100ھ
(8) جابر بن زید	93ھ	(27) ربیع بن سیرہ	
(9) جابر بن یزید بن الاسود		(28) ظفر بن الہذیل	154ھ
(10) جعفر بن تمام		(29) سالم بن ابی الجعد	98ھ
(11) جنید		(30) سائب بن مالک	
(12) جارود بن زید	203ھ	(31) سعد بن عبیدہ	
(13) حارث بن عبداللہ	65ھ	(32) سعید بن جبیر	90ھ
(14) حبیب بن ابی ثابت	119ھ	(33) سعید بن المسیب	92ھ
(15) حبیب بن سالم		(34) سفیان بن عیینہ	198ھ
(16) حسن بن سفیان		(35) سلیمان بن بریدہ	105ھ
(17) حسن بن عطیہ بن سعد		(36) سلیمان بن عبداللہ	
(18) حکم بن سفیان		(37) شریح بن ہانی	78ھ
(19) حمران بن آبان	75	(38) شعبۃ بن حجاج	160ھ

نام	سن وفات	نام	سن وفات
(39) شقیق بن مسلمہ اسدی	82ھ	(61) عبید بن نسطاس	
(40) ضحاک بن فراحم ہلالی	102ھ	(62) عثمان بن حاضر	
(41) عاصم بن ضمرہ السلولی	174ھ	(63) عثمان بن محمد	
(42) عبایۃ بن رفاعۃ		(64) عراک بن مالک غفاری	
(43) عبدالجبار بن وائل	112ھ	(65) عمرو بن زبیر	94ھ
(44) عبدخیر بن زید ہمدانی		(66) علقمہ بن قیس بن عبداللہ النخعی	161ھ
(45) عبداللہ بن بریدہ	105ھ	(67) علقمہ بن وقاص	
(46) عبداللہ بن الحارث	99ھ	خلافت ابن مروان میں فوت ہوئے	
(47) عبداللہ بن داؤد بن عامر ہمدانی	213ھ	(68) عمرو بن میمون	75ھ
(48) عبداللہ بن سبائی		(69) قاسم بن امیۃ الحذاء	
(49) عبداللہ بن شداد الہاد	81ھ	(70) قاسم بن مخیمرہ ابوعروہ ہمدانی	100ھ
(50) عبداللہ بن عامر	59ھ	(71) قزعۃ ابن یحییٰ بصری	
(51) عبداللہ بن ابی فروہ		(72) قیس بن ابی حازم بجلی	98ھ
(52) عبداللہ بن لہیعہ	73ھ	(73) کلیب بن شہاب	
(53) عبدالرحمٰن بن سابط	118ھ	(74) محمد بن ابراہیم بن حارث	121ھ
(54) عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عتبہ	65ھ	(75) محمد بن بشر بن بشیر	
(55) عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود الہذلی	79ھ	(76) محمد بن بکر	216ھ
(56) عبدالرحمٰن بن عمرو بن ابی عمرو الاوزاعی	158ھ	(77) محمد بن سیرین انصاری	110ھ
(57) عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ	83ھ	(78) محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ	148ھ
(58) عبدالرحمٰن المزنی		(79) محمد بن عبدالرحمٰن تستری	
(59) عبدالملک بن عبدالعزیز	149ھ	(80) محمد بن المنتشر بن اجدع	
(60) عبد بن عمیر بن قتادہ	68ھ	(81) مجاہد بن جبر ابوالحجاج مخزومی	123ھ

نام	سن وفات	نام	سن وفات
(82) مسروق بن اجدع	63ھ	(105) ابن ابی بکرۃ وھو عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ	96ھ
(83) مسعر بن کدام	53ھ		
(84) مسلم بن صبیح ہمدانی	100ھ	(106) ابن البیلمانی، عبدالرحمٰن بیلمانی	
(85) مصعب بن سعد بن ابی وقاص	103ھ	(107) ابوالجلاس	
(86) مقاتل بن سلیمان	105ھ	(108) ابو جناب یحییٰ بن ابی حیہ	50ھ
(87) منذر بن مالک	108ھ	(109) ابو جنادہ	
(88) منصور		(110) ابوحازم سلمان الاشجعی قریبا	100ھ
(89) موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ	103	(111) ابوحاضر عثمان بن حاضر	
(90) موسیٰ بن ابی الاکثر الانصاری		(112) ابوحمزہ الانصاری	68ھ
(91) مہاجر بن عکرمہ بن عبدالرحمٰن		(113) ابن الحوتکیہ	
(92) نوح بن قیس بن رباح ازدی	183ھ	(114) ابوحیہ بن قیس	79ھ
(93) ہمام بن حارث بن قیس	63/65	(115) ابوالزعراء عبداللہ بن ہانی	
(94) یحییٰ بن ابی کثیر طائی	129ھ	(116) ابن ابی السبع	132ھ
(95) یحییٰ بن یعمر بصری	129ھ	(117) ابن سعید بن جعفر	
(96) یزید بن ابان رقاشی قریبا	120ھ	(118) ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف	97ھ
(97) یزید بن الحوتکیہ التیمی		(119) ابوالشعثاء سلیم بن اسود	83ھ
(98) یزید بن عبداللہ بن مغفل		(120) ابوصالح ذکوان السمان الزیات	101ھ
(99) یعقوب بن یوسف		(121) ابوعبداللہ الجدلی عبد	101ھ
(100) یوسف بن ماہک بن بہزاد	106ھ	بن عبد / عبدالرحمٰن بن عبد	
(101) یوسف ابواسحاق سبیعی عمرو بن عبداللہ	126ھ	(122) ابوالضحیٰ مسلم بن صبیح	100ھ
(102) ابوالاسود	69ھ	(123) ابوعبدالرحمٰن مزنی	
(103) ابن اقمر		(125) ابن عجلان	
(104) ابن بریدہ	115ھ		

(126)ابوعطیہ مالک بن عامر تقریباً	126ھ	(133)ابو محمد الکاتب	
(127)ابو عیسیٰ موسیٰ بن طلحہ	103ھ	(134)ابو مسلم الاغرمدنی	
(128)ابو قبیل معاضری	128ھ	(135)ابو مسلم خولانی	62ھ
(129)ابو قرہ موسیٰ بن طارق		(136)ابونضرۃ العبدی منذر بن مالک	108ھ
(130)ابو القعقاع الخشنی		(137)ابو وائل	82ھ
(131)ابن لھیعہ عبداللہ بن ابی لیلیٰ		(138) عمرۃ بنت عبدالرحمن	98ھ
(132)ابو ماجد عائذ بن فضلہ		(139)ام ثور	

ایک علمی خیانت

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق شیوخ ان سے روایت کیا ہے مرفوعاً بھی اور موقوفاً بھی۔ مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی نے اپنی کتاب ''ابو حنیفہ'' میں علمی خیانت اور بددیانتی کا ثبوت پیش کیا اور امام اعظم رحمۃ اللہ کے تمام اساتذہ گرامی کے جملہ اسماء علامہ محمد حسن سنبلی کی کتاب ''تنسیق النظام'' سے اَخذ کئے ہیں۔ اور ترتیب میں ذرہ بھر فرق نہیں۔ میں سمجھتا ہوں ایک عالم دین کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ کسی کی جدوجہد اور کاوش وعرق ریزی کو اپنی طرف منسوب کر لے یا قصداً اس کی محنت پر پردہ ڈالتے ہوئے، اس کا نام صیغہ اخفاء میں رکھے۔ اور خودستائی ان الفاظ میں کرے کہ میں نے پانچ سال کی مسلسل وپیہم جدوجہد کے بعد اس کتاب (یعنی ابوحنیفہ) کو ترتیب دیا ہے اور علمی خیانت وبددیانتی کا یہ عالم۔ حالانکہ اس کتاب کے بعد کے باب میں ''تنسیق النظام'' کا حوالہ موجود ہے۔

بہرحال بزرگوں کی جدوجہد کو اپنی طرف منسوب کر کے ''مفتی صاحب'' نے کوئی اچھا کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔ اگر ترتیب میں سرمو بھی فرق ہوتا تو شاید کوئی پڑھا لکھا آدمی یہ کاوش مفتی صاحب کے نام منسوب کر دیتا۔ مگر اس میں تو ترتیب ونقل بعینہ ''تنسیق النظام'' والی ہے۔ رب ذوالجلال سے دعا ہے کہ ان لوگوں کو صحیح کہنے کی توفیق عطا فرمائے اور بزرگوں کی جدوجہد میں بددیانتی اور سرقہ زنی سے محفوظ

فرمائے۔ (آمین)

میں نے تراجم رواۃ مسند امام اعظم ''تنسیق النظام'' سے نقل کئے ہیں اور سن وفات میں اس کتاب میں اختلاف تھا، یا کتابت کی غلطی سے سن وفات صحیح مرقوم نہیں تھی مثلاً ترجمہ کی ابتداء میں 80 اور وسط یا آخر میں 180 سن وفات لکھا گیا ہے۔ میں نے کتب اسمائے رجال سے ممکنہ حد تک اس کی تصحیح کی ہے لیکن کچھ رواۃ کی تواریخ وفات، باوجود تلاش بسیار، معلوم نہیں ہو سکی۔

امام صاحب کی روایات زیادہ ثقہ ہیں

مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے رواۃ کا نقل کرنا اس لئے بھی ضروری تھا تا کہ اہل حدیث حضرات کو معلوم ہو جائے کہ امام صاحب کی روایت ثنائیات اور ثلاثیات پر زیادتی نہیں ہیں اس کے برعکس مسلم وبخاری میں ثنایات اور ثلاثیات بہت کم جبکہ رباعیات، خماسیات اور سادسیات بہت زیادہ۔ لہٰذا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث باعتبار رواۃ کے زیادہ معتبر ہیں۔ اور جن حضرات نے امام ہمام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو ضعیف بیان کیا ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ امام صاحب پر تنقید کرنے کی بجائے وہ امام بخاری ومسلم پر تنقید کریں۔ کیونکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں فقط دو یا تین واسطے ہیں اور بخاری ومسلم کے زیادہ۔

ناظرین کرام! یہ فہرست ملاحظہ فرمانے کے بعد ان محدثین حضرات کے دعویٰ کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی جو امام صاحب کو حافظ حدیث نہیں مانتے یا ضعیف قرار دیتے ہیں۔

تعجب ہے اگر یہ حدیث روایت کریں (یعنی معترضین) تو صحیح۔ اور اسی راوی سے اگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حدیث روایت کریں تو ضعیف، یہ بات قرین انصاف نہیں، بلکہ اس نقطۂ نظر کے پس منظر میں کوئی دوسرا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ اس جگہ ہم ناظرین کو ذرا تقابلی مطالعہ کرانا چاہتے ہیں۔

رواۃ صحیحین

(1) حضرت منصور بن المعتمر

(2) حضرت حکم بن عتبہ

(3) حضرت زہری

(4) حضرت نافع

(5) حضرت طاؤس

(6) حضرت شیبان بن عبدالرحمٰن

(7) حضرت یحییٰ بن سعید

(8) حضرت زیاد بن علاقہ

(9) حضرت عبداللہ بن دینار

(10) حضرت عمرو بن دینار

(11) حضرت شعبی

(12) حضرت ابراہیم النخعی

(13) حضرت مجاہدین جبیر

(14) حضرت عطاء بن ابی ریاح

(15) حضرت ابن یسار

(16) حضرت محارب بن دثار

(17) حضرت ابواسحاق السبیعی

(18) حضرت محمد الباقر

(19) حضرت ربیعہ بن عبدالرحمٰن

(20) حضرت منحول بن راشد

(21) حضرت ابراہیم بن محمد المنتشر

(22) حضرت الحسن البصری

(23) حضرت سالم بن عبداللہ

(24) حضرت مکحول الشامی

(25) حضرت ایوب السختیانی

(26) حضرت مکی بن ابراہیم

(27) حضرت یزید بن الفقیر بن الصہیب

(28) حضرت ذر بن عبداللہ

(29) حضرت عبدالرحمٰن بن ہرمز الأعرج

(30) حضرت القاسم بن محمد بن ابی بکر

(31) حضرت قتادہ بن دماعہ

(32) حضرت مقسم مولیٰ ابن عباس

(33) حضرت سلیمان بن یسار

(34) حضرت محمد بن المنکدر

(35) حضرت عبدالمالک بن عمیر

(36) حضرت علی بن الأقمر

(37) حضرت ابوبردہ

(38) حضرت موسیٰ بن عائشہ

(39) حضرت عبدالعزیز بن رفیع

(40) حضرت قیس بن مسلم

(41) حضرت ابوحصین

(42) حضرت عثمان بن العاصم

(43) حضرت سعید بن مسروق

(44) حضرت الثوری

(45) حضرت مسلم کہیل

(46) حضرت ابویعفور

(47) حضرت اسماعیل بن ابی خالد

صرف ''مسلم'' کے رواۃ

ذیل میں ان رواۃ کے نام ہیں جن کی روایت صرف امام مسلم نے کی ہے

(1) عطا بن السائب

(2) ابوزبیر مکی

(3) عاصم بن کلیب

(4) حماد بن ابی سلیمان

صرف ''بخاری'' کے رواۃ

حضرت عکرمہ بن عبداللہ وغیرہ، کی روایت کو صرف بخاری نے لیا ہے۔

رواۃ کی مندرجہ بالا فہرست جس میں بخاری ومسلم، صرف بخاری یا صرف مسلم کے رواۃ شامل ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی روایتیں ان دونوں یا ان میں سے ہر ایک نے بیان کی ہیں۔ اور ان کے نزدیک صحیح ہیں۔ مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جب بلاواسطہ ان ہی رواۃ سے روایت اپنی مسند میں ذکر فرماتے ہیں تو ضعیف قرار دی جاتی ہے۔

انصاف یہی ہے کہ جس طرح بخاری اور اس سے قبل مؤطا کا شمار، اصح الکتب میں ہوتا ہے مسند امام اعظم رضی اللہ عنہ بھی ''أصح الکتب بعد کتاب اللہ'' ہے ہاں! اگر کسی حدیث پر اعتراض ہوسکتا ہے تو اس کے لئے نشانہ مسلم وبخاری کو بنانا چاہئے کیونکہ ان میں واسطوں کی کثرت ہے۔ نہ کہ مسند اعظم میں تنقید کرنی چاہئے جس میں حضرات صحابہ اور مندرجہ بالا رواۃ کے درمیان صرف ایک یا دو واسطے ہیں۔

سند حدیث دراز ہوگی تو گمانِ خطا بھی زیادہ ہوگا

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی تصریح یوں فرمائی ہے۔ شرح نخبۃ الفکر میں ہے ''اسناد کے رجال میں سے ایک راوی سے خطا جائز ہے۔ اور اگر وسائط بکثرت ہوں گے اور سند حدیث دراز ہوگی تو گمان خطا زیادہ ہوگا۔ اور اگر وسائط کم ہوں گے، گمان خطا بھی کم ہوگا۔''

تو غور فرمائیے! امام اعظم رضی اللہ عنہ کی احادیث میں حضرات صحابہ تک ایک یا دو واسطے ہیں۔ لہٰذا امام صاحب سے مروی احادیث صحیح ہیں۔ امام شعرانی فرماتے ہیں۔ امام صاحب کے تینوں مسند صحیح ہیں ہاں اگر نازل سند میں کوئی سقم ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ امام صاحب کی احادیث صحیح نہیں اور ان پر ضعیف ہونے کے فتوے لگانا شروع کردیں۔

مولانا محمد عبدالعلی مدراسی، مسند امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاتمۃ الطبع میں ارشاد فرماتے ہیں۔ امام مالک اپنی ثنائیات اور امام بخاری اپنی ثلاثیات پر فخر کرتے ہیں۔ حال یہ ہے کہ ان کی ثنائیات وثلاثیات، مرتبہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کوسوں دور ہیں۔ کیونکہ علو اسناد، قرب عہد وفضل تقدم، قلت وسائط اور رجال کے لحاظ سے مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ ومقام ان سے بلند ہے۔ کیوں نہ ہو ان کے مشائخ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوائے تلمذ تہہ کئے ہیں اور انہوں نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر فخر کیا ہے۔ اور امام حجر مکی شافعی نے اس کا اقرار کیا ہے کہ امام مالک وسفیان بن عینیہ وابن مبارک ولیث بن سعد اور امام شافعی رضی اللہ عنہ ، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ادنیٰ تلامذہ میں سے ہیں۔ بلکہ بعض تو امام صاحب کے تلامذہ کے شاگرد ہیں۔ اور وہ امام بخاری ومسلم اور دیگر مقتدر ہستیوں کے شیوخ ہیں۔ اتنے ذی وقار، بلند مرتبہ اور عزت وشرف کے حامل امام پر جرح کرنا اشراف کو زیبا نہیں۔

آخر میں اس بحث کا اختتام علامہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر کرتا ہوں جو

انہوں نے ''المجد علی موطا محمد'' میں نقل فرمایا، علامہ موصوف فرماتے ہیں۔

''اور بعض متاخرین متعصبین سے بھی جرح صادر ہوئی ہے۔ مثل دار قطنی، ابن عدی وغیرھا، یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے خلاف قرائن جلیہ شہادت دے رہے ہیں کہ انہوں نے جرح میں تعصب برتا ہے۔ اور یہ ایسا امر ہے جس سے کوئی بشر خالی نہیں مگر جس کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

ناظرین محترم! ضعف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر بحث ذرا طوالت اختیار کر گئی مگر آپ پر ضعف کا فتویٰ لگانے والے بے نقاب ہو گئے۔ تمام بحث کا حاصل یہی ہے کہ جو غلط باتیں امام صاحب کے علم حدیث یا آپ کی ذات سے منسوب کی گئیں سب حسد اور تعصب پر مبنی ہیں۔ ورنہ آپ کا مقام کیا ہے؟ آپ نے یقیناً علمائے اَجل اور محدثین کبار کی زبان سے سماعت مطالعہ فرمالیا۔ رب ذوالجلال ہم سب کو حسد و تعصب سے بچائے (آمین)

الغرض ثابت ہوا کہ حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ''من كان له امام فقرأة الامام له قرأة'' جسے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت فرمایا، صحیح ہے بلکہ یوں کہہ لیجیے کہ آپ کی روایت کردہ تمام احادیث سے صحیح ترین ہے۔ جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امت کے علمائے ربانیین اور اولیائے کاملین کی اکثریت کا اس پر عملی اجماع ہے۔ جو اس حدیث کے اَصح ہونے کی قوی دلیل ہے۔ چند افراد بزعم خویش ''اہل حدیث'' کے نام سے انکار حدیث کی جس سعی میں مصروف ہیں۔ وہ اس حدیث کی صحت پر کچھ اثر نہیں ڈال سکتی۔

حدیث جابر بن عبداللہ دیگر صحابہ سے بھی مروی ہے

حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کا کئی طرق سے روایت کیا جانا اور اس کی تخریج کرنے والوں کے متعلق آپ نے سماعت فرمالیا۔ اب ملاحظہ فرمائیں کہ یہ حدیث چند دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے

اول: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ: تفصیل آپ پڑھ چکے۔

روایات از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

دوم: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ: آپ سے یہ حدیث مرفوعاً اور موقوفاً مروی ہے ملاحظہ ہو۔

(52)أخرج الدار قطني في سننه عن محمد ابن الفضل بن عطية عن أبيه عن سالم بن عبدالله عن ابيه عبدالله بن عمر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من كان له امام فقرأة الامام له قرأة (دار قطني)

دار قطنی نے اپنی عادت کے مطابق محمد بن فضل کو معلول کہا کیونکہ وہ متروک ہے

(53)أخرج الدار قطني عن خارجة بن مصعب عن ايوب عن نافع عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من كان له امام فقرأة الامام له قرأة

دار قطنی نے اس حدیث کے بارے کہا کہ اس کے مرفوع ہونے میں وہم ہے اور بیہقی نے اپنے ''سنن'' میں کہا یہ حدیث قابل حجت نہیں بلکہ یہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے۔ علامہ محمد حسن سنبلی رحمۃ اللہ علہ اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک طریق میں وقف دوسرے طریق میں غیر مرفوع کو مستلزم نہیں اور دار قطنی نے اپنے وہم میں کسی کو اپنا ساتھی نہیں بنایا بلکہ یہ دار قطنی کا تعصب ہے۔

اس کے بعد دار قطنی نے موقوفاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

(54)أخرج الدار قطني عن احمد بن حنبل عن اسماعيل ابن علية عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنه موقوفا عليه يكفيك قرأة الامام

دار قطنی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح موقوف ہے

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تجھے (مقتدی) امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔

(55)حدثنی یحییٰ عن مالک عن نافع ابن عبداللہ بن عمر کان اذا سئل هل يقرأ احد خلف الامام قال اذا صلى احدكم خلف الامام فحسبهٗ قرأة الامام واذا صلى وحده فليقرأ

(مؤطاامام مالک)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ جب آدمی نماز پڑھے تو کیا امام کے پیچھے قرأت کرے۔ فرمایا امام کے پیچھے پڑھے تو امام کی قرأت ہی اس کے لئے کافی ہے اور اکیلا (تنہا) پڑھے تو ضرور قرأت کرے۔

علامہ زرقانی علی المؤطا میں فرماتے ہیں ابن عبدالبر کا کہنا ہے کہ اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ عبداللہ بن عمر کا مذہب یہ ہے نماز خواہ سری ہو یا جہری، مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے۔

(شرح الزرقانی علی المؤطا، ج1، ص178)

(56)قال أخبرنا عبيدالله بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن نافع عن ابن عمر رضى الله عنه قال من صلى خلف الامام كفتهٗ قرأته (موطا امام محمد)

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس آدمی نے امام کے پیچھے نماز ادا کی اسے امام کی قرأت ہی کافی ہے یعنی مقتدی خود نہ پڑھے بلکہ امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔

ابو خاتم فرماتے ہیں میں نے امام احمد سے سوال کیا، نافع سے روایت کرنے میں عبیداللہ، امام مالک اور ایوب میں سے کون اُثبت ہے۔ امام احمد نے فرمایا، عبیداللہ ان میں سے اَحفظ واَثبت ہیں اور نافع سے بکثرت روایت کرنے میں عبیداللہ ثقہ ہیں۔

(57)قال محمد أخبرنا عبدالرحمن بن عبدالله المسعودی أخبرنی أنس بن سيرين عن ابن عمر رضى الله عنه انه سئل

عن القرأة خلف الامام قال تكفيك قرأة الامام.

(مؤطاامام محمد)

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ امام کے پیچھے قرأت کیسی ہے؟ تو فرمایا تجھے امام کی قرأت ہی کفایت کرے گی۔

(58)فاخبرنا ابو الحسين بن لبشران ببغداد أنبانا اسماعيل بن الصفائنا الحسن بن على بن عفان ثنا ابن نمير عن عبيدالله بن عمر عن ابن عمر رضى الله عنه انهٗ كان يقول من صلى وراء الامام كفاه قرأة الامام. (سنن کبریٰ للبیہقی)

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی، امام کا پڑھنا ہی اس کے لئے کافی ہے۔

(59)حدثنا ابن مرزوق قال ثناوهب قال حدثنا شعبة عن عبدالله بن دينار عن عبدالله بن عمر رضى الله عنهما، قال يكفيك قرأة الامام

یعنی تجھے امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔

(60)عبدالرزاق عن هشام بن حسان عن أنس بن سيرين قال سالت ابن عمر أقرأ مع الامام فقال انك لضخيم البطن (تكفيك) قرأة الامام (مصنف عبدالرزاق)

اُنس بن سیرین نے عبداللہ بن عمر سے سوال کیا، کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں آپ نے جواب دیا، تیرا بطن ضخیم ہے تجھے امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ احادیث جو موقوفہ ہیں، سے ثابت ہوا کہ آپ کا مذہب یہی ہے کہ نماز سری ہو یا جہری، کسی حالت میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ امام کا پڑھنا ہی مقتدی کا پڑھنا ہے۔

سوم : روایات از ابوسعید خدری

(61)أخرجهٔ ابن عدی فی الکامل عن اسماعیل بن عمرو بن نجیح عن الحسن الصالح عن ابی هارون العبدی عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کان لهٔ امام فقرأة الامام له قرأة (ابن عدی فی الکامل)

حضرت ابن سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کا امام ہو پس امام کا پڑھنا ہی مقتدی کا پڑھنا ہے۔

اس پر ابن عدی کا اعتراض ہے کہ اسماعیل بن عمرو کی حدیث کا متابع نہیں اور اسماعیل ضعیف ہے۔ زیلعی نے اس کا رد فرماتے ہوئے کہا اس کی متابعت نضر بن عبداللہ سے ثابت ہے۔

(62)أخرج الطبرانی فی الأوسط عن محمد بن ابراهیم الاصبحانی قال حدثنی ابی عن جدی عن النضربن عبدالله عن الحسن ابن الصالح عن ابی هارون العبدری عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال من کان له امام فقرأة الامام له قرأة (مسنداً ومتناً)

یعنی اس حدیث کو نضر بن عبداللہ نے ابوسعید خدر سے اسی طرح روایت کیا جس طرح اسماعیل بن عمرو نے۔

''یعنی جس کا امام ہو اس کے لئے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔''

متابعت کو ''مثلہ'' سے اس وقت تعبیر کرتے ہیں جب یہ پہلی حدیث کے اصل کے مطابق ہو (لفظ و معنی میں) حدیث نضر بن عبداللہ ''مثلہ'' ہے محدثین کے نزدیک جب متابع، موافق اصل ہو تو یہ حدیث کی تقویت و تائید کا باعث بنتی ہے۔

چہارم : روایات از حضرت أنس بن مالک رضی اللہ عنہ

(63)اخرجهٔ ابن حبان فی الضعفاء عن ابن سالم عن أنس بن مالک قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کان لهٔ امام فقرأة الامام له قرأة (ابن حبان فی الضعفاء)

ابن حبان نے، ابن سالم کے متعلق کہا کہ یہ ثقات کی مخالفت کرتا ہے اور مجھے اس سے روایت کرنا اچھا نہیں لگتا۔ اور اس سے مجاہیل وضعفاء نے روایت کیا۔

علامہ محمد حسن سنبھلی فرماتے ہیں۔

''التقریب'' میں اس کا ثقہ ہونا ثابت ہے۔ دوم، اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو تو بطرق متعددہ مروی ہونے سے نقصان ضعف پورا ہو جاتا ہے۔ اور حدیث درجۂ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔

(64)أخرجهٔ الدیلمی فی کتاب فردوس الأخبار عن أنس بن مالک وجابر بن عبدالله رضی الله عنهما مرفوعاً من کان لهٔ امام فقرأة الامام له قرأة (ج 4، ص 159)

یعنی امام کی قرات ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

پنجم: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

(65)أخرجهٔ الدارقطنی فی سننه عن محمد بن عباد الرازی عن اسماعیل ابراهیم التیمی عن سهیل بن ابی صالح عن ابیه عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال من کان له امام فقراة الامام له قراة.

ترجمہ متعدد مرتبہ گزر چکا۔

ششم: روایت از عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

(66)أخرج حدیثة الدار قطنی من طریق عاصم بن عبدالعزیز

المدنی عن عون بن عبداللہ بن عتبة عن ابن عباس رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه قال تکفیک قرأة الامام خافت أوجهر (دار قطنی)

عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، امام کا پڑھنا ہی تیرے لئے کافی ہے نماز خواہ سری ہو یا جہری (سری جیسے ظہر وعصر اور جہری، مغرب، عشاء، اور فجر)

دار قطنی کا وہم اور اُس کا جواب

دار قطنی کہتے ہیں ابوموسیٰ نے کہا کہ میں نے امام احمد سے ابن عباس کی اس حدیث کے متعلق سوال کیا۔ امام احمد نے فرمایا، یہ حدیث منکر ہے اور دار قطنی دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

''عاصم بن عبدالعزیز لیس بقوی'' اور اس حدیث کے مرفوع ہونے میں مجھ شک ہے۔ علامہ سنبھلی جواب ارشاد فرماتے ہیں۔

تقریب میں ہے کہ مرتبے کے اعتبار سے پانچویں میں اور طبقے کے لحاظ سے آٹھویں میں ہے۔ پس اس کی حدیث مقبول ہے، مردود اور متروک الحدیث نہیں مثل حماد بن مسلم اور ابن ابی سلمان کے۔

اس حدیث کے آخر میں الشیخ الحافظ علامہ محمد حسن سنبھلی حنفی کی ایمان افروز تصریح، جوانہوں نے تنسیق النظام میں فرمائی، پیش خدمت ہے۔ فرماتے ہیں۔

بالجملہ اس حدیث مبارک کے اتنے طرق ہیں کہ ان کی وجہ سے قریب ہے یہ حدیث حد تواتر یا شہرت کو پہنچ جائے اگرچہ محدثین کا اس حدیث مبارک کے بعض طرق میں مقال ہے۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے حدیث شیخین کو متواتر سے شمار کیا ہے اگرچہ وہ جمہور کے خلاف ہو اور اسی طرح جو حدیث شیخین کی شرط پر ہو، صحیح ہے۔

لہٰذا امام اعظم رحمۃ اللہ عنہ کی یہ حدیث علی شرط شیخین صحیح ہے اور اس کا بقول حافظ ابن حجر حد تواتر تک پہنچنا صحیح ہے اللہ تعالیٰ اسے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ''من کان له امام فقرأة الامام له قرأة'' نقل کرنے اور ''ماله وما علیه'' کی مفصل بحث کے بعد اب دیگر احادیث مرفوعہ اور آثار موقوفہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، تاکہ منکرین پر واضح ہو جائے کہ مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حق اور واجب الاتباع ہے۔ پہلے احادیث اور پھر آثار سماعت فرمائیں۔ میں نے آثار مرفوعہ موقوفہ اس لئے کہا ہے کہ صحابہ کرام کی جماعت وہ ہے جس نے بلا سماع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرا راستہ اختیار نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنے اقوال میں وہی بیان فرمایا جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، ورنہ لازم آئے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے (نعوذ باللہ) سنت نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت

(67) یونس قد حدثنا قال أنا ابن وهب ان مالکا حدثه عن ابن شهاب عن ابی أکیمة اللیثی عن ابی هریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انصرف من صلوٰة جهر فیها بالقرأة فقال هل قرأ منکم آنفا فقال رجل نعم یارسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انی اقول مالی أنازع القران قال فانتهی الناس عن القرأة مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فیما جهر فیه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بالقرأة من الصلوات حین سمعوا ذالک منهٗ

(طحاوی شریف ورواهٗ الاربعة ومالک والشافعی وصححهٗ ابن حبان (مصنف عبدالرزاق، ج2، ص135)

''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلند قرأۃ کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرأت کی ہے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ

وسلم) آپ نے فرمایا، اسی لئے تو میں کہوں کہ قرآن میں مجھ سے کون منازعت کر رہا ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں لوگ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (امامت میں) قراۃ سے باز آ گئے، جب انہوں نے یہ ارشاد سن لیا۔

الف لام (عن القراۃ) میں جنس کا ہے یعنی ''منع عن الجنس'' ہے جو مستلزم ''منع عن کل'' فرد ہے ابو المالک فرماتے ہیں ''جب میں بآواز بلند پڑھتا ہوں پس اگر تم نے بھی میرے ساتھ قرأت کی تو گویا میری قرأت میں خلل ڈالنے والے ہوئے، پس تم چپ رہو''۔

منازعت کا مفہوم

لفظ ''أنازع'' کا معنی کرتے ہوئے مولانا وصی احمد طحاوی کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

''انی أقول'' یعنی میں اپنے دل میں کہتا ہوں (مالی) کون سی چیز مجھے لاحق ہے (أنازع) یعنی ''أجاذب القران'' قرآن پاک پڑھتے ہوئے مجھے کشمکش میں ڈالتی ہے۔

مطلب یہ کہ تمہارا پڑھنا میری قرأت میں خلل اور غلطی کا باعث بنتا ہے اور یہ قابل ملامت چیز ہے لہٰذا تم خاموش رہا کرو اور سنا کرو۔

علامہ زرقانی نے شرح مؤطا میں اس حدیث کے ضمن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا آپ کے ساتھ منازعت فی القران کا یہ معنی کیا ہے۔

أن لا یفردوہ بالقراۃ ویقرؤا معہ

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھنے میں تنہا نہ سمجھیں بلکہ وہ بھی گویا ساتھ ہی پڑھ رہے ہیں یعنی امام کا پڑھنا، مقتدی کا پڑھنا ہے۔ یہ قول ابو الولید باجی کا ہے۔ علامہ سنبھلی فرماتے ہیں یہ حدیث اگرچہ بظاہر مذہب امام مالک کی مؤید ہے مگر بنظر غور دیکھا جائے تو یہ ہمارے مذہب کی تائید کرتی ہے۔

اس لئے کہ منشائے منع واستکراہ منازعت ومجاذبت ہے اور یہ نماز سری میں بھی مقصود ہے جب وہ امام کے قریب کھڑا ہو کیونکہ آہستہ آواز، قریب سے بھی سنی جا سکتی ہے۔ اور اس حدیث کے ضعیف ہونے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ اس کی سند جید ہے۔

امام بیہقی کا اعتراض اور اس کا جواب

امام بیہقی اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اس حدیث کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ہونا محل نظر ہے کیونکہ یہ ابن اکیمہ لیثی کی روایت ہے اور وہ مجہول آدمی ہے۔ علامہ ماردینی المشہور بابن ترکمانی، متوفی 845ھ، الجوہر النقی میں اس کا جواب اس طرح ارشاد فرماتے ہیں۔

''میں کہتا ہوں، ابن اکیمہ کی حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں تخریج فرمایا اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا۔ اور فرمایا اس کا نام عمارہ ہے اور بعض کے نزدیک عمرو ہے اور ابوداؤد نے بھی ابن اکیمہ کی حدیث کو تخریج فرمایا اور اس کے متعلق کچھ نہیں کہا اور یہ دلیل ہے کہ ابوداؤد کے نزدیک بھی یہ حدیث حسن ہے۔ اور علامہ عبدالغنی نے ''الکمال'' میں فرمایا کہ ابن اکیمہ سے مالک اور محمد بن عمرو نے بھی روایت کیا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ ابو حاتم نے کہا، ابن اکیمہ صالح الحدیث ہیں۔ اور ان کی حدیث مقبول ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا، یحییٰ ابن معین کہتے ہیں۔

''مخاطب کے لئے یہی کافی ہے کہ امام زہری نے کہا، میں نے ابن اکیمہ کو سنا وہ سعید بن المسیب کو حدیث بیان فرماتے تھے۔

عباس بن دودی، یحییٰ بن قطان سے بیان کرتے ہیں کہ ابن اکیمہ ثقہ ہیں۔ اور تیرے لئے یہی کافی ہے کہ ابن شہاب نے اس سے روایت کی۔ ابن اکیمہ کی جلالت اور ثقہ ہونے پر یہی دلیل کافی ہے۔

(صحیح ابن حبان، ج 4، ص 162 ___ تہذیب التہذیب، ج 8، ص 410)

لہٰذا اس حدیث کے مرفوع ہونے میں کچھ شک نہیں جیسا کہ بیہقی کا وہم ہے اور امام بخاری نے ''التاریخ الکبیر'' باب الکنی میں فرمایا، یہ امام زہری کا قول ہے اور لفظ ''فانتھی الناس'' حدیث مرفوع سے ثابت نہیں اور علمائے نقد نے اس کی حدیث کے مرفوع ہونے پر مہر لگادی ہے کہ ابن اکیمہ صالح الحدیث، ثقہ ہے اور اس کی حدیث مقبول ہے اس تصریح کے بعد اس حدیث کے مرفوع ہونے میں کسی کو تامل نہیں ہونا چاہئے۔

ابن البر کا قول

زرقانی شرح مؤطا میں لکھتے ہیں۔

وعموم الحدیث یقتضی أن لاتجوز القرأة مع الامام اذا جهر بأم القران ولافی غیرها، قاله ابن البر.

''حدیث کا ظاہر تقاضا کرتا ہے کہ نماز سری ہو یا جہری، سورۂ فاتحہ پڑھنا جائز نہیں۔ یہ قول ابن عبدالبر کا ہے۔ اس پر انہوں نے تمہید میں مفصل کلام فرمایا۔

حضرت ابوالدرداء سے روایت

(68) أخرجهٔ النسائی فی سننه عن هارون عن زید عن معاویة عن ابی الزاهریة عن کثیر بن مرة الحضری عن ابی الدرداء سمعهٔ یقول سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم افی کل صلوة. قال نعم قال رجل من الانصار وجبت هذه والتفت الی وکنت أقرب القوم منهٔ فقال مارأی الامام اذا امّ القوم الا قد کفاهم وقال النسائی هذا من رسول الله صلی الله علیه وسلم خطأ انما هو قول ابی الدرداء.

''کثیر بن مرۃ حضری فرماتے ہیں میں نے حضرت درداء سے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا، کیا ہر نماز میں قرأۃ ضروری ہے فرمایا، ہاں۔ انصار میں

سے ایک مرد نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر تو ہر نماز میں واجب ہوئی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھا اور میں لوگوں میں آپ کے سب سے زیادہ قریب تھا۔ پس حضرت ابودرداء نے فرمایا جب امام قرأت کررہا ہو تو اس کا پڑھنا ہی مقتدی کے لئے بھی کافی ہے۔

امام نسائی کا وہم

نسائی نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی نہیں بلکہ ابودرداء کا قول ہے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اس سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا۔ (مسند احمد، ج5، ص47)

وہم کا جواب

ابن ہمام نے فتح القدیر میں اس کا جواب اس طرح تحریر فرمایا۔

''اگر یہ کلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں بلکہ درداء کا قول ہے تو حضرت درداء کو نہیں چاہئے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے۔ (أفی کل صلوة قرأة) بلکہ ابودرداء رضی اللہ عنہ کو علم تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک امام کی قرات، مقتدی کی قرأت ہے۔

امام طحاوی نے فرمایا، ابودرداء رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح (اس کی مثل) سنا ہے کہ مقتدی کے لئے پڑھنا جائز نہیں اگر بالفرض یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ ابودرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے تو یہ حدیث موقوف مرفوع کے حکم میں ہے اس لئے کہ جماعت صحابہ رضی اللہ عنہ کا قول سماعی ہے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ابودرداء رضی اللہ عنہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کریں۔ معلوم ہوا حضرت ابودرداء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور اس کا علم تھا تبھی تو آپ نے فرمایا، مقتدی کو امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔

حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت

(69) حدثنا بحر بن نصر قال حدثنا یحییٰ بن سلام قال مالک عن وھب کیسان عن جابر بن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلی رکعة فلم یقرأ فیھا بأم القران فلم یصل الا وراء الامام (طحاوی شریف، ج1، ص149)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک رکعت نماز پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی بس اس کی نماز نہیں ہوئی، ہاں اگر امام کے پیچھے ہو، کیونکہ امام کے پیچھے مقتدی کا پڑھنا جائز نہیں۔

امام بیہقی ''سنن کبریٰ'' میں فرماتے ہیں یحییٰ بن سلام اور اس کے علاوہ دوسرے ضعفاء نے امام مالک سے اس حدیث کو مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ ان رواۃ میں سے ہیں جن کی روایت علی طریق احتجاج جائز نہیں۔ امام ذہبی، میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں، یحییٰ بن سلام بصری، دارقطنی نے اس کو ضعیف کہا اور ابن عدی کا قول ہے باوجود ضعف کے اس کی حدیث کو لکھا جائے۔ زیادہ سے زیادہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو ضعیف کہہ سکتے ہیں۔

علامہ ابن ترکمانی، الجوہر النقی میں فرماتے ہیں خود امام بیہقی نے اس حدیث کو بطریق اسماعیل بن موسیٰ سعید، امام مالک رضی اللہ عنہ سے اسی سند کے ساتھ، اپنی کتاب ''خلافیات'' میں مرفوعاً روایت کیا ہے اور اسماعیل ''صدوق'' ہے جبکہ نسائی نے کہا ''لاباس بہ'' (سنن کبریٰ، ج2، ص160 ___ میزان الاعتدال، ج4، ص380)

معلوم ہوا یہ حدیث مبارک مرفوع ہے جس کا بیہقی انکار کر رہے ہیں اور عجب بات کہ خود خلافیات میں بطریق اسماعیل بن موسیٰ سدی، امام مالک سے مرفوعاً روایت کر رہے ہیں۔ اگر آپ اسے بطریق یحییٰ بن سلام عن مالک، مرفوع تسلیم نہیں کرتے ہو تو بطریق اسماعیل بن موسیٰ سدی عن مالک مرفوع مان لو، مدعا تو یہی ہے کہ اگر امام پیچھے نماز پڑھے تو مقتدی کو سورۂ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے۔

اور امام بیہقی فرماتے ہیں اس بارے میں محفوظ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے وہی حدیث ہے جسے امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا، وہ حدیث یہ ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے ایک اور روایت

(70) حدثنا مالک عن ابی نعیم وھب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ یقول من صلی رکعة لم یقرأ فیھا بأم القرآن فلم یصل الا وراء الامام

(مؤطا امام مالک، ج1، ص175)

جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں جس نے ایک رکعت پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس کی نماز نہیں۔ ہاں اگر امام کے پیچھے ہو تو۔ یعنی امام کے پیچھے نہ پڑھے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ جب صحیح ہے تو لامحالہ مرفوع بھی ہے۔

علامہ عبدالباقی شرح مؤطا میں فرماتے ہیں۔

قال أفھذا صحابی تاول قولہٗ صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوة لمن لم یقرأ الفاتحة الکتاب علی ما اذا کان وحدہ

(زرقانی علی المؤطا، ج1، ص175)

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس صحابی (حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''لاصلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب'' کی تاویل یہ فرمائی کہ جب آدمی تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔

جیسا کہ میں نے کہا تھا یہ حدیث قابل تاویل ہے لہٰذا امام احمد رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی موقوف حدیث کو حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہ کے لئے مؤول ثابت کیا ہے اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہے۔ اور امام زرقانی آخر میں فرماتے ہیں۔ ابوعبدالمالک کہتے ہیں یہ حدیث موقوف ہے اور بعض نے اس کو مرفوع بھی روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے

اس حدیث کو"من طریق معن عن مالک" موقوفاً روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن اور صحیح ہے

اس حدیث کا مرفوع ہونا، امام زرقانی کے قول سے بھی ثابت ہے لہٰذا یہ حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً وموقوفاً دونوں طریق سے مروی ہے۔

حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

(71) حدثنا ابو خالد الأحمر عن ابن عجلان عن زید بن أسلم عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فإذ اکبر کبروا واذا قرأ فانصتوا.

مصنف ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ، ج 1 ص 377 ___ أخرجہ مالک وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، امام جب تکبیر کہے تم بھی کہو اور جب نماز میں قرآن کی تلاوت کرے تو خاموش رہو۔

بیہقی کی روایت

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جب امام پڑھ رہا ہو تو مقتدی کو خاموش رہنا چاہئے۔

بیہقی نے سنن کبریٰ میں اس حدیث کو اسماعیل ابن ابان سے روایت کیا ہے۔

(72) حدثنا اسماعیل بن ابان عن محمد بن عجلان عن زید بن أسلم ومصعب بن شرجیل عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلہ.

اور اسی طرح خارجہ بن مصعب نے بھی زید بن اسلم اور یحیٰ بن العلاء نے بھی زید بن اسلم سے اس حدیث کو روایت کیا۔ معلوم ہوا حدیث ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے

متابع ہیں لہٰذا یہ حدیث اپنے متابع ہونے کے لحاظ سے بھی قوی ہے۔ پھر اس حدیث کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے بھی مرفوعاً روایت کیا جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"اذا قرأ فانصتوا"

اور یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ معلوم ہوا یہ الفاظ حدیث مرفوع سے ثابت ہیں۔ امام بیہقی فرماتے ہیں۔

ابن عجلان ثقہ ہیں

حدیث ابن عجلان میں (واذا قرأ فانصتوا) لیس بشیئ یعنی کچھ نہیں اور ابوحاکم سے ہے کہ یہ کلمہ اس حدیث میں محفوظ نہیں۔ بلکہ یہ ابن عجلان کی تخلیط میں سے ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں صالح بن محمد اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں۔ عبداللہ بن احمد اپنے باپ سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے ابن عیینہ سے سنا، فرماتے تھے حدثنا محمد بن عجلان وکان ثقۃ۔

اسحاق بن منصور روایت کرتے ہیں ابن معین سے کہ انہوں نے کہا "ثقہ" ___ عباس بن محمد دوری، ابن معین سے ناقل ہیں کہ انہوں نے کہا "ثقہ ہیں اور اس میں کسی کو شک بھی نہیں۔

یعقوب بن شیبہ نے کہا "صدوق وسط" ابوزرعہ کہتے ہیں ابن عجلان ثقات میں سے ہے۔

ابوحاتم اور نسائی کہتے ہیں۔ ثقہ ہے، واقدی کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن محمد بن عجلان سے سنا، وہ کہتا ہے "کان ثقۃ کثیر الحدیث" ابن حبان نے جب ثقات میں سے اس کا ذکر کیا تو کہا اختلاط سے قبل جو روایت اپنے باپ سے کی ہے وہ صحیح ہے اور محمد بن عجلان کی وفات 148 میں ہوئی (تہذیب التہذیب، ج9، ص 341)

معلوم ہوا محمد بن عجلان کی ثقاہت میں کوئی شک وشبہ نہیں اور اختلاط بھی صرف ابن حبان اور یحیٰ بن سعید قطان نے بیان کیا بلکہ ابن حبان نے کہا جو اس نے تحریر کیا ہوا ہے وہ فی نفسہا ایک صحیفہ ہے لہٰذا اختلاط کا وہم ختم ہوا۔ جب کہ بیہقی نے فرمایا یہ

کلمہ ''اذا قرأ فانصتوا '' تخلیط ابن عجلان سے ہے تو آیئے وہ حدیث سنئے جو آپ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔

ابن عجلان کی اپنے والد سے روایت

(72)حدثنا عبداللہ حدثنی ابی حدثنا سعد الصاغانی محمد بن میسر حدثنا محمد بن عجلان عن ابیه عن ابی هریرة رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال انما الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا الی آخر الحدیث (مسند احمد، ج2،ص376)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، امام اس لئے بنایا گیا ہے تاکہ تم اس کی اقتداء کرو اگر امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور اگر امام تلاوت کرے تو تم خاموش رہو۔

ابن عجلان تخلیط کا شکار نہیں ہوئے

محترم قارئین! فیصلہ ان کے ذمہ ہے ابن حبان نے ثقات میں اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ سعد نے ابن عجلان عن ابیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو روایت کی ہے وہ محمد بن عجلان کی تخلیط سے قبل قدیم روایت ہے۔ لہٰذا آپ کی ''عن ابیہ'' سے روایت ثابت ہوگئی۔ اب اس حدیث کے صحیح ہونے میں کسی کو شک نہیں ہونا چاہئے۔ اور مسند احمد کی حدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو ''التاریخ الکبیر'' میں اس حدیث کے ماتحت نقل فرمایا کہ یہ الفاظ (فاذا قرأ فانصتوا) زائد ہیں۔ حدیث کے نہیں ــــ اب ثابت ہوا کہ یہ الفاظ حدیث کے ہی ہیں، زائد نہیں۔

اولاً تو اس حدیث کو امام بخاری کے استاد نے تخریج کیا جس میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

دوم، جو طعن محمد بن عجلان پر اختلاط کا تھا وہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ''عن ابیہ'' کے ساتھ روایت کر کے ثابت کر دیا کہ یہ تخلیط ابن عجلان سے نہیں بلکہ

اصل حدیث کے الفاظ ہیں۔ دوسری جگہ مسند احمد، ص 420، جلد دوم میں یہ حدیث اس طرح مروی ہے۔

(73)حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا عبداللہ بن محمد قال عبداللہ بن احمد وسمعت أنا عن عبداللہ بن محمد بن ابی شیبه قال حدثنا ابو خالد الاحمر عن ابن عجلان عن زید بن أسلم عن ابی صالح عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انما جعل الامام لیوتم به فاذا کبر فکبروا فاذا قرأ فانصتوا.

یہ وہی سند ہے جس سے ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کو بیان فرمایا۔

امام بیہقی فرماتے ہیں ابو داؤد نے اس حدیث کو من طریق ابی خالد عن ابن عجلان'' تخریج کیا اور کہا (واذا قرأ فانصتوا) کے الفاظ زائد ہیں اور محفوظ نہیں۔ ہمارے نزدیک ابو خالد کا وہم ہے۔ علامہ ابن ترکمانی ''الجوہر النقی'' میں اس اعتراض کا جواب ارشاد فرماتے ہیں۔

ابو خالد، ثقہ ہے اس سے ایک جماعت نے تخریج کیا، اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں میں نے وکیع سے اس کے متعلق پوچھا تو وکیع نے جواب دیا، ابو خالد ان شخصیات میں سے ہیں جن کے متعلق پوچھا جانا چاہئے۔

ابو ہشام رفاعی کہتے ہیں ابو خالد الأحمر نے ہمیں حدیث بیان کی، کہتے ہیں ابو خالد ''الثقۃ الامین'' ہیں۔ اور ابوداؤد کا آپ کی طرف وہم کی نسبت کرنا سوائے ابن عجلان کے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ابوداؤد کے نزدیک ابن عجلان کا حال ابو خالد الأحمر سے اچھا ہے۔ اور بات باعث تعجب یہ ہے کہ ابن عجلان میں کلام ہے اور ابو خالد بلاشک ثقہ ہیں۔ نسائی نے اپنے سنن میں اس حدیث کو اس زیادت کے ساتھ ''من طریق محمد بن سعد الانصاری عن ابن عجلان'' تخریج فرمایا۔ نسائی کہتے ہیں مخرمی کا قول ہے محمد بن سعد، ثقہ ہیں اور ابن سعد نے ابو خالد کی متابعت کی اور

اسماعیل بن ابان نے بھی ___ جیسا کہ امام بیہقی نے تخریج فرمایا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ وہم ابوخالد کی طرف سے نہیں جیسا کہ ابوداؤد کا گمان ہے اور امام منذری نے اپنی مختصر میں ابوداؤد کی بات ذکر کرنے کے بعد، اس کا رد فرمایا۔

ابن حزم نے حدیث ابن عجلان کو صحیح کہا ہے اور مسلم نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ابوعمرو نے ''تمہید'' میں اپنی سند کے ساتھ ابن حنبل سے اس حدیث کا ذکر کیا اور انہوں نے کہا یہ دونوں حدیثیں یعنی حدیث ابوہریرہ اور حدیث ابوموسیٰ الاشعری صحیح ہیں۔

ترکمانی کا کلام یہاں پر ختم ہوا۔

مخالفین کے دو اعتراض

علامہ محمد حسن سنبھلی حنفی ''تنسیق النظام'' میں اس کا جواب یوں نقل فرماتے ہیں مخالفین کا اعتراض دو وجہ سے ہے۔

اول: ابوداؤد نے کہا یہ کلمہ (واذا قرأ القران فانصتوا) زیادہ ہے اور یہ محفوظ نہیں اور ابوخالد کی طرف سے وہم کا شکار ہونا بھی اسے مشکوک بنا دیتا ہے۔

دوم: امام بیہقی نے حدیث ابوہریرہ اور حدیث ابوموسیٰ اشعری روایت کرنے کے بعد فرمایا۔

تحقیق حفاظ کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ الفاظ حدیث میں خطا ہیں ابوداؤد، ابوحاتم، ابن معین اور حاکم ودارقطنی وغیرھم نے کہا، یہ الفاظ محفوظ نہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان الفاظ کا ثبوت نہیں۔ اس لئے محفوظ نہیں اور اسی طرح عینی نے کہا۔

اعتراضات کا جواب

علامہ محمد حسن فرماتے ہیں اس اعتراض کا کئی وجوہ سے جواب دیا گیا ہے

وجہ اوّل: جسے ابن ہمام صاحب شارح ہدایہ نے ذکر کیا۔ اور کہا کہ اس حدیث

کے طریق روایت کے صحیح ہونے اور رواۃ کے ثقہ ہونے کی بنا پر اس طرف التفات نہیں کرنی چاہئے۔ اور یہ حدیث شاذ ہے اور مقبول جیسا کہ الشیخ عبدالحق نے مقدمہ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا۔

وجہ دوم: امام منذری نے ''المختصر'' میں ابوداؤد کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا، ''جو ابوداؤد نے (واذا قرأ فانصتوا) کے الفاظ کو غیر محفوظ قرار دیا ہے اس میں اعتراض ہے۔ کیونکہ ابوخالد سلمان بن حیان ان ثقہ لوگوں میں سے ہیں جن سے بخاری ومسلم نے حجت پکڑی باوجود اس مرتبہ کے وہ اس زیادت میں منفرد نہیں بلکہ اس روایت میں ابوسعید محمد بن سعد انصاری اَسلمی مدنی نزیل بغداد کی متابعت بھی ہے۔ انہوں نے بھی اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے۔ یعنی ''اذا قرأ فانصتوا)'' یہ الفاظ ان کی روایت میں بھی موجود ہیں۔ بلکہ امام احمد کی روایت کردہ حدیث میں سعد الصاغانی محمد بن میسرہ بھی شریک ہیں۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ خود بیہقی نے کہا کہ اس حدیث کی روایت خارجہ بن مصعب اور یحیٰی بن العلاء نے بھی زید بن اَسلم سے کی ہے۔ جب یہ حدیث مبارک متعدد طرق سے مروی ہے تو پھر اس میں اعتراض کیسا اور صرف ابوداؤد کے کہنے سے یہ الفاظ مبارکہ اصل حدیث سے کیسے خارج ہوسکتے ہیں۔ جبکہ اس کی متابعت لفظی ومعنوی بھی موجود ہے۔

وجہ سوم: ابن خزیمہ نے ''صحیح'' میں اس حدیث میں اس زیادتی کو درست کہا ہے۔

وجہ چہارم: مسلم نے کہا میرے نزدیک یہ حدیث ابوہریرہ صحیح ہے۔ اور ان کے الفاظ یہ ہیں

قال ابو اسحاق قال ابوبکر بن اخت ابی النضر فی هذا الحدیث فقال مسلم ترید أحفظ من سلیمان. فقال لهٗ ابوبکر فحدیث ابوهریرة صحیح یعنی "واذا قرأ فأنصتوا" فقال هو عندی صحیح (مسلم بع نووی، ج1، ص174)

ابو اسحاق ابراہیم بن سفیان صاحب مسلم کہتے ہیں ابوبکر بن اخت ابی النضر نے اس حدیث کے متعلق کہا تو امام مسلم نے فرمایا تیرا ارادہ ہے کہ میں سلمان سے زیادہ حافظ ہوں"؟ ابوبکر نے امام مسلم کو کہا حدیث ابوہریرہ کیسی ہے، فرمایا وہ صحیح ہے یعنی "واذا قرأ فانصتوا" امام مسلم نے کہا میرے نزدیک یہ صحیح ہے۔

تو امام مسلم کے صحیح کہہ دینے کے بعد ابوداؤد کے قول کی کچھ وقعت باقی نہیں رہتی اور مسلم نے یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ حدیث کے الفاظ ہیں غیر محفوظ نہیں، جیسا کہ ابوداؤد کا وہم ہے لہٰذا حدیث ابوہریرہ صحیح ہے اور امام کے پیچھے نہ پڑھنا حدیث صحیح سے ثابت ہے۔

علامہ محمد حسن سنبھلی حنفی فرماتے ہیں یہ مسلم، آئمہ حدیث اور اہل نقل کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہیں۔ انہوں نے اس حدیث کے صحیح ہونے کا حکم دے دیا اور اس کے ساتھ امام بیہقی اور ان کے ہم مثل معترضین کا بھی رد ہو گیا۔

وجہ پنجم: ابوخالد اور ابن عجلان کی آئمہ فن اور ارباب رجال میں سے بعض علماء نے توثیق فرمائی اور صاحب تقریب نے ابوخالد الأحمر کو مرتبہ میں پانچویں اور آٹھویں طبقہ سے شمار کیا ہے۔ اس سے قبل ارباب رجال سے محمد بن عجلان کے متعلق آپ نے سماعت فرمایا، اب ابوخالد کے متعلق بھی علمائے نقد کی تصریح ملاحظہ ہو۔

حافظ ابن حجر "التہذیب" میں فرماتے ہیں

سلمان بن حیان ازدی ابوخالد الأحمر کوفی جعفری (متوفی 190ھ)

ابن ابی مریم سے کہ یحییٰ بن معین نے کہا "ثقہ ہیں" اور اسیطرح ابن المدینی نے کہا۔ عثمان دارمی نے ابن معین سے نقل کیا کہ (لیس بہ بأس) اور اسی طرح نسائی نے کہا۔ عباس بن محمد دوری، ابن معین سے ناقل ہیں کہ "صدوق"، یعنی وہ سچے ہیں۔ ابوھشام رفاعی کہتے ہیں "ثقہ امین" ابوحاتم کہتے ہیں "صدوق" ابن عدی کہتے ہیں "لہ احادیث صالحۃ" حافظ ابن حجر فرماتے ہیں میں نے ابن سعد کو ان کے متعلق کہتے سنا۔ "کان ثقۃ کثیر الحدیث" اور ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے اور امام

عجلی کہتے ہیں "ثقہ ثبت صاحب سنۃ" امام ذھبی فرماتے ہیں "ابوخالد الأحمر صحاح ستہ کے رجال سے ہیں"۔

(تہذیب التہذیب، ج4، ص181 ___ میزان الاعتدال، ج2، ص200)

ارباب رجال اور آئمہ فن کی تصریح سے ثابت ہوا کہ ابوخالد الأحمر اور محمد بن عجلان ثقہ ہیں لہٰذا ان کی روایت کردہ حدیث صحیح ہے۔

فقط ابوداؤد کے قول "لفظہ لیست بمحفوظۃ" اور امام بیہقی کا ابوخالد کے وہم پر اس حدیث کے الفاظ "واذا قرأ فانصتوا" کو مرفوع نہ سمجھنا بذات خود ایک وہم ہے۔ امانت و دیانت کا تقاضا یہی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ان الفاظ کو اصل حدیث تسلیم کر لیا جائے کیونکہ اس حدیث کی شاہد حدیث ابوموسیٰ الاشعری بھی ہے جس میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں آیئے حدیث ابوموسیٰ الاشعری سماعت فرمائیں۔

حدیث ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ

(74) حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا علی بن عبداللہ قال حدثنا جریر عن سلمان التیمی عن قتادۃ عن ابی غلاب عن حطان بن عبداللہ الرقاشی عن ابی موسیٰ الاشعری قال علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قمتم الی الصلوۃ فلیؤمکم احدکم واذا قرأ الامام فانصتوا۔

(مسند امام احمد، ج4، ص265)

حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں۔ ہمیں نماز پڑھنے کا طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا اور فرمایا جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو تم خاموشی سے سنو کیوں کہ امام کا پڑھنا ہی مقتدی کے لئے کافی ہے۔

امام بیہقی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا، ابوعلی روزباری نے کہا ابوبکر بن داسہ نے کہا کہ ابوداؤد سجستانی کا "وانصتوا" کے بارے کہنا، یہ محفوظ نہیں، کچھ

حیثیت نہیں رکھتا مزید فرماتے ہیں۔ ابوعبداللہ الحافظ نے فرمایا میں نے ابوعلی روذباری سے سنا' فرماتے ہیں کہ جریر نے سلمان تیمی سے اس حدیث کی تخریج کر کے تمام اصحاب قتادہ کی مخالفت کی ہے۔

شیخ الحافظ علامہ ماردینی المعروف بابن ترکمانی ''الجوہر النقی'' میں اس کا جواب یوں دیتے ہیں۔

''میں کہتا ہوں'' سنن ابوداؤد کے غیر نسخہ میں، میں نے دیکھا ہے ''فانصتوا لیس بمحفوظ'' ہے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ اور سلمان تیمی جلیل القدر ہیں شعبہ بن حجاج فرماتے ہیں۔ میں نے بہت زیادہ سچا اس سے اور کوئی نہیں دیکھا' (علل الخلال) میں ہے۔ میں نے احمد بن حنبل سے کہا لوگ کہتے ہیں سلمان تیمی نے خطا کی ہے احمد بن حنبل نے فرمایا، کون کہتا ہے اور جس نے کہا اس نے سلمان تیمی پر الزام لگایا ہے۔

ثقہ کی زیادتی مقبول ہے

علامہ ابن ترکمانی فرماتے ہیں ہم تسلیم نہیں کرتے کہ سلمان تیمی نے اصحاب قتادہ کی مخالفت کی ہے بلکہ ان پر یہ الفاظ زیادہ کئے ہیں اور زیادہ کرنا ثقہ کا مقبول ہے اور بعض نسخ مسلم میں اس حدیث کے بعد جو بیان کیا گیا یعنی امام مسلم نے فرمایا یہ الفاظ (اذا قرأ فانصتوا) میرے نزدیک صحیح ہیں۔ امام مسلم کا اس حدیث مبارک کو جسے ابوموسیٰ اشعری نے روایت کیا، صحیح قرار دینا سلمان تیمی کی روایت کے لئے جید شہادت ہے۔

اور خود امام بیہقی نے اپنی روایت کے ساتھ سعید بن ابی عروبۃ اور عمر بن عامر کی روایت کو قتادہ سے اسی طرح تخریج فرما کر روایت سلمان تیمی کی متابعت ثابت کی ہے۔

وہ حدیث اس طرح ہے۔

روایت سلمان تیمی اور اس کی متابعت

(75)عن سالم بن نوح ثنا عمر بن عامر وسعيد بن ابی عروبة عن قتادة عن يونس بن جبير يعنی أبا غلاب عن حطان ابن عبدالله الرقاشی قال صلی بنا ابوموسیٰ فقال ابوموسیٰ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعلّمنا اذا صلی بنا فقال انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبّروا اذا قرأ فأنصتوا.

(سنن کبریٰ للبیہقی، ج2،ص156)

حطان بن عبداللہ الرقاشی کہتے ہیں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی اور فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تو ہمیں نماز پڑھنے کا طریقہ ارشاد فرماتے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اسی لئے بنایا گیا ہے کہ تم اس کی اقتداء کرو، جب تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قرأت کرے تم خاموش رہو۔

معلوم ہوا فقط سلمان تیمی سے ہی یہ مروی نہیں بلکہ عمر بن عامر اور سعید بن ابی عروبہ سے بھی اسی طرح مروی ہے یعنی جب امام پڑھے تو خاموش رہو۔

ابوعلی روزباری کا قول باطل ہوا کہ اصحاب قتادہ اس کے مخالف ہیں۔ یہ عمر بن عامر اور سعید بن ابی عروبہ ___ سلیمان تیمی، اصحاب قتادہ میں سے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان (واذا قرأ أنصتوا) کو ثابت کر رہے ہیں۔ اور سالم بن نوح کے متعلق دارقطنی نے ''لیس بقوی'' کہا۔ حالانکہ اس کی احادیث کو مسلم، ابن خزیمہ، ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے تخریج کیا ہے ___ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس کی حدیث بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور ابوزرعہ کہتے ہیں ''صدوق ثقہ''

لہٰذا یہ حدیث صحیح اور قابل حجت ہے۔

سلمان تیمی اور سالم بن نوح ...... اصحاب نقد کی نظر میں

آیئے ذرا ملاحظہ ہو ان دو حضرات سلمان التیمی اور سالم بن نوح کی حیثیت کو علمائے اسمائے رجال کی نظر میں کیا اہمیت حاصل ہے۔

(ا) سلیمان بن طرخان التیمی ابوالمعتمر بصری، متوفی 143

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

ربیع بن یحیٰ، سعید القطان سے کہتے ہیں میں نے سلیمان تیمی سے اَصدق کوئی نہیں دیکھا عبداللہ بن احمد نے اپنے باپ سے فرمایا۔ "ثقۃ"

ابن معین اور نسائی کہتے ہیں ثقہ۔ امام عجل کہتے ہیں آپ تابعی ہیں اور ثقہ اہل بصرہ کے خیار لوگوں میں سے ہیں۔

ابن سعد کہتے ہیں "کان ثقة کثیر الحدیث"

امام ثوری کہتے ہیں بصرہ کے حفاظ تین ہیں اور ان میں سے ایک سلیمان ہیں ابن حبان نے "ثقات" میں سے کہا۔ سلیمان تیمی اہل بصرہ کے عبادت گزار اور صالحین میں سے ہیں۔ ثقة واتقانا وحفظا وسنة.

(تہذیب التہذیب، ج 4، ص صفحہ 203)

☆ سالم بن نوح بن ابی عطاء البصری الجزری ابوسعید العطار، متوفی 200ھ

عبداللہ بن احمد اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ اس کی حدیث لکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ ابوزرعہ کہتے ہیں لاباس به صدوق ثقة

ابو حاتم کہتے ہیں اس کی احادیث لکھی جائیں اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور امام ساجی کہتے ہیں "صدوق ثقہ" اور اہل بصرہ ابن معین سے زیادہ اس کو جانتے ہیں۔ ابن شاہین نے اس کا ذکر ثقات میں کیا ہے اور ابن شاہین نے بحوالہ ابن معین کہا کہ اس کی احادیث لکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ ابن نافع کہتے ہیں وهو بصری ثقة. (تہذیب التہذیب، ج 3، ص 443)

آئمہ فن اور ارباب رجال سے ان حضرات کے بارے میں آراء آپ نے

سماعت فرمائیں کہ یہ دونوں ثقہ ہیں۔ اور اکثر آئمہ فن کا ان پر اتفاق ہے۔ جب اکثر نے ان کی توثیق فرمادی تو ان کی احادیث صحیح ہونے میں کوئی شک نہ رہا۔ فقط دار قطنی کی جرح کرنے سے اس کی ثقاہت مجروح نہیں ہوتی۔ کیونکہ جرح مبہم تعدیل وتوثیق کے منافی نہیں۔

لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ امام کو منتخب ہی اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس امام کا قرأت کرنا، مقتدی کے لئے کافی ہے اس اعتبار سے مقتدی حکماً قاری ہے اور امام حقیقۃً

حدیث عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

(76) أخبرنا ابو سعد الملینی أنبا ابو أحمد عبدالله بن عدی الحافظ ثنا عبدالله ابن الحسین الصفار و ابن صاعد قالا ثنا یوسف بن موسیٰ ثنا سلمة بن الفضل ثنا الحجاج بن أرطاة عن قتادة عن زرارة بن أوفی عن عمران بن حصین قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی بالناس رجل یقرأ خلفة فلما فرغ قال من ذالذی یخالجنی سورتی فنهی عن القراة خلف الامام (سنن کبریٰ للبیہقی، ج 2، ص 163/ودارقطنی)

عمران بن حصین فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے تو ایک شخص آپ کے پیچھے قرأت کرنے لگا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کون مجھے تلاوت سورت (جو آپ پڑھ رہے تھے) میں خلجان میں ڈال رہا تھا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے پڑھنے سے منع کر دیا۔

یہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے اور اس میں یہ الفاظ الفاظ (فنهی عن القراة خلف الامام) فقط حجاج بن اَرطاۃ کی روایت میں ہیں

اور کسی نے ان الفاظ کے ساتھ عمران بن حصین سے اس حدیث کو روایت نہیں کیا۔

اس حدیث کے بارے میں امام بیہقی نے صرف یہی کہا کہ اس روایت کے ساتھ حجاج بن اُرطاۃ منفرد ہیں گویا اس حدیث کو شاذ قرار دے رہے ہیں اور حدیث شاذ ہمارے نزدیک قابل حجت ہے۔

اور دار قطنی نے کہا اس روایت کے ساتھ حجاج بن ارطاۃ منفرد ہیں اور وہ قابل حجت نہیں۔ حدیث عمران بن حصین کو بلا ذکر (فنهى عن القراة خلف الامام) اکثر محدثین نے نقل فرمایا ہے۔

(77) حدثنا اسحاق بن ابراهيم الدبرى أنا عبدالرزاق أنا معمر عن قتادة عن زوارة بن أوفى عن عمران بن حصين ان النبى صلى الله عليه وسلم صلى باصحابه الظهر فلما قضى صلوتهٔ قال ايكم قرأ (سبح اسم ربك الاعلى) فقال بعض القوم أنا يا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال قد عرفت ان بعضكم خالجنيها ـــ وفى رواية قد علمت ان رجلا خالجنيها. (طرانی فی الکبیر، ج18، ص260 ـــ عبدالرزاق فی مصنفہ، حدیث نمبر 2799 مسند احمد، ج 4 ص 498 ـــ مسلم شریف، حدیث نمبر 398 ـــ ابوداؤد، حدیث نمبر 813,814 ـــ نسائی، ج2، ص140 ـــ ابوعوانہ، ج2، ص145 ـــ مسند حمیدی، حدیث نمبر 835)

عمران بن حصین فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز ظہر ادا کی جب نماز پوری فرما چکے تو فرمایا تم میں سے کسی نے (سبح اسم ربک الاعلیٰ) کی تلاوت کی۔ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے قرأت کی ہے۔ فرمایا، مجھے معلوم ہوگیا کہ تم میں سے کسی نے میری قرأت میں خلل ڈالا ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے میں نے جان لیا کہ کسی شخص نے میری قرأت میں خلل ڈالا ہے۔

دونوں حدیثیں آپ کی خدمت میں پیش کردیں۔ پہلی حدیث دارقطنی اور بیہقی نے روایت کی اور حجاج بن ارطاۃ پر جرح کی، اور دوسری حدیث تمام کے نزدیک قابل حجت ہے اور بیہقی اور دارقطنی کے نزدیک لفظ ''نہٰی'' میں کلام ہے (یعنی فنهٰى هم عن القرأة) اور ان کے نزدیک یہ الفاظ محفوظ نہیں کیونکہ حدیث کا مدار فقط حجاج بن ارطاۃ ہیں اور یہ ابن ارطاۃ ان کے نزدیک قابل حجت نہیں۔ اس لئے پہلے حجاج ابن ارطاۃ پر ناقدانہ تبصرہ ملاحظہ فرمایئے۔

حجاج بن اُرطاۃ اصحاب نقد کی نظر میں

حجاج بن ارطاۃ ثور بن ہبیرہ بن شراحیل النخعی ابو ارطاۃ الکوفی القاضی (المتوفی 140)

ابن عیینہ کہتے ہیں میں نے ابن ابی نجیح سے سنا، وہ کہتے ہیں، تم میں سے اس کی مثل کوئی نہیں یعنی حجاج ابن ارطاۃ کی۔

امام ثوری کہتے ہیں تم پر لازمی ہے کہ حجاج بن ارطاۃ کے ساتھ ہو جاؤ کیونکہ ایسا کوئی نہیں رہا جو پہچانا جائے کہ یہ اس کے سر سے نکلتا ہے مگر حجاج بن ارطاۃ۔

امام عجلی فرماتے ہیں حجاج بن ارطاۃ فقیہ تھے۔

ابوغالب، امام احمد کے حوالے سے فرماتے ہیں: كان من الحفاظ

ابن خثیمہ کہتے ہیں ''عن ابن معین صدوق''

ابوزرعہ کہتے ہیں ''صدوق یدلس'' اور اسی طرح ابوحاتم نے کہا۔

ابن عیینہ کہتے ہیں ہم منصور بن المعتمر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے ایک حدیث کا ذکر کیا۔ منصور نے پوچھا یہ حدیث تجھ سے کس نے بیان کی۔ انہوں نے کہا حجاج بن ارطاۃ نے۔ منصور بن المعتمر نے کہا، حجاج بن ارطاۃ سے حدیث لکھی جائے۔

اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں، ارطاۃ پر زیادہ سے زیادہ یہی الزام ہے کہ وہ اپنے شیخ کا نام ذکر نہیں کرتے۔ (تہذیب التہذیب، ج2 ص197)

امام ذہبی فرماتے ہیں ''حجاج بن ارطاۃ فقیۃ''
اور آپ سے سفیان' شعبہ' ابن نمیر' عبدالرزاق اور ایک بڑی تعداد نے روایت کی
امام عجلی فرماتے ہیں ''کان فقیھا مفتیا
امام احمد فرماتے ہیں کان من الحفاظ۔
ابن معین کہتے ہیں ''لیس بالقوی وھو صدوق یدلس ''یعنی ابن ارطاۃ قوی نہیں' صادق ہے اور تدلیس کرتا ہے۔
امام ابوحاتم فرماتے ہیں جب وہ کہے ''حدثنا'' تو وہ صالح ہے اس کے صدق اور حفظ میں شک نہ کیا جائے۔
امام احمد فرماتے ہیں ''الحجاج حافظ''
حماد بن زید کہتے ہیں' حجاج بن ارطاۃ جب ہمارے پاس آئے ان کی عمر 31 سال تھی میں نے دیکھا' ایک ازدحام ان کے اردگرد تھا ایسا ازدحام حماد بن ابی سلیمان کے پاس بھی نہیں تھا۔ ان کے پاس میں نے مطر الوراق' داؤد بن ھند اور یونس کو دیکھا کہ گھٹنوں کے بل مختلف احادیث کے متعلق آپ کی رائے پوچھ رہے تھے۔

عثمان دارمی' یحیٰی سے فرماتے ہیں حجاج بن ارطاۃ کی روایت قتادۃ بن دعامہ سے صالح ہے۔ امام شعبہ بن حجاج فرماتے ہیں حجاج بن ارطاۃ اور ابن اسحاق سے حدیث لکھو۔ کیونکہ وہ دونوں حافظ ہیں۔ ابن حبان نے کہا۔
ابن مبارک' یحیٰی بن قطان' ابن مہدی' ابن معین اور امام احمد نے حجاج بن ارطاۃ کو چھوڑ دیا تھا۔ امام ذہبی فرماتے ہیں یہ اقوال' بے تکی باتیں ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔

نسائی نے مدلسین کا ذکر کیا (وہ یہ ہیں) الحجاج بن ارطاۃ' حسن' قتادہ' حمید' یونس بن عبید' سلیمان التیمی' یحیٰی بن کثیر' ابواسحاق' حکم' اسماعیل بن ابی خالد' مغیرۃ' ابوالزبیر ابن ابی نجیح' ابن جریج' سعید بن ابی عروبۃ' ہشیم' ابن عیینہ۔

امام ذہبی فرماتے ہیں اعمش' ولید بن مسلم اور بقیہ وغیرھم تمام حضرات مدلس میں سے ہیں۔ (میزان الاعتدال' ج 1' ص 480)
خلاصہ کلام: تمام کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ حجاج ابن ارطاۃ پر سوائے تدلیس کے کوئی اور الزام نہیں۔ امام ذہبی نے عثمان دارمی عن یحیٰی کے حوالے سے فرمایا حجاج بن ارطاۃ کی قتادہ بن دعامہ سے روایت صالح ہے اور مذکورہ روایت جس کے راوی دارقطنی ہیں اس میں حجاج ابن ارطاۃ نے قتادہ سے روایت کی' لہٰذا علت ختم ہوئی۔
سوم: قتادہ بن دعامہ کے متعلق امام ذہبی لکھتے ہیں۔ ''قتادۃ بن دعامۃ سدوسی (حافظ' ثقۃ' ثبت) لیکن وہ مدلس ہے اور قدریہ کی طرف آپ کو موسوم کیا گیا۔ یہ ابن معین کا قول ہے'' امام ذہبی فرماتے ہیں باوجود اس کے' اصحاب صحاح نے آپ کو قابل حجت تسلیم کیا ہے بالخصوص جب وہ حدثنا سے روایت کرتا ہے۔
(میزان الاعتدال' ج 3' ص 385)
معلوم ہوا اصحاب صحاح نے باوجود قتادۃ کے مدلس ہونے کے ان سے روایت کی ہے اور اگر حجاج بن ارطاۃ مدلس ہیں تو ان کی روایت کو کیوں قبول نہیں کیا جاسکتا' حالانکہ حجاج بن ارطاۃ' قتادۃ کی نسبت روایت میں صالح ہیں پھر جب سفیان بن عیینہ' سفیان ثوری اور شعبہ بن حجاج جیسے آئمہ جرح وتعدیل اور امراء المومنین فی الفقہ' حجاج بن ارطاۃ کی توثیق کر رہے ہیں اور شعبہ جیسے سخت نقاد ان سے روایت کر رہے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ان کی روایت کردہ حدیث قابل تسلیم نہ ہو۔

مدلس کی روایت کا حکم

امام نووی مقدمہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں مدلس کے حق میں صحیح قول یہی ہے جسے جمہور آئمہ جرح وتعدیل نے نقل کیا۔ کہ جب کسی لفظ محتمل سے روایت کرے کہ جس سے سماع ظاہر نہ ہو' وہ مرسل ہے اور جو اس کو ظاہر کردے مثلاً سمعت' حدثنا' اخبرنا یا ان کے مشابہ اور الفاظ کے ساتھ' وہ حدیث صحیح ہے اور مقبول ہے قابل حجت' صحیحین اور ان کے علاوہ دیگر کتب اصول میں اس قسم کی تدلیس بہت زیادہ پائی

جاتی ہے جس کا احصاء ناممکن ہے۔ مثلاً قتادہ، اعمش، سفیانین وھشیم اور ان کے علاوہ۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ تدلیس کذب نہیں، اور جب کذب نہ ہو تو جمہور کے قول کے مطابق وہ محرم نہیں۔ اور راوی عادل، ضابط اور اس کا سماع ظاہر ہو تو اس کے صحیح ہونے پر حکم واجب ہے۔

امام نووی کی تصریح کے بعد معلوم ہو جانا چاہیے کہ حجاج بن ارطاۃ مدلس ہیں لیکن قتادہ سے نہیں کیونکہ اس سے حجاج بن ارطاۃ کا روایت کرنا صالح اور صحیح ہے اس سے ثابت ہوا کہ حجاج بن ارطاۃ کا قتادہ سے سماع بین وظاہر ہے۔ ورنہ قتادہ سے بھی آپ کی روایت تدلیس کے زمرہ میں آئے گی اور سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری وشعبہ بن حجاج کی توثیق وتعدیل نے حجاج بن ارطاۃ کی قتادہ سے روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور صالح کہا ہے اور حدیث صحیح محتج بہ ہے

خلاصہ کلام یہ کہ آئمہ فن اور ارباب رجال کی تصریح نے ثابت کیا کہ جس حدیث کو دار قطنی اور پھر بیہقی نے حجاج بن ارطاۃ سے روایت کیا، صحیح ہے۔ دار قطنی کا وہم غلط ہے۔ کہ حجاج بن ارطاۃ قابل حجت نہیں۔ باقی رہا ابن ارطاۃ کا اس روایت میں منفرد ہونا تو ظاہر ہے ہمارے نزدیک حدیث شاذ، مقبول ہے۔

اور اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ محدثین کے نزدیک مدلس کی معنعن سے روایت مقبول نہیں تو ہمارے نزدیک دوسری حدیث جسے مسلم، طبرانی اور ان کے علاوہ دیگر محدثین نے جسے روایت کیا جس میں آپ نے فرمایا (خالجنیھا) نہی کے اعتبار سے حدیث اول سے بھی زیادہ قوی ہے۔

صاحب تنسیق النظام کی تحقیق

شیخ الحافظ محمد حسن ''تنسیق النظام'' میں فرماتے ہیں۔

اولاً تو ہم کہتے ہیں کہ حجاج بن ارطاۃ قابل حجت ہیں کیونکہ وہ ثقہ اور صدوق ہیں اور اصحاب رجال نے ان کی توثیق وتعدیل فرمائی۔ تقریب میں ان کو مرتبہ سے لحاظ

سے پانچویں اور طبقہ کے لحاظ سے ساتویں میں شمار کیا اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔

ثانیاً، اگر تسلیم کر بھی لیا جائے کہ لفظ ''نھی'' غیر محفوظ ہے بلکہ واجب الحذف ہے تو ہمیں اس کا کوئی نقصان نہیں۔ اس لئے کہ نہی کا معنی صرف لفظ نھی سے ہی حاصل نہیں بلکہ مخالجت سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہ طعن وتعریض کی قسم سے ہے جو بطریق اشارہ اس بات پر دلالت کر رہا ہے اور یہ صراحت سے زیادہ بلیغ ہے اور اس کی طرف اشارہ ظاہر ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخالجت میں ڈالنا کسی کے نزدیک بھی محمود نہیں بلکہ مذموم وشنیع ہے اور قبیح، اور یہی نہی اور منع کے معانی ہیں۔ لہٰذا مخالجت سے منع کرنا اور روکنا، نہی کو بدرجہ ابلغ ثابت کر رہا ہے۔ لہٰذا یہ دونوں حدیثیں اس بات پر قوی دلیل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کو امام کے پیچھے پڑھنے سے منع کیا ہے خواہ وہ سری نماز ہو یا جہری۔ کیونکہ امام کا پڑھنا ہی مقتدی کا پڑھنا ہے۔

- ابوزکریا نووی نے اس حدیث کے ماتحت فرمایا۔

خالجنیھا ای نازعنیھا ومعنی ھذا الکلام الانکار علیہ، والانکار فی جھرہ أو رفع صوتہ بحیث أسمع غیرہٗ لاعن اصل قرأتہ (مسلم شریف بمعہ نووی، ج 1، ص 173)

یعنی مخالجت بمعنی منازعت ہے اور اس کلام کا معنی اس کا انکار کرنا ہے۔

امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے ثابت ہوا کہ مخالجت کا معنی منع اور نہی کے معنی میں ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے پڑھنے پر انکار فرمایا۔ کیا اس جگہ آپ کا انکار فرمانا، منع کرنا نہیں۔ معلوم ہوا دوسری حدیث جو عمران بن حصین سے مروی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں (خالجنیھا) یہ بھی نہی اور منع پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ محمد حسن سنبھلی نے بالتحقیق بیان فرمایا۔ لہٰذا اب کسی کو اس بات میں شک نہیں ہونا چاہیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

امام نووی نے انکار کی جو وجہ بیان کی اس سے قطع نظر اتنا ہی کافی ہے کہ ان کے نزدیک مخالجت بمعنی انکار قرأت ہے۔ باقی رہا یہ قول کہ یہ انکار اس کے جھر یا رفع صوت پر ہے (جیسا کہ امام نووی علیہ الرحمۃ نے وجہ بیان کی) اصل قرأت میں نہیں۔ یہ قول بالکل غلط ہے۔ کیونکہ استفہام سے مراد ایک جاہل کے نزدیک بھی پڑھنے والا مراد نہیں بلکہ اصل قرأت ہے ورنہ اس میں بے شمار مفاسد لازم آئیں گے۔ وہ مفاسد تیسرے باب میں مولانا عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ سے آپ عنقریب سماعت فرمائیں گے۔

لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار اصل قرأۃ سے ہی تھا اس لئے آپ نے اس کے پڑھنے سے منع فرما دیا۔

یہ تھیں وہ احادیث مرفوعہ جن کے متعلق آپ نے تفصیل ملاحظہ فرمائی اور اب اس باب میں آثار موقوفہ مرفوعہ پیش خدمت ہیں۔ قبل ازیں کہ آثار بیان کئے جائیں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس باب میں جملہ آثار جو طرق متعددہ سے مروی ہیں میری کوشش ہوگی کہ ان تمام طرق کو ضبط تحریر میں لا کر امام کے پیچھے' نہ پڑھنے کا حکم با تحقیق ثابت کیا جائے تاکہ یہ جملہ آثار مذہب' امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے موید اور اہل سنت وجماعت کے لئے دلیل قاطعہ ثابت ہوں اور جن اصحاب محدثین نے آثار کو تخریج فرمایا ان کی ترتیب بھی ملحوظ خاطر رہے تاکہ ایک محدث کی تخریج کردہ آثار ایک ہی جگہ بالاستیعاب تحریر ہوں تاکہ ان تک رسائی ممکن ہو۔

واللہ أعلم بالصواب

باب سوم

آثار صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم

ازموطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ

امام محمد بن حسن شیبانی فرماتے ہیں امام کے پیچھے قرأت نہیں خواہ وہ بلند آواز میں پڑھی جانے والی نماز ہو یا آہستہ آواز سے۔ آثار عامہ اس کے حق میں آئے ہیں اور یہی قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

اثر اوّل

(78) قال أخبرنا عبيدالله بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن نافع عن ابن عمر رضى الله عنه قال من صلى خلف الامام كفته، قرأته

عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی اس کے لئے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

اثر دوم

(79) قال محمد أخبرنا سفيان بن عيينه عن منصور بن المعتمر عن ابى وائل قال سئل عبدالله بن مسعود عن القرأة خلف الامام قال أنصت فان فى الصلوٰة شغلا سكيفيك

ذاک الامام.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا' خاموش رہو بے شک نماز تو مشغول ہونا ہے (بے شک یہ قرأت نماز میں خلل ہے) اور امام کا پڑھنا ہی تیرے لئے کافی ہے۔

لفظ شغل کا مفہوم

علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ "شغل" کے متعلق لکھتے ہیں۔ شَغَلَ' شُغُل' اور شُغْل" سب کا ایک ہی معنی ہے۔

أی اشتغالا للبال فی تلک الحال مع الملک المتعال یمنعها القیل والقال

یعنی اس حال میں جب امام قرأت کر رہا ہو دل رب ذوالجلال کے ساتھ مشغول ہوتا ہے اور یہ حالت قیل وقال یعنی کلام سے روکتی ہے۔

اثر سوم

(80) قال محمد أخبرنا محمد بن أبان بن صالح القرشی عن حماد عن ابراهیم النخعی عن علقمة بن قیس ان عبدالله بن مسعود رضی الله عنه کان لایقرأ خلف الامام فیما یجهر فیه وفیما یخافت فیه فی الأولیین ولافی الأخریین واذا صلی وحده قرأ فی الأولین فاتحة الکتاب وسورة ولم یقرأ فی الاخریین شیئا.

ابراہیم نخعی' علقمہ بن قیس سے نقل فرماتے ہیں۔ عبداللہ بن مسعود امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔ خواہ نماز جہری ہو یا سری' نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ آخری دو میں۔

اور جب تنہا نماز پڑھتے تو پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی سی

سورت ملاتے اور آخری دو رکعتوں میں کچھ نہ پڑھتے۔

اثر چہارم

(81) قال محمد أخبرنا سفیان الثوری حدثنا منصور عن ابی وائل عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه قال أنصت للقرأة فان فی الصلوٰة شغلاً وسیکفیک الامام

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امام کی قرأت سننے کے لئے خاموش رہو بے شک نماز میں شغل ہے (یعنی دل' رب تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہوتا ہے) اور تجھے امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔

اثر پنجم

(82) قال محمد أخبرنا ابن سعد بن قیس حدثنا عمرو بن محمد بن زید عن موسیٰ بن سعد بن زید بن ثابت یحدثه عن جده انه قال' من قرأ خلف الامام فلاصلوٰة له.

موسیٰ بن سعد بن زید بن ثابت' عمرو بن محمد بن زید کو اپنے دادا سے حدیث بیان کرتے ہیں (یعنی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے' جو کہ ایک جلیل القدر صحابی اور کاتب وحی ہیں) فرماتے ہیں جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی کوئی نماز نہیں۔

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ "تعلیق المجد علی مؤطا محمد" حاشیہ نمبر 6 میں لکھتے ہیں۔

قوله' قرأ کانه محمول علی القرأة المخلة بالاستماع والنفی محمول علی نفی الکمال) حضرت زید بن ثابت کا یہ کہنا کہ امام کے پیچھے قرأت سے نماز نہیں ہوتی' گویا یہ اُس قرأت پر محمول ہے جو سننے میں مخل ہو اور یہ نفی' کمال کی نفی ہے۔

مولانا عبدالحیٔ لکھنوی کی قوتِ فیصلہ

معلوم ہوتا ہے عبدالحیٔ لکھنوی میں قوت فیصلہ کا فقدان ہے اور اُن میں خود اعتمادی نہیں، مبہم الفاظ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کی تائید کرتے ہیں۔ مثال آپ کے سامنے ہے خود تحریر فرمارہے ہیں کہ یہ نفی، کمال کی نفی ہے یعنی مکمل طور پر۔ جبکہ حدیث عبادہ بن صامت کے ماتحت لکھتے ہیں۔

وقد زعم من لم یوجب قرأة الفاتحه فی الصلوٰة لانه النقصان والصلوٰة الناقصة جائزة وهذا تحكم فاسد والنظر یوجب ان لایجوز الصلوٰة لانها صلوٰة لم تتم.

(موطا امام محمدؒ ص 98، حاشیہ نمبر 11)

''جن لوگوں نے قرأۃ فاتحہ کو نماز میں واجب قرار نہیں دیا ان کے گمان میں یہ نقصان ہے اور ناقص نماز جائز ہے مگر (لکھنوی صاحب کا اعتراض) یہ فاسد ہٹ دھرمی ہے اور ظاہری طور پر واجب یہی ہے کہ نماز جائز نہ ہو کیونکہ اس طرح نماز مکمل نہیں ہوتی (اور نامکمل نماز واجب الاعادہ ہے)

غور فرمایئے! حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول (لاصلوٰة له) میں نفی کمال کے تحت نماز کے جواز پر فتویٰ دے دیا اور اس جگہ نفی کمال کی بجائے نفی ذات کو ترجیح دے رہے ہیں حالانکہ حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ میں لفظ خداج اور غیر تمام کی دلالت، نفی صفت کمال پر ہے۔ اس کے باوجود وہ نماز، واجب الاعادہ جبکہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول میں جائز ہے۔

مولانا عبدالحیٔ لکھنوی کی کشمکش

اس سے آپ اندازہ فرمائیں حضرت عبدالحیٔ لکھنوی کس طرح کشمکش میں مبتلا ہوئے اور یقینی فیصلہ نہ کر سکے۔

اسی صفحہ کے حاشیہ نمبر 5 پر حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ماتحت لکھتے ہیں۔

عبارت نمبر 1:

''بعض روایات میں جو ''فانتهى الناس عن القرأة خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم '' کے الفاظ آئے اور ان سے بعض لوگوں نے اس کے ظاہر سے دلیل پکڑی۔ یہ ان لوگوں پر ظاہر نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض روایات میں اس کی قید وارد ہوئی یعنی اس نماز میں قرأت فاتحہ جائز نہیں جو جہری ہیں اور بعض روایات بعض دوسری روایات کی مفسر ہیں۔

والحق ان ظاهر هذا الحديث مؤيد لما اختاره المالک

اورحق بات یہ ہے کہ اس حدیث کا ظاہر مذہب امام مالک کا مؤید ہے

علامہ صاحب ادھر تو امام مالک علیہ الرحمۃ کے مذہب پر فتویٰ صادر فرما گئے ہیں۔

جبکہ صفحہ 101 حاشیہ نمبر 1 پر لکھتے ہیں ''امام ابن ہمام شارح ہدایہ کا قول کہ ''اس بات پر صحابہ کا اجماع ہے'' کے ماتحت لکھتے ہیں۔

عبارت نمبر 2

''وفيه نظر وهوانه لم يرد فى حديث مرفوع صحيح النهى عن القرأة خلف الامام و كل ماذكروه مرفوعاً فيه اما لا أصل له، اما لايصح''

ابن ہمام کے قول میں اعتراض ہے اس لئے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کے حق میں کسی مرفوع صحیح حدیث میں نہی وارد نہیں ہوئی۔ جو بھی اس باب میں حدیث مرفوع انہوں نے ذکر کی ہیں یا تو اس کی اصل نہیں یا وہ حدیث صحیح نہیں۔''

موازنہ کیجئے

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی کی دونوں عبارتوں کا موازنہ کرتے ہوئے فیصلہ کیجئے کس قدر تفاوت اور فرق ہے ہر ذی عقل ان کو دو کشتیوں کا سوار قرار دیئے بغیر نہیں رہے

گا۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ موصوف دو کشتیوں سے بھی تجاوز کر گئے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ لا الی ھو لاء ولا الی ھولاء

اسی لئے میں نے عرض کیا تھا کہ علامہ موصوف مبہم الفاظ میں مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تائید کرتے ہیں۔ اور کبھی امام شافعی کے قصیدہ خواں بن جاتے ہیں۔ اور تیسری طرف امام مالک کو بھی خراج تحسین پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے بارے میں ''خود اعتمادی کا فقدان ہونا'' کہنا اسی وجہ سے ہے۔ بہرحال رب ذوالجلال انہیں جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے (آمین)

(مؤطا امام محمد' ص 97 تا 102 'مطبوعہ یوسفی فرنگی لکھنوی)

حضرت ابراہیم نخعی کا قول

(83)قال محمد أخبرنا اسرائیل بن یونس حدثنا منصور عن ابراهیم النخعی قال أول من قرأ خلف الأمام رجل أتهم.

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں جس نے سب سے پہلے امام کے پیچھے پڑھا اسے بدعت یا سمع وریاء کی طرف منسوب کیا گیا۔ (از شرح معانی الآثار للطحاوی)

حضرت ابن عباس کا قول

(84)حدثنا ابوبکرة قال حدثنا ابو احمد محمد بن عبدالله بن الزبیر قال ثنا یونس بن ابی اسحاق عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبدالله بن عباس رضی الله عنه قال کانوا یقرؤن خلف النبی صلی الله علیه وسلم فقال خلطتم علی القرأن.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحابہ کرام' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھتے تھے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے قرأت کر کے مجھے اختلاط میں ڈال دیا ہے۔

یہ حدیث مرفوع اور صحیح ہے جسے صاحب مسند بزار نے بسند جید تخریج کیا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس کا ایک اور قول

(85)قال البزار ثنا محمد بن بشار وعمرو بن علی قال ثنا ابو احمد أنا یونس بن ابی اسحاق عن ابیه عن ابی الاحوص عن عبدالله رضی الله عنه قال کانوا یقرؤون خلف النبی صلی الله علیه وسلم فقال خلطتم علی القرآن وهذا سند جید

(جوہر نقی' ج 2' ص 192۔ مصنف ابن ابی شیبہ' ج 1' ص 377)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا صحابہ کرام' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کرتے تھے۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے مجھ پر قرآن پاک خلط ملط کر دیا۔

اس حدیث کو علامہ ماردینی نے الجوہر النقی میں نقل فرمایا اور کہا اس حدیث کی سند جید ہے۔

(86)حدثنا مبشر بن الحسن قال حدثنا ابوعاصم ابوجابر أنا أشک عَن شعبة عن منصور بن المعتمر عن ابی وائل عن عبدالله قال أنصت للقرأة فان فی الصلوٰة شُغلاً وسیکفیک ذالک الامام.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ امام کی قرأت سننے کے لئے خاموش رہو۔ بے شک نماز میں مشغولیت (کی حالت) ہے اور امام کا پڑھنا ہی (مقتدی کے لئے) کافی ہے

علامہ طحاوی نے اس حدیث مبارکہ کو متعدد اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اگر مطلوب ہو تو مذکور کتاب دیکھیں۔

(87)حدثنا یونس قال ثنا ابن وهب قال أخبرنی حیوة بن شریح عن بکر بن عمرو عن عبدالله بن مقسم انه سأل عبدالله

بن عمرو زید بن ثابت وجابر بن عبدالله فقالوا لاتقرءوا خلف الامام فی شیء من الصلوات.

حضرت عبیداللہ بن مقسم فرماتے ہیں۔ میں نے عبداللہ بن عمر اور زید بن ثابت اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا (کیا امام کے پیچھے پڑھنا چاہئے) تو انہوں نے کہا امام کے پیچھے نمازوں میں سے کسی نماز میں بھی کچھ نہ پڑھو یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نماز خواہ جہری ہو یا سری' امام کے پیچھے مقتدی کو نہیں پڑھنا چاہئے کیونکہ امام کا پڑھنا مقتدی کے لئے کافی ہے۔

(88) أخرج الشیخ الامام عبدالله بن یعقوب الحارثی فی کتاب کشف الاسرار عن عبدالله بن زید بن أسلم عن ابیه قال کان عشرة من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ینهون عن القرأة خلف الامام أشد النهی' ابوبکر الصدیق' عمر الفاروق' عثمان بن عفان' علی ابن ابی طالب' عبدالرحمن بن عوف' سعد بن ابی وقاص' عبدالله بن مسعود' زید بن ثابت' عبدالله بن عمر وعبدالله ابن عباس رضی الله عنهم (عمدة القاری فی شرح صحیح بخاری' ج 6' ص 10)

دس صحابہ کرام سختی سے قرأت خلف الامام سے منع کرتے تھے

شیخ امام عبداللہ بن یعقوب حارثی اپنی کتاب کشف الاسرار میں عبداللہ بن زید بن اسلم عن ابیہ سے روایت کرتے ہیں کہ اصحاب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے دس صحابہ کرام سختی سے قرأت خلف الامام سے منع کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق' عمر فاروق' عثمان غنی' علی ابن ابی طالب' عبدالرحمٰن بن عوف' سعد بن ابی وقاص' عبداللہ بن مسعود' زید بن ثابت' عبداللہ بن مسعود' زید بن ثابت' عبداللہ بن عمر' اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔

معلوم ہوا خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہ بھی قرأت خلف الامام کے خلاف تھے اور

سختی سے منع فرماتے تھے۔ علیکم بسنتی وسنة خلفاء الراشدین المهدیین" کے مطابق اس حدیث پر عمل کرنا چاہئے جس پر خلفائے راشدین نے عمل کیا۔ کیونکہ فرمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کی سنت پر عمل ضروری ہے لہٰذا امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے اس کی مثل حدیث انشاء اللہ عنقریب مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول

(89) حدثنا یونس بن عبدالاعلی قال أنا عبدالله بن وهب قال أخبرنی مخرمة بن بکیر عن ابیه عن عطاء بن یسار عن زید بن ثابت سمعه' یقول لاتقرأ خلف الامام فی شی من الصلوات.

عطاء بن یسار فرماتے ہیں میں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ نمازوں میں سے کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھو۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرأت سے منع فرما رہے ہیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال

(90) حدثنا ابن ابی داؤد قال حدثنا ابوصالح الحرانی قال ثنا حماد بن مسلمة عن ابی حمزة قال قلت لابن عباس أقرأ والامام بین یدی فقال لا.

ابوحمزہ کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آیا میں امام کے پیچھے پڑھوں (یعنی قرأت کروں یا نہیں) تو حضرت نے ارشاد فرمایا' نہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے

(91) حدثنا یونس قال ثنا ابن وهب ان مالکا حدثه عن نافع ان عبدالله بن عمر کان اذا سئل هل یقرأ خلف الامام یقول اذا

صلی احدکم خلف الامام فحسبه قرأة الامام و كان عبدالله بن عمر لايقرأ خلف الامام.

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب بھی سوال کیا جاتا کہ انسان امام کے پیچھے قرأت کرے یا نہ کرے تو آپ فرماتے' تم میں سے کوئی شخص بھی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قرأت ہی کافی ہے اور خود عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔

امام کی قرأت ہی کافی ہے

(92)حدثنا ابن مرزوق قال ثنا وهب قال ثنا شعبة عن عبدالله بن دينار عن عبد الله بن عمر رضى الله عنه قال يكفيك قرأة الامام.

عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا تجھے امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں اصحاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک یہ مقدس جماعت جن کا امام کے پیچھے نہ پڑھنے پر اجماع ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسنداً مروی روایات اور احادیث مرفوعہ جو اس سے قبل مذکور ہیں اور امام کے پیچھے نہ پڑھنے والی روایات اولیٰ (زیادہ مرتبہ والی ہیں) ہیں' ان روایات سے جو ان کے خلاف ہیں۔

اس پختہ بیان سے ہمارے نقطۂ نظر کی بھرپور تائید ہوتی ہے۔

(شرح معانی الآ ثار للطحاوی' ج 1' ص 151' 150)

مصنف عبدالرزاق کی روایات

اور اب روایت ملاحظہ ہو از مصنف عبدالرزاق حافظ کبیر ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان

(93)عبدالرزاق عن الحسن بن عمارة عن عبدالرحمن الاصبهانى عن عبدالله بن ابى ليلى قال عبدالله بن ابى ليلى سمعت عليا يقول من قرأ خلف الامام فقد أ خطاء الفطرة وفى رواية ليس على الفطرة.

عبداللہ بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا' فرماتے تھے جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت میں خطا کی (یا وہ فطرت پر نہیں ہے)

شیخ حبیب الرحمٰن اعظمی جنہوں نے ''مصنف'' کی احادیث تخریج کی ہیں اور اس پر تعلیق لکھی' وہ فرماتے ہیں امام کے پیچھے قرأت کے قائلین کو تعصب نے ابھارا اور عبدالرحمٰن اصبہانی کی تضعیف کی بلکہ تکذیب کر ڈالی۔ حالانکہ یہ حدیث عبدالرحمٰن اصبہانی اور ان کے علاوہ سے ''عن عبداللہ ابن ابی لیلیٰ ''طرق متعددہ سے مروی ہے اور عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ مجہول نہیں' ان سے کئی حضرات نے روایت کی ہے۔

حضرت زید بن ثابت نے فرمایا

(94)+(95)عبدالرزاق عن داؤد بن قيس قال أخبرنى عمر بن محمد بن زيد بن عمر الخطاب قال' حدثنى موسىٰ بن سعيد (ويقال له' موسىٰ بن سعيد ايضاً) عن زيد بن ثابت من قرأ مع الامام فلا صلوٰة له.

زید بن ثابت فرماتے ہیں جس نے امام کے پیچھے پڑھا' اس کی نماز نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا جواب

(96)عبدالرزاق عن منصور عن ابى وائل قال جاء رجل الى عبدالله فقال يا ابا عبدالرحمن أقرأ خلف الامام قال أنصت

للقرآن فان فی الصلوٰۃ شغلاً وسیکفیک ذالک الامام.

ابووائل کہتے ہیں ایک آدمی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور عرض کی اے ابوعبدالرحمٰن! کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں۔ آپ نے فرمایا' قرآن پاک سننے کے لئے خاموش رہو' بے شک نماز میں مشغولیت ہے اور یہ امام ہی تیرے لئے کافی ہے یعنی اس کا پڑھنا تجھے کافی ہے۔

آنحضرت ﷺ قرأت خلف الامام سے منع فرماتے ہیں

(97)عبدالرزاق عن عبدالرحمن بن زید بن أسلم عن ابیه قال نهیٰ رسول الله صلی الله علیه وسلم عن القرأة خلف الامام قال وأخبرنی أشیاخنا ان علیا قال من قرأ خلف الامام فلاصلوة له' قال وأخبرنی موسیٰ بن عقبه' ان رسول الله صلی الله علیه وسلم وابوبکر وعمر وعثمان کانوا ینهون عن القرأة خلف الامام.

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم امام کے پیچھے قرأت سے منع فرماتے تھے اور فرمایا۔ مجھے میرے بعض شیوخ نے خبر دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں۔ (فرمایا) مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر اور عثمان رضی اللہ عنہم یہ سب امام کے پیچھے پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

یہ حدیث' اس حدیث کی مؤید ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں امام کے پیچھے پڑھنے سے ممانعت آئی ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول

(98)عبدالرزاق عن اسرائیل عن ابی اسحاق قال کان

اصحاب عبدالله لایقرؤون خلف الامام.

ابواسحاق کہتے ہیں اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

(99)عبدالرزاق قال أخبرنا داؤد بن قیس عن زید بن أسلم عن ابن عمر رضی الله عنه کان ینهی عن القرأة خلف الامام.

یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

(100)أخبرنا عبدالرزاق قال عن الثوری عن ابن ذکوان عن زید بن ثابت وابن عمر کانا لایقرأن خلف الامام.

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ دونوں حضرات امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے

اس حدیث میں زید بن ثابت اور ابن عمر سے روایت کرنے والے ابن ذکوان ہیں۔ ابن معین فرماتے ہیں ذکوان کے تین بیٹے ہیں سہیل' صالح اور عباد اور تینوں ثقہ ہیں۔

امام عطاء کا قول

(101)عبدالرزاق عن ابن جریح عن عطاء قال یجزئ قرأة الامام عمن وراء قلت عمن تأثره قال سمعته.

امام عطاء فرماتے ہیں جو لوگ امام کے پیچھے ہیں انہیں امام کا پڑھنا کفایت کرتا ہے عبدالرزاق کہتے ہیں میں نے ابن جریح سے کہا تم نے اس کو کہاں سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا میں نے عطاء سے سنا ہے۔

امام کی قرأت ہی کافی ہے

(102)عبدالرزاق عن ابن جریح قال قلت لعطاء أیجزئ عمن وراء الامام قرأته فیما یرفع به الصوت وفیما یخافت' قال'

نعم.

ابن جریج کہتے ہیں میں نے عطاء سے کہا' کیا وہ لوگ جو امام کے پیچھے سری اور جہری نمازیں ادا کرتے ہیں انہیں امام کی قرأت کفایت کرتی ہے' فرمایا' ہاں۔

امام عطاء رضی اللہ عنہ صراحت فرما رہے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے خواہ نماز سری ہو یا جہری۔ ہر حال میں امام کی اقتداء اس کے کے لئے کافی ہے۔

نماز ظہر اور عصر میں مقتدی کی قرأت

(103)عبدالرزاق عن داؤد بن قيس عن عبيدالله بن مقسم قال سالت جابر بن عبدالله أتقرأ خلف الامام فی الظهر والعصر شيئا فقال' لا.

عبیداللہ بن مقسم فرماتے ہیں میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' کیا آپ نماز ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے کچھ پڑھتے ہیں' حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا' نہیں۔

یہ تمام احادیث واضح اور روشن دلیل ہیں امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے پر

(مصنف عبدالرزاق' ج 2' ص 123 تا 141' حدیث نمبر 2802 تا 2819)

معجم کبیر للحافظ ابی القاسم سلمان بن احمد الطبرانی' متوفی 360ء

طبرانی رحمہ اللہ علیہ سے منقول روایات

عبداللہ بن مسعود کا جواب

(104)حدثنا اسحاق بن ابراهيم عن عبدالرزاق عن الثوری عن منصور عن ابی ائل قال جاء رجل الی عبدالله فقال یا ابا عبدالرحمن أقرأ خلف الامام قال أنصت للقران فان فی الصلوٰة شغلا وسيكفيك ذالك الامام.

ابو وائل کہتے ہیں ایک آدمی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی اے ابوعبدالرحمٰن! کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں' فرمایا۔ قرآن سننے کے لئے خاموش رہو' بے شک نماز محویت کا نام ہے اور تجھے امام کی قرأت کی کافی ہے۔

عبداللہ بن مسعود کا عمل

(105)حدثنا علی بن عبدالعزيز ثنا حجاج بن المنهال ثنا حماد بن سلمة عن ابی حمزة عن ابراهيم عن علقمة عن ابن مسعود رضی الله عنه انه' قال لاتقرأ خلف الامام الأن يكون اماما لايقرأ.

علقمہ' ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں' فرماتے ہیں امام کے پیچھے نہ پڑھا جائے مگر یہ کہ امام نہ پڑھ رہا ہو۔

یہ حدیث اس سے قبل مذکور ہو چکی اور اس میں یہ الفاظ (الأن يكون اماما لايقرأ) نہیں۔ لہٰذا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا صحیح مذہب یہی ہے کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی قرأت نہ کی جائے' خواہ سری ہو یا جہری۔ کیونکہ امام کا پڑھنا ہی مقتدی کے لئے کافی ہے۔

(106)حدثنا علی بن عبدالعزيز ثنا حجاج بن المنهال ثنا حماد بن سلمة عن حماد عن ابراهيم ان ابن مسعود كان لايقرأ خلف الامام وكان ابراهيم يأخذ به وكان ابن مسعود رضی الله عنه اذا كان اماما قرأ فی الركعتين الأولیین ولايقرأ فی الاخريين بشیء.

ابراہیم نخعی کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے اور ابراہیم نے بھی اسی قول کو حجت بنایا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب امام ہوتے تو پہلی دو رکعتوں میں قرأت فرماتے اور دوسری دو میں کچھ نہ پڑھتے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ان احادیث سے ظاہر ہے کہ امام کے پیچھے نہ پڑھنا چاہئے۔ خود ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل بھی یہی رہا اور لوگوں کو بھی آپ نے یہی تلقین فرمائی۔

اور امام طبرانی علیہ الرحمۃ کی پہلی حدیث جو ابووائل سے مروی ہے کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے قرأت خلف الامام کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا قرآن سننے کے لئے خاموش رہو..................

آئمہ ارباب ورجال کے نزدیک اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں لہٰذا یہ حدیث قابل حجت ہے۔ (معجم کبیر للطبرانی، ج 9، ص 264، حدیث نمبر 9311 تا 9313)

مصنف ابن ابی شیبہ سے قرأت خلف امام کے متعلق اقوالِ صحابہؓ

مصنف ابن ابی شیبہ حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسیؒ، متوفی 235ھ

حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول

(107) حدثنا ابوالاحواص عن منصور عن ابی وائل قال جاء رجل الی عبداللہ فقال أقرأ خلف الامام فقال له، عبداللہ ان فی الصلوٰۃ شغلا وسیکفیک ذاک الامام.

ابووائل کہتے ہیں ایک آدمی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بے شک دل، نماز میں رب تعالیٰ کی یاد میں محو ہوتا ہے اس حال میں قیل قال منع ہے اور یہ امام ہی تیرے لئے کافی ہے۔

حضرت علی نے فرمایا

(108) حدثنا محمد بن سلمان الاصبہانی عن عبدالرحمن الاصبهانی عن ابی لیلیٰ عن علی قال من فرأ خلف الامام فقرأ خطأ الفطرة.

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی تحقیق اس نے فطرت میں خطا کی یعنی وہ آدمی فطرت پر نہیں ہے۔

حضرت زید بن ثابت کا قول

(109) حدثنا ابن علية عن عباد بن اسحاق عن يزيد بن عبدالله بن قسيط عن عطاء بن يسار عن زيد بن ثابت قال لاقراه خلف الامام.

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔
زید بن ثابت کا یہ قول دلالت کر رہا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت مطلقاً نہیں۔ خواہ نماز سری ہو یا جہری۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی صراحت

(110) حدثنا ابن علية عن ايوب عن نافع وأنس بن سيرين قال قال عمر بن الخطاب تكفيك قرأة الامام.

انس بن سیرین فرماتے ہیں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تجھے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

(111) حدثنا وكيع عن الضحاك بن عثمان عن عبيدالله بن مقسم عن جابر قال لا يقرأ خلف الامام.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے۔

(112) حدثنا وكيع عن الضحاك بن عثمان عن عبدالله بن يزيد عن ابن ثوبان عن زيد بن ثابت قال لايقرأ خلف الامام ان جهرولا ان خافت.

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امام کے پیچھے نہ پڑھا جائے۔ اگرچہ وہ

نماز بآواز بلند پڑھی جانے والی ہو یا خاموشی سے (یعنی آہستہ)

(113) حدثنا وكيع عن عمر بن محمد عن موسیٰ بن سعد عن زيد بن ثابت قال من قرأ خلف الامام فلاصلوة له.

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں۔

حضرت ابوسعید کا قول

(114) حدثنا معمر عن ابی هارون قال سألت ابا سعيد عن القرأة خلف الامام فقال يكفيك ذاك الامام.

ابو ہارون کہتے ہیں۔ میں نے ابوسعید سے امام کے پیچھے قرأت کرنے کے متعلق سوال کیا تو ابوسعید نے فرمایا' امام کی قرأت ہی تیرے لئے کافی ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول

(115) حدثنا هشيم عن ابی بشر عن سعيد بن جبير رضی الله عنه قال سألته' عن القرأة خلف الامام قال ليس خلف الامام قرأة.

ابو بشر کہتے ہیں میں نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا' امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔

حضرت سعید بن المسیب کا قول

(116) حدثنا وكيع عن هشام الدستوائی عن قتاده عن ابن المسيب قال أنصت للامام.

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کا شمار رأس التابعین میں ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں جب امام نماز پڑ رہا ہو تو خاموش رہو کیونکہ امام کا پڑھنا مقتدی کے لئے کافی ہے۔

(117) حدثنا ثقفی عن محمد قال لا أعلم القرأة خلف الامام من السنة.

ثقفی' امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت فرماتے ہیں' میں نہیں جانتا کہ امام کے پیچھے پڑھنا سنت میں سے ہے۔

امام کے پیچھے قرات کرنا سنت طریقہ نہیں لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔

قرأت خلف الامام مکروہ ہے

(118) حدثنا هشيم عن مغيرة عن ابراهيم انه كان يكره القرأة خلف الامام و كان يقول تكفيك قرأة الامام.

ابراہیم نخعی' امام کے پیچھے قرأت کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔

ظہر اور عصر میں بھی مقتدی قرأت نہ کرے

(119) حدثنا الفضل عن زهير عن الوليد بن قيس قال سألت سويد بن غفلة أقرأ خلف الامام فی الظهر والعصر فقال' لا.

ولید بن قیس فرماتے ہیں میں نے سوید بن غفلۃ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا' کیا میں نماز ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قرأت کروں' آپ نے فرمایا' نہیں۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ نماز سری میں بھی امام کے پیچھے نہیں پڑھنا چاہئے۔

امام ضحاک نے قرأت سے منع فرمایا

(120) حدثنا الفضل عن ابی كيران (فی نسخة كيزان) قال قال الضحاک ينهیٰ عن القرأة خلف الامام.

ابو کیران (اور بعض نسخ ابن شیبہ میں ابوکیزان ہے) فرماتے ہیں امام ضحاک' امام کے پیچھے پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

(121) حدثنا يزيد بن هارون عن اشعث عن مالك بن عمارة قال سالت لا أدرى كم رجل من أصحاب عبدالله كلهم يقولون لا يقرأ خلف الامام منهم عمرو بن ميمون.

مالک بن عمارۃ کہتے ہیں میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کتنے ہی اصحاب سے ملا ہوں' سب کے سب قرأت خلف الامام سے منع کرتے تھے' ان میں عمرو بن میمون بھی ہیں۔

(122) حدثنا یحییٰ بن سعیدالقطان عن مسعر عن عمرو بن مرة عن ابی وائل قال تکفیک قرأة الامام.

عمرو بن مرہ' ابووائل سے راوی ہیں' تجھے امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ' ج 1' ص 377,376)

(123) عن زيد بن خصيفة عن ابن قسيط عن عطاء بن يسار انه أخبره انه سأل زيد بن ثابت عن القرأة خلف الامام فقال لاقرأة مع الامام فى شىء.

(مسلم شریف بمعہ نووی' ج 1' ص 215)

یزید بن عبداللہ بن قسیط نے زید بن ثابت سے امام کے پیچھے پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا' امام کے ساتھ کسی نماز میں قرأت نہیں۔

قارئین محترم! یہ وہ آثار مرفوعہ اور موقوفہ تھے جنہیں آئمہ محدثین نے اپنی اپنی سند کے ساتھ تخریج کیا اور ان میں اکثر اخبار مرفوعہ' جید اسناد کے ساتھ مروی ہیں۔ جس میں کسی کو بھی کلام نہیں۔ اور بعض وہ جن میں کچھ اعتراض ہے اپنے شاہد اور متابع کے ساتھ جید قرار پاتے ہیں۔ اگر ضعف ہے تو دوسرے اخبار وآثار کے ساتھ مل کر یہ نقصان پورا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ بھی صحیح شمار ہوں گے۔

یہ تمام احادیث اور آثار اس بات پر دلیل ہیں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے نہیں

پڑھنا چاہئے۔ باقی وہ احادیث کہ جن سے پڑھنا ثابت ہے' ان کا جواب انشاءاللہ باب سوم میں علامہ محمد عبدالجلیل تغمدہ' اللہ برحمتہ کی کتاب مستطاب "سیف المقلدین" سے مرقوم ہوگا۔ جس میں آپ نے نہایت محققانہ گفتگو فرمائی اور اہل حدیث کا منہ توڑ جواب ارشاد فرمایا۔

اب سنئے وہ احادیث جن سے ثابت ہے کہ "رکوع پا لینے والا" یعنی مدرک للرکوع کی رکعت مکمل ہو جاتی ہے' بالاجماع و بالاتفاق اس کی رکعت پوری ہوگئی وہ قضا نہیں کرے گا۔

اسی لئے ہمارے علمائے کرام فرماتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کے فرمان (فاقرؤا ما تیسر) سے مدرک للرکوع کو مخصوص کر لیا گیا۔ اسی طرح عبادہ رضی اللہ عنہ وعائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث (لاصلواۃ الابفاتحہ الکتاب) کے عموم سے بھی مقتدی خارج ہے ورنہ جن حضرات کے نزدیک قرأت ہر رکعت میں (خواہ مقتدی ہو یا امام) فرض واجب (یعنی وہ واجب جو انکے نزدیک فرض ہے) ہے ان کے نزدیک صرف رکوع میں شامل ہونے والے کی نماز نہیں ہونی چاہئے کیونکہ وہ فرض کا تارک ہے اور فرض کے تارک کی نماز نہیں ہوسکتی۔ ظاہر ہے اس حدیث کے عموم سے مقتدی کو مخصوص ماننا پڑھے گا اور حدیث اس طرح ہوگی۔

لاصلوٰۃ الابفاتحۃ الکتاب الا المقتدی

یعنی سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی مگر اقتداء کرنے والے کی۔ یعنی مقتدی کو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے۔

جس نے رکوع پالیا' اس نے رکعت مکمل کرلی

روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

(124)عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جئتم الی الصلوۃ ونحن سجود فاسجدوا ولاتعدوہ ومن أدرک رکعۃ فقد ادرک السجدۃ.

(رواہ' ابوداؤد فی کتاب الصلوۃ، سنن کبریٰ للبیہقی، ج 2، ص 89)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جب تم نماز میں شامل ہو اور ہم سجدے میں ہوں' تو ہمارے ساتھ سجدہ کرو اور رکعت کو شمار نہ کرو۔ جس نے رکوع پالیا اس نے سجدہ پالیا۔ (یعنی اس کی رکعت مکمل ہوگئی)

(125)قال حدثنی یحیٰی عن مالک عن ابن شہاب عن ابی سلمۃ بن عبدالرحمن عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من أدرک رکعۃ من الصلوۃ فقد أدرک الصلوۃ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس شخص نے نماز سے رکوع پالیا اس نے نماز پالی۔ یعنی رکعت مکمل ہوگئی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان

(126)حدثنی عن مالک عن نافع ان عبداللہ بن عمر بن

الخطاب کان یقول اذا فاتتک الرکعۃ فقد فاتتک السجدۃ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تیرا رکوع جاتا رہا تو تیرا سجدہ بھی جاتا رہا۔ یعنی تیری رکعت رہ گئی اگرچہ تو امام کے ساتھ سجدہ کرلے۔

(127)حدثنی عن مالک انہ' بلغہ' ان عبداللہ بن عمر وزید بن ثابت کانا یقولان من أدرک الرکعۃ فقد أدرک السجدۃ.

عبداللہ بن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس نے رکوع پالیا اس نے سجدہ پالیا' مراد یہ ہے کہ مدرک للرکوع' کی رکعت مکمل ہوگئی۔

یہ تینوں احادیث موطا امام مالک سے مروی ہیں۔

(موطا امام مالک' ج 1' ص 27,28)

(128)عن ابن وہب أخبرنی یحییٰ بن حمید عن قرۃ بن عبدالرحمن عن ابن شہاب قال أخبرنی ابوسلمۃ بن عبدالرحمن عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من أدرک رکعۃ من الصلوۃ فقد أدرکہا قبل أن یقیم الامام صلبہ (سنن کبریٰ' ج 1' ص 89)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز میں سے رکوع پالیا اس نے رکعت پالی جب تک کہ امام نے پشت سیدھی نہ کی ہو۔

(129)أخبرنا ابوعبداللہ الحافظ أخبرنی محمد بن أحمد بالویہ ثنا محمد بن غالب حدثنی عمرو بن مرزوق أنبانا شعبۃ عن عبدالعزیز بن رفیع عن رجل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا جئتم والامام راکع فارکعوا وان کان

ساجداً فاسجدوا ولایعتدوا بالسجود اذا لم یکن معهٗ الرکوع

عبدالعزیز بن رفیع سے ایک مرد نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز کے لئے آؤ اور امام کے رکوع میں ہو تو تم بھی رکوع کرو اور اگر امام سجدے میں ہو تو تم بھی سجدہ کرو لیکن اسے سجدہ شمار نہ کرو جب تک اس کا رکوع امام کے ساتھ نہ کیا ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان

(130) حدثنا خالد الحذاء عن علی بن الأقمر ابی الأحوص عن عبداللہ یعنی ابن مسعود قال من لم یدرک الامام راکعاً لم یدرک تلک الرکعة (سنن کبریٰ، ج 2، ص 90)

عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں جس شخص نے رکوع نہیں پایا اس نے رکعت نہیں پائی۔

روایت مسلم شریف

(131) حدثنا یحییٰ بن یحییٰ قال قرأت علی مالک عن ابن شهاب عن ابی سلمة بن عبدالرحمن عن ابی هریرة ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال من أدرک رکعة من الصلوٰة فقدأدرک الصلوٰة وفی روایة رکعة من الصلوٰة من الامام.

(مسلم شریف، ج 1، ص 221)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں فرمایا، جس آدمی نے رکوع پالیا تحقیق اس نے نماز پالی۔ (ایک دوسری روایت میں ہے) جس نے امام کے ساتھ رکوع پالیا۔

احادیث میں ''رکعۃ'' بمعنی رکوع ہے کیونکہ ایک تو یہ سجدہ کے مقابلے میں بیان کی گئی ہے دوم ایک اور حدیث میں صراحتاً رکعت بمعنی رکوع موجود ہے۔

روایت بخاری شریف

(132) حدثنا عبداللہ ابن مسلمة عن مالک عن نعیم بن عبداللہ المجمر عن علی ابن یحییٰ بن خلاد الزرقی عن ابیه عن رفاعة بن رافع الزرقی قال کنا یوما نصلی وراء النبی صلی اللہ علیه وسلم فلما رفع رأسه، من الرکعة قال سمع اللہ لمن حمده. (بخاری شریف، حدیث نمبر 799، فتح الباری، ج 2، ص 284)

رفاعہ بن رافع کہتے ہیں اک دن ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک رکوع سے اٹھایا تو فرمایا، ''سمع اللہ لمن حمدہ''

امام بخاری کی اس حدیث پاک میں رکعت بمعنی رکوع صراحۃ وارد ہوا ہے۔ لہٰذا احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مقتدی رکوع پالے تو رکعت کو پالے گا۔

(133) حدثنا موسیٰ بن اسماعیل قال حدثنا همام عن الأعلم ____ وهوزیاد ____ عن الحسن عن ابی بکرة انه، انتهیٰ الی النبی صلی اللہ علیه وسلم وهو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذالک للنبی صلی اللہ علیه وسلم فقال زادک اللہ حرصاً ولاتعد.

(بخاری شریف، حدیث نمبر 783، فتح الباری، ج 2، ص 267)

حسن بصری، ابوبکرہ سے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئے درآنحالیکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں تھے پس ابوبکرہ نے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کرلیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیری حرص کو زیادہ کرے (امام کے ساتھ ضرور ملے) اس رکعت کو نہ لٹا۔

مراد یہ کہ تو رکوع میں شامل ہو گیا اور تیری رکعت مکمل ہو گئی۔

روایت سنن کبریٰ

(134)حدثنا ولید بن مسلم أخبرني ابن ثوبان عن ابیه عن مکحول عن ابی بکرة بن عبدالرحمن بن الحارث بن هشام ــــان ابا بکر الصدیق وزید بن ثابت دخلا المسجد والامام راکع فرکعا ثم دبا وهما راکعان حتی لحقان بالصف.

(سنن کبریٰ، ج2، ص90)

حارث بن ہشام کہتے ہیں ابوبکر صدیق اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما مسجد میں داخل ہوئے تو امام رکوع میں تھا۔ دونوں نے رکوع کیا اور اسی حالت میں بڑھتے ہوئے صف میں شامل ہو گئے۔

(135)أخبرنا ابو نصر بن قتادة أنبا ابو الفضل بن خمیرویه ثناأحمر بن نجدة ثنا سعید بن منصور ثنا ابوالاحوص ثنا منصور عن زید بن وهب، قال خرجت مع عبدالله یعنی ابن مسعود من داره الی السمجد فلما توسطنا المسجد رکع الامام فکبّر عبدالله ورکع ورکعت معه، ثم مشینا راکعین حتیٰ انتهینا الی الصف حین رفع القوم رء وسهم فلما قضی الامام الصلوة قمت وأنا أریٰ أنی لم أدرک فاخذ عبدالله بیدی وأحبسنی تم قال انک قد أدرکعت.

(سنن کبریٰ، ج ص90)

زید بن وہب کہتے ہیں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے گھر سے مسجد کی طرف نکلا جب مسجد کے درمیان میں پہنچے تو امام نے رکوع کر دیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور رکوع کیا۔ میں نے بھی آپ کے ساتھ تکبیر پڑھ کر رکوع کر لیا پھر ہم اسی حالت میں چلتے ہوئے صف تک پہنچے۔ اس وقت لوگوں نے اپنے سر رکوع سے اٹھا لئے تھے۔ جب امام نے نماز مکمل کر لی تو میں کھڑا ہوا اور

میرا خیال تھا کہ رکعت مکمل نہیں ہوئی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بٹھا دیا۔ پھر فرمایا تحقیق تو نے امام کو رکوع میں پالیا تو تیری رکعت مکمل ہے اور اسی طرح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

روایت مؤطا امام مالک

(136)أخبرنا مالک أخبرنا ابن شهاب عن ابی امامة بن سهل بن حنیف انه قال دخل زید بن ثابت فوجد الناس رکوعاً فرکع ثم دبّ حتیٰ وصل الصف قال محمد هذا یجزئ وأحب الینا لا یرکع حتی یصل الی الصف وهو قول ابی حنیفه رضی الله عنه (موطا امام محمد، ص 157)

سہل بن حنیف کہتے ہیں زید بن ثابت مسجد میں داخل ہوئے تو لوگوں کو رکوع میں پایا۔ پس آپ نے رکوع کیا اور اسی حالت میں چلتے ہوئے صف تک جا پہنچے۔

امام محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ جائز ہے اور کافی ہے یہ عمل قلیل ہے اور اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور ہمارے نزدیک بہتر یہ ہے کہ جب تک صف میں نہ پہنچے، رکوع نہ کرے۔ اور بعض کے نزدیک جب تک صف کے اندر اپنی جگہ تک نہ پہنچے" رکوع نہ کرے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مستحب فرمایا۔ اگر اس نے ایسا کر لیا تو جائز قرار دیا ہے اور اس پر رکعت کا اعادہ نہیں۔ اسی طرح امام کے ساتھ رکوع میں ملنے والا امام مالک اور لیث نے جائز قرار دیا ہے جبکہ صف قریب ہو۔ اور اگر فاصلہ دو صف کا ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ امام ابوحنیفہ اور امام ثوری کے نزدیک مکروہ ہے۔ یہ اختلاف اس وقت ہے جب وہ رکوع کی حالت میں چلتے ہوئے صف تک پہنچے۔ اگر فاصلہ تھوڑا ہو مثلاً۔ تین قدم کی مقدار یا ایک صف، تو اس کو تقریباً تمام آئمہ نے "مدرک للرکوع" فرمایا ہے۔ اگرچہ بعض کے نزدیک کراہت ہے۔

اور اگر آدمی صف میں کھڑے ہو کر رکوع میں شامل ہو جائے تو بلا اختلاف وہ آدمی رکعت کو پانے والا ہے اور اس کی رکعت مکمل ہے۔

خلاصہء کلام

ان احادیث واخبار سے ثابت ہوا کہ مدرک للرکوع کو رکعت مل جاتی ہے۔ پس اس صوت میں ''لاصلوۃ الابفاتحه الکتاب'' پر عمل کیسے ہوگا؟ اگر فرض واجب تصور کیا جائے تو مدرک رکوع کی رکعت نہیں ہونی چاہیے۔ کیونکہ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض تھا وہ ادا نہ ہوا۔ اور اگر کہیں کہ اللہ کے فرمان (فاقرؤا ماتیسر من القران) کے عموم سے مدرک رکوع کو خاص کرلیا گیا ہے تو ہم کہیں گے کہ عموم حدیث (لاصلوۃ) سے مقتدی بھی مخصوص ہے یعنی امام کے پیچھے قرأت نہیں کرے گا۔ دوسرا اس حدیث کے عموم سے مقتدی مخصوص نہ بھی ہو تو بمطابق حدیث صحیح من کان له امام فقرأته له قراة) مقتدی حکماً قاری ہے۔ لہٰذا دونوں حدیثوں کا تعارض ختم ہوا۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ جس نے رکوع پالیا اسے رکعت مل گئی۔ پس یہ دلیل اُوضح وَاظہر ہے اس پر کہ امام کے پیچھے قرأت واجب نہیں۔ کیونکہ اگر سورۂ فاتحہ واجب ہوتی تو صرف رکوع پالینے سے اس کو رکعت کیسے مل گئی۔

الحاصل، امام کے پیچھے پڑھنا واجب نہیں اور جس قدر آثار و اقوال ہیں وہ نہ تو وجوب پر دلالت کرتے ہیں اور نہ ہی ان سے وجوب ثابت ہوتا ہے نہ ہی معتبر ہیں بلکہ منسوخ ہیں۔

اور اب وہ احادیث و آثار جن میں، امام کے پیچھے نہ پڑھنا، مروی ہے۔ اس بات پر اجماع کبار صحابہ ہے اور اکثر کا اسی پر متوارثاً عمل آرہا ہے مقلدین امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بھی اس پر عمل پیرا ہیں۔

امام کے پیچھے قرأت کرنے والوں پر وعید

اب ملاحظہ کیجئے وہ آخبار و آثار جن میں امام کے پیچھے قرأت کرنے والوں پر وعید آئی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان

(137)حدثنا فهد قال حدثنا ابو نعیم قال سمعت محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ودار ابن الاصبهانی قال حدثنی صاحب هذه الدار وکان قد قرأ علی ابی عبدالرحمن عن المختار بن عبدالله بن ابی لیلیٰ قال قال علی رضی الله عنه من قرأ خلف الامام فلیس علی الفطرة .

(طحاوی شریف، ص150، ج1)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے امام کے پیچھے قرأت کی وہ فطرت پر نہیں یعنی وہ صراط مستقیم پر نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان

(138)حدثنا ابوبکرة قال حدثنا ابوداؤد قال حدثنا خدیج بن معاویة عن ابی اسحاق عن علقمة عن ابن مسعود رضی الله عنه قال لیت الذی یقرأ خلف الامام ملئی فوه، ترابا

(طحاوی شریف، ج1، ص150)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

حضرت علقمہ بن قیس کا قول

(139)قال محمد أخبرنا بکیر بن عامر حدثنا ابراهیم النخعی عن علقمة بن قیس قال لان أعض علی جمرة أحب الی من أن أقرأ خلف الامام. (مؤطا امام محمد، ص180)

علقمہ بن قی (متوفی 62ھ) فرماتے ہیں آگ کے انگارے کو دانت سے پکڑنا میرے نزدیک امام کے پیچھے پڑھنے سے بہتر ہے۔

مراد امام کے پیچھے قرأت سخت نقصان دہ ہے کیونکہ یہ عمل مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

جو امام کے پیچھے پڑھے وہ فطرت پر نہیں

(140)عبدالرزاق عن داؤدبن قیس عن محمّد بن عجلان قال قال علی رضی اللہ عنہ من قرأ مع الامام فلیس علی الفطرۃ‘ قال‘ وقال ابن مسعود رضی اللہ عنہ ملئی فوہ ‘ ترابا‘ قال‘ قال عمر بن الخطاب وددتُ ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ حجر (مصنف عبدالرزاق‘ ج2‘ ص138)

محمد بن عجلان فرماتے ہیں‘ حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو شخص امام کے ساتھ پڑھے وہ آدمی فطرت پر نہیں۔ مراد صراط مستقیم پر نہیں ___ اور فرمایا ___ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے ___ محمد بن عجلان فرماتے ہیں ___ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا‘ میرا جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے والے کے منہ میں پتھر ڈال دوں۔

(141)عبدالرزاق عن الثوری عن الأعمش عن ابراھم عن الأسود قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام ملئی فوہ ترابا. (مصنف عبدالرزاق‘ ج2‘ ص138)

ابراہیم نخعی‘ أسود بن یزید سے روایت فرماتے ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

(142)عبدالرزاق عن معمر عن ابی اسحاق ان علقمۃ بن قیس قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام ملئی فوہٗ ___ قال ___ أحسبہ‘ قال ترابا أو رضغا.

(مصنف عبدالرزاق‘ ج2‘ ص139)

علقمہ بن قیس فرماتے ہیں مجھے پسند ہے کہ جو آدمی قرأت خلف الامام کرے اس کا منہ بھر دیا جائے ___ ابو اسحاق کہتے ہیں ___ میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا ___ مٹی سے یا گرم پتھر سے۔

(143)عبدالرزاق عن معمر قال وأخبرنی رجل عن الأسود انہ قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام اذا جھر عض علی جمر.

أسود بن یزید (75م) فرماتے ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے (جبکہ امام بلند آواز سے پڑھ رہا ہو) کے منہ میں انگارے پڑیں (انگاروں پر منہ رکھے)

(144)قال محمد أخبرنا داؤد بن قیس الفراء المدینی أخبرنی بعض ولد سعد بن ابی وقاص. انہ ذکرلہ‘ انّ سعدًا قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرۃ.

(مؤطا امام محمد‘ ص 102,101)

داؤد بن قیس کہتے ہیں مجھے سعد بن ابی وقاص کی اولاد میں سے کسی نے خبر دی کہ اس نے داؤد بن قیس کے ساتھ اس کا ذکر کیا‘ کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کے منہ میں آگ کا انگارہ ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وعید

(145)قال محمد أخبرنا داؤد بن قیس الفراء أخبرنا محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجراً (مؤطا امام محمد‘ ص 102)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ___ کاش کہ اس کے منہ میں پتھر ہو جو امام کے پیچھے قرأت کرے۔

قارئین کرام! آپ نے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان سنا اگر امام کے پیچھے پڑھنا منسوخ نہ ہوتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اس کی ممانعت نہ ہوتی تو کبھی بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسے شخص کے متعلق اتنی سخت وعید نہ سناتے۔ جبکہ آپ کا مرتبہ اور شان اظہر و واضح ہے اور آپ کی رفعت وشوکت مسلم۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کا قول

(146)حدثنا وکیع عن قتادة عن قیس عن ابی نجاد عن سعد قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیه جمرة (مصنف ابن ابی شیبه' ج 1' ص376)

حضرت سعد بن وقاص فرماتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کے منہ میں پتھر ہو۔

(147)حدثنا ابن علية عن ایوب وابن عروبة عن ابی معشر عن ابراهیم قال قال الأسود لأن اعض علی جمرة أحب الی ان أقرأ خلف الامام أعلم انه' یقرأ .

(مصنف ابن ابی شیبہ' ج 1' ص376)

اسود بن یزید فرماتے ہیں آگ کے انگارے کو اپنے دانتوں سے پکڑنا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں۔ یعنی امام کے پیچھے قرأت کرنا' آگ کے انگارہ کو منہ میں لینے سے زیادہ اذیت ناک ہے۔

(148)حدثنا هشیم قال أخبرنا اسماعیل بن ابی خالد عن وبرة عن الأسود بن یزید انه' قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام ملئی فوه ترابا (مصنف ابن ابی شیبہ' ج 1' ص377)

اسود بن یزید کہتے ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے والے کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

اسود بن یزید کا قول اور ان پر تبصرہ

اسود بن یزید بن قیس نخعی اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں سے ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

ابو طالب نے امام احمد سے فرمایا ''ثقة من اهل الخیر''

اسحاق' یحیی بن معین سے' فرمایا ''ثقة''

ابن سعد کہتے ہیں '' کان ثقة وله' احادیث صالحة''

ابن ابی خیثمہ کہتے ہیں۔ آپ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ حج کیا ہے۔

حکم کہتے ہیں زید بن اسود' صوم دھر کے پابند تھے اور روزہ کی وجہ سے انکی ایک آنکھ جاتی رہی۔

امام عجلی فرماتے ہیں ''ثقة'' رجل صالح

ابن حبان کہتے ہیں کان فقیها زاهداً

آپ کی وفات 74ھ میں ہوئی۔ (تہذیب التہذیب' ج 1' ص342)

حضرت ابراہیم نخعی کا قول

(149)حدثنا وکیع عن حسن بن صالح عن عبدالملک بن ابی سلمان عن أکیل عن ابراهیم قال الذی یقرأ خلف الامام شباق وفی نسخةفساق. (مصنف ابن ابی شیبہ' ج 1' ص377)

ابراہیم نخعی کہتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے پڑھتا ہے وہ مخالفت کرنے والا ہے اس سے مراد یا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے یا جمہور کی۔

ایک نسخہ میں ''شباق'' کی جگہ ''فساق'' ہے یعنی جو لوگ امام کے پیچھے پڑھتے ہیں وہ فاسقین ہیں۔

عزیز قارئین! آپ نے یہ اخبار و آثار مطالعہ فرمائے' کس قدر سخت وعید ہے

امام کے پیچھے پڑھنے والوں کے لئے۔

صحابہ میں سے حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر روشن ستارے اور تابعین میں سے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت اسود بن یزید رضی اللہ عنہ اور حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ جیسے کبار تابعی حضرات سے ان روایات کا منقول ہونا، دلیل روشن ہے اس بات پر کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے۔ اگر ممانعت نہ ہوتی تو ایسی رفیع الشان ہستیوں سے اس عمل پر اس قدر وعید نہ ہوتی۔

اگر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان سے یہ عمل ثابت ہوتا تو ایسی ہستیاں کبھی ایسی وعید نہ سناتیں۔

ایسی سختی اور شدت کا اظہار اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت خلف الامام سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے کہ بحکم قرآن پاک (واذا قری القران فاستمعو اله و أنصتوا) قرأت خلف الامام منسوخ ہے لہٰذا اس کے حق میں مروی احادیث پر عمل نہیں کیا جائے گا بلکہ قرآن کو ترجیح دی جائے گی جبکہ احادیث بھی اس کی مؤید ہیں اور جلیل الشان صحابہ رضی اللہ عنہم اس سے منع فرمارہے ہیں

اہل حدیث کے لئے لمحہ فکریہ

اہل حدیث کے لئے یہ بات لمحہ فکریہ ہے جو قرأت خلف الامام کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حدیث پاک سمجھنا ان کے بس کا روگ نہیں۔ بمصداق

بغیر عشق محمد ﷺ جو پڑھاتے ہیں بخاری
آتا ہے بخار ان کو، بخاری نہیں آتی

سفیان بن عیینہ کا قول ہے (الحدیث مضلة الاللفقهاء) اسے علامہ ابن الحاج نے ''مدخل'' میں نقل فرمایا۔ یعنی احادیث فقہاء کے علاوہ کو گمراہ کرنے والی ہیں ___ جیسا کہ اہل حدیث تقلید چھوڑ کر گمراہ ہو رہے ہیں امام ترمذی ''کتاب الجنائز''

میں لکھتے ہیں۔

''فقہاء کون ہیں؟ ___ جو احادیث کے معانی کو صحیح طور پر جاننے والے ہیں۔''

اور اسی طرح علامہ ابن حجر نے ''القلائد'' میں نقل فرمایا۔

اسی لئے اہل حدیث حضرات بخاری پر جو سینہ زوری دکھلا رہے ہیں بخاری سمجھنا ان کے لئے ممکن نہیں، اہل علم ہی سمجھ سکتے ہیں اگر عقل و دانش، تدبر و تفکر اور امانت و دیانت سے ان احادیث و آثار کو دیکھیں تو انشاء اللہ بفضلہ تعالیٰ مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو حق و باصواب پائیں گے۔ ورنہ تعصب کا بخار چڑھے گا اور وبال سر بن جائے گا۔

آپ نے امام صاحب کے مشائخ عظام کی فہرست دیکھی۔ ان میں سے اکثر وہ ہیں جن سے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ اگر حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ انہی حضرات سے روایت کریں تو وہ ضعیف قرار پاتی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کی بجائے امام بخاری روایت کریں تو صحیح ہے۔ حالانکہ امام بخاری بالواسطہ روایت کرتے ہیں اور امام صاحب بلاواسطہ ___ مگر ہائے نادانی اور افسوس کہ روایات پھر بھی امام صاحب کی ضعیف ___ یاللعجب۔

نشانہ طعن صرف امام صاحب بنتے ہیں امام بخاری نہیں۔ بہر حال حقیقت آپ کے سامنے ہے فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

امام صاحب کو ضعیف کہنا تعصب ہے

علامہ محمد حسن سنبھلی علیہ الرحمۃ، مقدمہ ''تنسیق النظام'' میں ترجمہ ''اسد بن عمرو'' کے ماتحت لکھتے ہیں۔

''امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلقین کو ضعیف کہنے کا اہتمام درحقیقت آپ سے تعصب کی وجہ سے ہے۔ حسد و کینہ میں مبتلا ہو کر ان کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کی تضعیف کرنا، متعصبین کا پیشہ بن گیا ہے۔ یہ تعلق روایت کا ہو، تلمذ کے حوالے سے ہو، اولاد سے ہو یا مشائخ عظام سے، جیسا بھی تعلق ہو ___ روایت ہے تو ضعیف،

شاگرد ہے تو ضعیف اور اولاد کا بھی یہی معاملہ ہے۔

میزان الاعتدال (تصنیف امام ذہبی) اٹھا دیکھئے۔ ترجمۂ اسماعیل بن حماد کے ماتحت لکھتے ہیں: یہ تینوں ضعیف ہیں یعنی اسماعیل، حماد اور امام اعظم رضی اللہ عنہ ـــــ اور اسماعیل آپ کے پوتے ہیں۔ کیونکہ ان کا تعلق امام صاحب سے ہے اس لئے ضعیف ہیں۔ اگر مشائخ ہیں تو وہ بھی ضعیف۔ قصہ مختصر کہ امام صاحب کے ساتھ تعصب نے آپ کے متعلقین کو ضعف میں مبتلا کر دیا ہے۔

بقول عزوجل: ''واللہ متم نورہ ولو کزہ الکافرون''

یہ چراغ ہمیشہ روشن روے گا متعصبین وحاسدین لاکھ بار اسے بجھانا چاہیں۔ مگر

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

راقم نے اس کتاب کی ابتداء میں ایک صحیح حدیث نقل کی جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی تھی اور بطرق متعددہ روایت کی گئی۔ ایک جماعت محدثین نے اسے تخریج فرمایا وہ حدیث یہ ہے:

من کان له، امام فقرأة الامام له قرأة

باب کے آخر میں اختتام ایک صحیح حدیث

اور اب اس باب کے آخر میں بھی ایک صحیح حدیث پیش کر کے، میں چاہتا ہوں کہ جس طرح ابتداء صحیح حدیث سے ہوئی اسی طرح اس کا اختتام بھی رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان سے ہو۔ تاکہ ان دونوں کے درمیان جو کچھ مرقوم ہے ان دو کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہو کر بارگاہ ایزدی میں درجۂ اجابت پر فائز ہو۔ اس حدیث مبارک کو امام طحاوی نے شرح معانی الآثار اور پھر اپنی کتاب ''جامع القرآن'' میں بسندہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا۔ وہ حدیث مبارک یہ ہے۔

(150)حدثنا أحمد بن داؤد قال حدثنا یوسف بن عدی قال حدثنا عبیداللہ بن عمرو عن ایوب عن ابی قلابة عن أنس

رضی اللہ عنه قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ثم أقبل بوجهه فقال أتقرء ون والامام یقرأ فسکتوا فسألهم ثلاثاً فقالوا أنا لنفعل قال فلا تفعلوا (طحاوی شریف، ج 1، ص 150)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی پھر اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف کر کے فرمایا کیا تم قرأت کرتے ہو جبکہ امام پڑھ رہا ہو پس سب کے سب خاموش ہو گئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے تین مرتبہ یہ سوال کیا پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کی ''ہم ایسا کرتے ہیں'' (یعنی امام کے پیچھے پڑھتے ہیں) تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم ایسا نہ کرو۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امام کے پیچھے پڑھنے سے منع فرمایا۔ جو لفظ (لاتفعلوا) سے ظاہر ہے۔ یہ حدیث مبارک واضح اور بین دلیل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو امام کے پیچھے پڑھنے سے منع فرمایا۔

رجال حدیث کا تعارف

اس حدیث مبارک کے جملہ رجال سوائے ایک کے صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں اور اس ایک سے صرف امام بخاری ونسائی نے روایت کی ہے۔ معلوم ہوا یہ حدیث مبارک سند کے اعتبار سے جید ہے اور صحیح ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے امام کے پیچھے نہ پڑھنے پر دلیل قاطعہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس روایت کے دیگر طرق

قبل اس کے کہ اس حدیث مبارک کے رجال پر بحث کی جائے امام بیہقی کا اس حدیث مبارک کو بتعدد طرق روایت کرنا پیش خدمت ہے۔

(1)أخرج البیهقی من طریق یزید بن الهشیم قال حدثنا ابراهیم ابن ابی اللیث حدثنا الأشجعی حدثنا سفیان الثوری

عن خالد الحذاء عن ابی قلابة عن محمد بن ابی عائشه عن رجل من أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم مثله' وزاد الا أن یقرأ احدکم بفاتحه الکتاب ___ هذا اسناد جید ___ قدقیل عن ابی قلابة عن أنس بن مالک ولیس بمحفوظ.

امام بیہقی یہ روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں اس کی سند جید ہے اور بعض نے کہا ابوقلابہ عن انس بن مالک محفوظ نہیں۔ یعنی ابوقلابہ کا انس بن مالک سے سماع ثابت نہیں۔

(2) أخرج من طریق ابی توبه الربیع بن نافع عن عبیدالله بن عمرو عن ایوب عن ابی قلابة عن أنس بن مالک ان النبی صلی الله علیه وسلم لما قضی صلوته' الی آخر الحدیث ___ وقال فی آخره ___ یقرأ أحدکم بفاتحة الکتاب فی نفسه.

یعنی حدیث کے آخر میں یہ زیادہ ہے کہ تم کو سورۂ فاتحہ اپنے دل میں پڑھنی چاہئے۔

(3) أخرج من طریق حماد هوابن سلمه عن ایوب عن ابی قلابة عن النبی صلی الله علیه وسلم مثله مرسلاً.

(4) أخرج من طریق اسماعیل هوابن عطیة عن ایوب عن ابی قلابة عن النبی صلی الله علیه وسلم مثله'

(سنن کبریٰ للبیهقی' ج 2' ص 166)

یہ ہیں اس حدیث کے متعدد طرق جن کو امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ابوقلابہ کی سماعت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔ یہ اس لئے کہ جو حدیث امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ ''من طریق یوسف بن عدی'' روایت کیا اس میں یہ الفاظ نہیں۔ یعنی تم کو سورۂ فاتحہ

اپنے دل میں پڑھنی چاہئے۔ اور امام طحاوی کی روایت کردہ حدیث' سند کے اعتبار سے امام بیہقی کی بطرق متعددہ روایت کردہ حدیث سے' صحیح ہے۔ کیونکہ امام طحاوی کی حدیث کے جملہ رجال وہ ہیں جو صحاح ستہ کے ہیں۔ لہٰذا اس حدیث میں ضعف کا امکان نہیں اس لئے امام بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ابوقلابہ کی سماعت تسلیم نہیں کی ورنہ ابوقلابہ کا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سننے میں کسی کو انکار نہیں۔

رجال الحدیث اہل نقد کی نظر میں

اب رجال حدیث (امام طحاوی کی روایت کردہ مذکورہ) کے متعلق آئمہ فن اور ارباب اسماء الرجال کی زبانی سنئے!

(1) یوسف بن عدی بن زریق بن اسماعیل (متوفی 232ھ)

یوسف بن عدی سے امام بخاری اور نسائی نے روایت کی۔ ابوحاتم اور ابوزرعہ بن رازیان نے بھی آپ سے روایت کی ہے ابوزرعہ کہتے ہیں۔ ''ثقہ'' اور ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا۔ مسلم نے صلہ میں فرمایا' یوسف بن عدی کوفی ثقہ ہیں۔

(تہذیب التہذیب' ج 11' ص 417)

امام ذھبی ''الکاشف'' میں لکھتے ہیں۔

آپ نے مصر میں مالک اور شریک سے حدیث بیان فرمائی اور یوسف بن عدی سے امام بخاری نے روایت کیا۔ فرماتے ہیں (یوسف بن عدی ثقہ ہیں)

(الکاشف' ج 3' ص 262)

عبیداللہ بن عمرو بن ابوالولید اسدی الرقی

(ولادت 101ھ' وفات 180ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

عبیداللہ بن عمرو سے امام بخاری مسلم' نسائی' ترمذی' ابن ماجہ اور ابوداؤد نے

روایت کی ہے۔ ابن معین اور نسائی نے آپ کو ثقہ کہا۔ ابو حاتم کہتے ہیں ''صالح الحدیث ثقۃ صدوق'' اور کہتے ہیں کہ میں نے عبیداللہ بن عمرو کی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی۔

ابن سعد کہتے ہیں ''کان ثقۃ صدوق کثیر الحدیث'' اور عبیداللہ بن عمرو جس نے عبدالکریم سے روایت کی ہے اس سے أحفظ ہیں آپ کے زمانہ میں آپ کے فتویٰ میں کسی نے جھگڑا نہیں کیا ابن حبان نے ثقات میں اس کا ذکر کیا اور عجلی وابن نمیر نے آپ کی توثیق فرمائی۔ (تہذیب التہذیب' ج 7' ص 42)

امام ذھبی ''الکاشف'' میں لکھتے ہیں۔

آئمہ صحاح ستہ نے آپ سے روایت کی ہے۔ ابن سعد فرماتے ہیں جس نے عبدالکریم سے روایت کی اس سے عبیداللہ بن عمرو أحفظ ہیں۔ اور آپ کے فتویٰ میں کسی نے جھگڑا نہیں کیا۔ امام مالک' عجلی اور ابن حبان نے آپ کو ثقات میں شمار کیا۔

(الکاشف' ج 2' ص 203)

ایوب بن ابی تمیمہ کیسان السختیانی

(ولادت 66ھ' وفات 131ھ)

ایوب بن اب تمیمہ' صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں۔

حافظ ابن حجر آپ کے متعلق لکھتے ہیں۔

ایوب سختیانی نے انس بن مالک کو دیکھا ہے لیکن ابن حبان نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے آپ کے سماع کے متعلق کہا کہ یہ میرے نزدیک صحیح نہیں۔

آپ سے آپ کے ہم عصر أعمش اور قتادہ بن دعامہ نے روایت کی اور یہ آپ کے شیوخ میں سے ہیں اس کے علاوہ حمادین' سفیانین' شعبہ' عبدالوارث' امام مالک' ابن اسحاق' سعید بن ابی عروبۃ اور ابن عطیہ کے علاوہ خلق کثیر نے آپ سے روایت کی۔

علی بن مدینی کہتے ہیں آپ کی تقریباً آٹھ صد احادیث ہیں لیکن ابن عطیہ کا کہنا ہے کہ دو ہزار احادیث ہیں۔ میمون بن عبداللہ کہتے ہیں حسن بصری' ایوب کو

نوجوانوں کا سردار تصور کرتے تھے۔ ابو ولید نے شعبہ سے فرمایا' ایوب نے مجھے حدیث بیان کی اور فقہاء کے سردار ہیں۔

حماد بن زید کہتے ہیں جن کے پاس میں بیٹھا ہوں ان میں سے ایوب میرے نزدیک افضل ہیں حمیدی' ابن عیینہ سے کہتے ہیں' ایوب کی مثل میں نے کسی سے ملاقات نہیں کی۔ ابن خیثمہ کہتے ہیں ایوب ثقہ ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں ابن مدینی سے سوال کیا گیا کہ اصحاب نافع سے کون أثبت ہے' فرمایا ایوب اور اس کا فضل' مالک اور اس کا اتقان' عبیداللہ اور اس کا حفظ۔

ابن سعد کہتے ہیں ''کان ثقۃ ثبتا فی الحدیث''

اور فرمایا ''جامعا کثیر العلم حجۃ عدلاً''

ابو حاتم کہتے ہیں' ثقہ ہیں۔ پھر کہا اس کی کوئی مثل نہیں۔

نسائی نے آپ کو ثقہ کہا۔ دار قطنی کہتے ہیں ''ایوب من الحفاظ الاثبات''

سعید بن یحییٰ القطان کہتے ہیں اصحاب نافع میں سے ایوب وعبداللہ اور مالک ہیں اور ابن جریج بھی ان سے کم نہیں (تہذیب التہذیب' ج 1' ص 397)

امام ذہبی ''الکاشف'' میں لکھتے ہیں۔

شعبہ بن حجاج کہتے ہیں میں نے ایوب کی مثل نہیں دیکھا' وہ فقہا کے سردار تھے۔ (الکاشف' ج 1' 92)

عبداللہ بن زید بن عمرو ابوقلابہ جرمی بصری (متوفی 104ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

ابن سعد نے آپ کو اہل بصرہ میں سے طبقہ دوم میں شمار کیا ہے۔ اور فرمایا' ابوقلابہ (کان ثقۃ کثیر الحدیث) مسلم بن یسار کہتے ہیں اگر ابوقلابہ عجم سے ہوتے تو قاضی القضاۃ ہوتے۔ امام عجلی کہتے ہیں ابوقلابہ (بصری تابعی ثقۃ)

ابن ابی حاتم کہتے ہیں ابوزرعہ فرماتے ہیں ابوقلابہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نہیں سنا۔ ابو حاتم کہتے ہیں ابو زید عمروؓ بن أخطب

سے بھی نہیں سنا۔ اور آپ کی تدلیس ثابت نہیں اور ابن خراش کہتے ہیں ’’ثقہ ہیں‘‘

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصریح سے ثابت ہوا' ابوقلابہ نے حضرت اُنس بن مالک انصاری اور انس بن مالک کعبی' ثابت بن ضحاک انصاری اور مالک بن حویرث سے سنا ہے۔

لہٰذا یہ امام بیہقی پر رد ہے جنہوں نے اپنی کتاب ’’سنن کبریٰ‘‘ میں کہا کہ ابوقلابہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔ بلکہ تمام اصحاب رجال کے مطابق' انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے آپ کی سماعت ثابت ہے۔ پس خرابی وہی کہ یہ حدیث امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی مؤید ہے اس لئے کوئی نہ کوئی علت بیان کر دی جائے تاکہ حدیث معلول ثابت ہو اور مذہب ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا اثبات نہ ہوسکے۔ (تہذیب التہذیب' ج 5' ص 224)

امام ذہبی لکھتے ہیں۔

ابوقلابہ' رجال صحاح میں سے ہیں اور تابعین میں سے امام ہیں آپ کی حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے سنن نسائی میں مراسیل میں سے ہے۔ اور حضرت ثابت بن ضحاک وحضرت مالک بن حویرث اور حضرت اُنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے صحاح میں مرفوع ___ آپ کی وفات میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک 104ھ اور بعض کے نزدیک 107ھ ہے۔

(الکاشف' ج 2' ص 79)

ابوقلابہ تابعین میں سے مشہور امام ہیں اور فی نفسہ ثقہ ہیں۔ جن سے آپ کی ملاقات ہوئی یا آپ کے ہم عصر ___ ان سے مدلس ہیں۔ یہ امام ذہبی کے شدت پسند رویے پر دلالت کرتا ہے ورنہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابوقلابہ کی تدلیس کا انکار کیا اور یہی قول درست ہے (میزان الاعتدال ___ ج 2' ص 425)

خلاصہء کلام

قارئین کرام! امام طحاوی کی حدیث کے رواۃ کے متعلق آپ نے مطالعہ کیا کہ امام ثوری' وکیع بن جراح' شعبہ بن حجاج اور سعید بن یحییٰ القطان جیسے آئمہ جرح وتعدیل اور امراء المومنین فی النقد نے ان کی توثیق فرمائی ہے اور جرح مبین تو درکنار' جرح مبہم بھی منقول نہیں۔ ان کی عدالت مسلمہ ہے جس میں کسی کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

امام طحاوی نے جو حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ صحیح ہے اور اس کے رجال' صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں جن کی تعدیل وتوثیق آئمہ فن رجال سے بلا جرح ثابت اور متحقق ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرأت خلف الامام میں ممانعت کے اندر صحیح احادیث مروی ہیں اور تمام احادیث جو اس باب میں منقول ہیں' بعض شیخین کی شرط پر صحیح' بعض صرف امام مسلم کی شرط پر صحیح اور بعض احادیث بلاشرط شیخین صحیح ہیں۔

اور ان احادیث میں سے کچھ حسن ہیں' کچھ ضعیف اور ضعیف بھی متعدد طرق اور بکثرت مروی ہونے کے اعتبار سے درجہ حسن کو پہنچی ہوئی ہیں۔

اسی طرح جو اخبار مرفوعہ وآثار موقوفہ منقول ہیں ان میں سے اکثر بسند جید مروی ہیں۔ مزید برآں وہ آثار جو صحابہ وتابعین سے قرأت خلف الامام کی وعید پر مروی ہیں ان سے مقتدی کے لئے امام کے پیچھے پڑھنے سے ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ اگر اس بات کی ممانعت نہ ہوتی تو جلیل القدر صحابہ کرام اور تابعین سے اس پر وعید بے معنٰی ہے۔

اس لئے جملہ احادیث وآثار اس بات کے شاہد ہیں کہ مذہب ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حق اور باصواب ہے۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ میں صحیح احادیث پر عمل کیا ہے۔ اور امام کے پیچھے قرأت کا ترک ہی شریعت مطہرہ کے موافق ومطابق

ہے۔ اللہ عزوجل عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واللہ أعلم بالصواب وما علینا الا البلاغ

اب علامہ مولانا محمد عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ پشاوری کی اس مسئلہ کے متعلق محققانہ گفتگو پیش خدمت ہے جوانہوں نے اپنی کتاب ''سیف المقلدین علی اعناق المنکرین'' میں فرمائی۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اور فارسی زبان میں لکھی گئی ہے جلد دوم صفحہ نمبر 14 پر یہ مسئلہ مرقوم ہے اس کا ترجمہ پیش خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں۔

باب چہارم

علامہ عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ کی محققانہ بحث

علامہ عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

باب سوم: نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بیان میں، اور یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے

فصل اول:

نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کے اثبات اور اس کی فرضیت کی نفی میں

☆ عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى صلوٰة لم يقرأ فيها بأم القرآن فهي خداج ثلثاً غير تمام ___ رواه مسلم والامام مالك وابو داؤد وابن ماجه والترمذی والنسائی والطحاوی.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی تو یہ نماز ناقص ہے (تین مرتبہ فرمایا) اور ناتمام ہے۔

روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ

☆ وعن عائشة رضی الله عنها قالت سمعت رسول الله صلى

"الله عليه وسلم يقول كل صلوة لا يقرأ فيها بأم الكتاب فهى خداج ــــ رواه ابن ماجه والطحاوى.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، فرماتے ہیں ہر وہ نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے، وہ ناقص ہے۔

خداج اور غیر تمام سے استنباط

جاننا چاہئے کہ ان دونوں حدیثوں میں لفظ خداج اور غیر تمام واضح طور پر اس بات کی دلیل ہے کہ بغیر سورۂ فاتحہ پڑھے نماز ہو جائیگی مگر ناقص۔ اور بجنسہٖ یہ حکم امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے۔ اگر سورۂ فاتحہ کا نماز میں پڑھنا فرض ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی خداج اور غیر تمام نہ فرماتے۔ جیسا کہ ظاہر ہے، بلکہ نماز کو باطل قرار دیتے یا اس کی مثل کوئی اور کلام ارشاد فرماتے۔ کہ نماز نہیں ہوئی وغیرہ، کیونکہ خداج بمعنیٰ نقصان ہے جیسا کہ صراح، قاموس، صحاح للجوہری، لسان العرب میں ہے اور حدیث مبارک میں جو (كل صلوٰة لايقرأ فيها بأم الكتاب فهى خداج) آیا ہے اس کا معنیٰ ہے ''نقصان'' اور اسی طرح حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اندر (مخدج اليد أى ناقص اليد) ہے ماحصل یہ کہ خداج بمعنیٰ نقصان ہے۔ اور کل میں نقصان کی موجودگی، کل کی نفی ثابت نہیں کرتی۔ علاوہ ازیں یہ قول کہ نماز میں سورۂ فاتحہ فرض ہے خلاف آیہ قرآنی اور احادیث کثیرہ ہے۔

اور آیہ کریمہ (فاقرء واما تيسر من القرآن) یعنی جو قرآن میں سے آسان ہو، پڑھو اور احادیث مبارکہ یہ ہیں۔

☆ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الصلوٰة لايصلح فيها من كلام الناس انهما هى التسبيح والتكبير وقرأة القرآن ــــ رواه مسلم وابو داؤد والنسائى والطحاوى ــــ بأسانيد متعدده.

نبی کریم صلی اللہ علیہ نے فرمایا ــــ بے شک نماز میں لوگوں کی گفتگو کرنا

درست نہیں کیونکہ یہ مکمل طور پر تسبیح وتکبیر اور قرآن کریم کی تلاوت ہے۔

☆ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قمت الى الصلوٰة فكبر ثمّ اقرأ ماتيسر معك من القران ثم اركع 'الحديث رواهُ البخارى ومسلم والنسائى والترمذى والطحاوى وابن ماجه وابو داؤد.

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو نماز کا ارادہ کرلے تو پہلے تکبیر پڑھ (اللہ اکبر کہہ) پھر تجھے قرآن میں سے جو آسان ہے اس کی تلاوت کر۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نادِ فى المدينة انه' لاصلوٰة الا بقرأة القران ولو بفاتحة الكتاب. رواه ابوداؤد وابوحنيفه

اے ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ)! مدینہ میں اعلان کردے کہ بغیر قرأت قرآن یقیناً نماز نہیں ہے اگرچہ سورۂ فاتحہ ہی پڑھ لی جائے۔

☆ عبداللہ بن حارث سے روایت ہے کہ میں نے انصار میں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت کے پیچھے نماز پڑھی ہے انہوں نے نماز کا ذکر کیا اور کہا نماز درست نہیں مگر قرآن معظم کے پڑھنے کے ساتھ اگرچہ سورۂ فاتحہ ہی کیوں نہ ہوں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

صليت خلف رهط من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم من الانصار فذكروا الصلوٰة وقالوا لاصلوٰة الا بقرأة ولو بفاتحة الكتاب ــــ رواه ابوبكر بن ابى شيبه.

پس یہ آیہ مقدسہ اور احادیث صحیحہ جو کہ بکثرت مروی ہیں اس بات پر صریح دلالت کررہی ہیں کہ نماز میں مطلق قران پڑھنا فرض ہے اور سورۂ فاتحہ کا بالخصوص پڑھنا فرض نہیں اس لئے کہ سورۂ فاتحہ مطلق قرأت کا ایک فرد ہے فانظرو ابنظر

المنصفين ولاتكونن من الممترين.

''جس نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں'' کی وضاحت

اور جو بخاری اور مسلم میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب'' اس شخص کی نماز نہیں جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی ___ اور بعض روایات میں اسی طرح آیا ہے ''لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب'' یعنی بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز نہیں۔

تو اس کے کئی جوابات ہیں۔

وجہ اول: یہ کہ حدیث مبارک ''لاصلوٰۃ الابفاتحۃ الکتاب'' میں نفی ذات نہیں بلکہ نفی کمال ہے جیسا کہ علامہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرمایا' کمال نماز سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ہے۔ نہ کہ بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز جائز نہیں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد'' یعنی مسجد کے ہمسایہ کی کامل نماز تبھی ہوتی ہے جب وہ مسجد میں ادا کرے۔ ''لاصلوٰۃ بحضرۃ الطعام'' جب کھانا حاضر ہو تو نماز نہیں (یعنی کامل ادا نہیں ہوتی) اور اسی طرح ہے ''لاایمان أولادین لمن لاعہد لہ'' یعنی جس شخص کا وعدہ نہیں اس کا ایمان یا دین کامل نہیں۔ اور اگر ان احادیث کا ترجمہ یوں کیا جائے۔ ''مسجد کے ہمسائے کی گھر میں نماز جائز نہیں'' اور ''طعام حاضر ہو تو نماز جائز نہیں'' اور ''خیانت کرنے والے کا ایمان نہیں۔ وہ کافر ہے'' تو یہ ترجمہ اور مطلب نہ صرف جمہور اہل سنت وجماعت کے مخالف ہے بلکہ جملہ اہل اسلام کے منافی ہے اور کوئی بھی اس مفہوم کا قائل نہیں۔ محض مثال کے طور پر ان دوتین احادیث پر اکتفا کیا گیا ہے ورنہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی جامع صغیر میں اس قبیل سے تقریباً 280 احادیث مبارکہ منقول ہیں۔ جن کی ابتداء میں لفظ ''لا'' موجود ہے۔ اس کا مطالعہ کیجئے اور دیکھئے کہ کہاں لفظ ''لا'' نفی ذات کے لئے ہے اور کس جگہ ''نفی کمال''

کے لئے۔

اس حدیث میں لفظ ''لا'' کے نفی کمال کی صفت سے متصف ہونے پر دلیل کلمۂ ''خداج'' اور لفظ ''غیر تمام'' ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص باسانید صحیحہ مروی ہیں۔ حدیث عبادہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نماز میں سورۂ فاتحہ کی فرضیت ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی۔

علامہ محمد عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ نے بموافق ''لاصلوٰۃ الا بحضرۃ الطعام'' ایک لطیفہ نقل فرمایا ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرماتے تھے:

لأن یکون أکلی کلہ صلوٰۃ خیرمن ان یکون صلوتی کلھا اکلاً۔

''میرا تمام کا تمام کھانا نماز ہو اس سے بہتر ہے کہ میری نماز تمام کی تمام کھانا ہو''

مطلب یہ کہ اگر کھانا کھا کر نماز پڑھی جائے تو تمام کھانا ہی نماز ہے اور خالی شکم نماز ادا کرنے سے جو نقص یا قصور نماز میں واقع ہوگا وہ بذات خود کھانا بن جائے گا۔

اگر مال و زر است زرع وتجارت
چودل باخدا است خلوت نشینی

یعنی مال ودولت کے باوجود اگر دل خدا سے ملا ہو ہے تو وہ مشغول ہونے کے باوجود بھی خلوت نشین ہی ہے۔

اسی طرح صوفیاء کا قول ہے۔

اگر کوئی اپنے وطن میں رہ کر مکہ مکرمہ کو یاد کرے' وہ بہتر ہے اس سے جو مکہ مکرمہ میں رہ کر اپنے وطن کو یاد کرے۔

وجہ دوم: یہ ہے کہ وہ احادیث جن میں ''لاصلوٰۃ الابفاتحۃ الکتاب'' مروی ہے اللہ عزوجل کے فرمان ''فاقروا ماتیسر من القران'' کے عموم کے معارض ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قران میں سے جو آسان ہے اسے پڑھو' اس کے بعد سورۂ فاتحہ بفرض تسلیم اس کی خصوصیت منسوخ ہوگئی اور نماز میں اس کی فرضیت

جاتی رہی۔

وجۂ سوم: یہ ہے کہ جملہ احادیث آحاد ہیں۔ اور خبر واحد قطعیت وفرضیت کا فائدہ نہیں دیتی۔ اگر بالفرض تسلیم کر بھی لیا جائے کہ یہ احادیث مبارکہ آیہ کریمہ کے عموم کی قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں تو پھر یہ احادیث آحاد ان احادیث صحیحہ کی مخالف ہوں گی جو اس سے قبل مروی ہیں۔ بلکہ ناسخ ___ اور یہ جائز نہیں۔ تو بالضرورت یہ احادیث مفید وجوب ہوں گی۔ چنانچہ ملا علی قاری اپنے رسالہ میں جو انہوں نے ''امام الحرمین'' کے جواب میں تحریر فرمایا' لکھتے ہیں۔

اما قوله' عليه السلام لاصلوٰة الا بفاتحة الكتاب فمحمول على الوجوب لانه' خبر الواحد وهو الموجب للعمل دون العلم فلا يثبت به الفرضية والنفى قد يراد به الكمال كما فى قوله عليه السلام لاصلوة لجار المسجد الافى المسجد وكما روى لاصلوٰة العبد آلابق ___ انتهىٰ كلامه.

علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ''سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں'' یہ وجوب پر محمول ہے کیونکہ یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد عمل کے لئے موجب ہے نہ کہ علم یقینی کے لئے' پس اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ اور نفی سے کبھی مراد نفی کمال ہوتی ہے جیسا کہ ''لاصلوٰة العبد الآبق'' اور ''لاصلوٰة لجار المسجد الا فى المسجد'' میں یعنی ''مسجد کے ہمسایہ کی نماز نہیں ہوتی مگر مسجد میں'' اور بھاگے ہوئے غلام کی نماز نہیں ہوتی'' مراد ہوگا کامل ادا نہیں ہوتی۔ (ملا علی القاری کا کلام ختم ہوا)

اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے فاين المفر من مذهبه والمقر.

وجہ چہارم: یہ ہے کہ صرف ''لا'' جو حدیث میں مذکور ہے یہ اسم وخبر کا تقاضا کرتا ہے۔ جیسا کہ ماہرین زبان عربی پر مخفی نہیں۔ اور یہاں ''لا'' کا اسم ''صلوٰة'' ہے مگر نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر بیان نہیں فرمائی۔ اس اعتبار سے لامحالہ ان احادیث میں تاویل ہوگی اور کسی دوسری چیز کی متضمن ہوں گی۔ مثلاً ان کی خبر ''کاملة'' یا ''جائزة'' وغیرہ ہوگی۔ پس اگر ان احادیث میں ''لا'' کی خبر مقدر ''جائزة'' مفروض کرلی جائے تو معنی حدیث یہ ہوں گے۔

''نماز جائز نہیں مگر سورۂ فاتحہ کے ساتھ''

''لاصلوٰة الابفاتحة الكتاب'' میں ''لا'' کی خبر کیا ہے؟

تو آیہ کریمہ اور احادیث صحیحہ جو اس سے قبل مذکور ہیں ان کی دلالت یہ ہے کہ خبر حرف ''لا'' کی ''کاملة'' ہے نہ کہ ''جائزة'' یعنی حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور اس کی مثل میں ''لا'' کی خبر ''کاملة'' ہے خلاصہ یہ کہ ''لا'' کی خبر کا ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ سے ہم تک نہیں پہنچا۔ پس لامحالہ احادیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ مؤول ہوں گی اور بالذات کسی چیز پر دلالت کرنی والی نہیں ہیں بلکہ ان دلائل کے تابع ہوں گی جو اس باب میں اقوی ہوں گے۔ پس ناچار یہ احادیث ابن صامت رضی اللہ عنہ آیہ مقدسہ اور احادیث صحیحہ کے تابع ہوں گی جو اس باب میں مذکور ہیں۔

وجۂ پنجم: وہ یہ ہے کہ بعینہٖ یہی حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خبر ''لا'' صرف ''کاملة'' ہے نہ کہ اس کے علاوہ کچھ اور ___ کیونکہ الفاظ حدیث بالتمام اس طرح ہوتے ہیں۔

لاصلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحه الكتاب فصاعدًا

یعنی اس کی نماز نہیں ہوتی جو سورۂ فاتحہ یا اس سے زیادہ نہ پڑھے۔

اور اسی طرح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے رسول کریم صلی اللہ علہ وسلم نے فرمایا ''مفتاح الصلوة الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم ولاصلوٰة لمن لم يقرأ بالحمد وسورة فى فريضة وغيرها ___ رواه الترمذی۔

نماز کی چابی وضو ہے۔ اور نماز میں کلام وغیرہ کو حرام کرنے والی، تکبیر (اللہ اکبر کہنا) ہے اور ان چیزوں کو حلال کرنے والی (یعنی نماز سے نکلنے کے لئے) شیء سلام (السلام علیکم ورحمۃ اللہ) ہے۔ اس شخص کی نماز نہیں جس نے فرض نماز یا اس کے علاوہ میں الحمد یا کوئی سورت نہ پڑھی۔"

ان احادیث کی دلالت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ خبر "لا" ان دونوں حدیثوں میں "کاملۃ" ہے نہ کہ "جائزۃ" اور اس پر اکثر امت کا اجماع ہے اگر ان دونوں حدیثوں میں خبر "لا" "جائز" قرار دی جائے تو معنی یوں ہوگا۔

"جب تک نماز میں سورۂ فاتحہ اور قرآن معظم کا کچھ حصہ نہ پڑھا جائے، نماز جائز نہیں۔"

اور یہ معنیٰ تو بالاجماع باطل ہے کیونکہ سورت کا ملانا فاتحہ کے ساتھ، کسی بھی مذہب میں فرض نہیں ____ پس حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ "لا" کی خبر "کاملۃ" ہے نہ کہ "جائزۃ"

لہٰذا ثابت ہوا کہ مطلق قرآن کا پڑھنا فرض ہے نہ کہ بالخصوص سورۂ فاتحہ کا اور یہی مطلوب ہے۔ اور یہی آئمہ دین کا مذہب ہے۔ اور ان میں سے بعض یہ ہیں۔

امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد، امام احمد بن حنبل، حسن بصری، ابراہیم نخعی، عامر شعبی، سعید بن میسب وغیرھم رضوان اللہ اجمعین۔

علامہ بدرالدین عینی، صحیح بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک آیہ مقدمہ، قرآن پاک میں سے جہاں سے بھی ہو، کافی ہے۔ واللہ أعلم.

لطیفہ

علامہ محمد عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لطیفہ نقل فرمایا ہے۔ ذیل میں موجود ہے۔

ردالمختار شامی وغیرہ میں منقول ہے کہ امام فخر الدین رازی نے سورۂ مومنوں میں اس بات کا ذکر کیا، بعض علماء کہتے ہیں اگر نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھیں تو عتاب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ڈر لگتا ہے اور اگر سورۂ فاتحہ پڑھ لیں تو امام حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے خوف آتا ہے لہٰذا ہم دونوں اماموں کو راضی رکھنے کے لئے ہر دو کی اقتداء کرتے ہیں تاکہ دونوں راضی رہیں۔ (انتھی کلامہ)

علامہ موصوف فرماتے ہیں۔ ایک دانا عالم جو کہ سخت مزاج تھا، نے ایک تارک جماعت سے پوچھا، کیا وجہ ہے کہ تو جماعت سے نماز ادا نہیں کرتا۔ اس نے جواب دیا کیا کروں جماعت سے نماز پڑھنے کی وجہ سے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی میں سے ایک ضرور ناراض جائیں گے اور میں چاہتا ہوں کہ دونوں راضی رہیں (اس لئے جماعت چھوڑ دیتا ہوں)

عالم دین نے کہا۔ ارے غافل! جماعت سے نماز پڑھنے سے تو تیرے گمان کے مطابق دونوں میں سے کوئی ایک ناراض ہوگا مگر ترک جماعت سے دونوں کے نزدیک مردود وملعون ٹھہرے گا۔ اور دونوں ناراض ہوں گے۔ نماز کی جماعت ترک کرنا دونوں کے نزدیک سورۂ فاتحہ کے پڑھنے یا چھوڑنے سے بدتر عمل ہے۔

فصل دوم

سورۂ فاتحہ' امام کے پیچھے پڑھنا جائز ہے یا نہیں

مخاطب! جان لے کہ مطلق قرأت خواہ ''الحمد'' ہو یا اس کے علاوہ' امام کے پیچھے مقتدی کا پڑھنا ممنوع ہے خواہ نماز سری ہو یا جہری۔ یہی مذہب ہمارے امام حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ (اللھم احشر نافی زمرتہ وأدخلنا فی اتباعہ' آمین بحرمۃ سید المرسلین) کا ہے۔

اس باب میں دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ جس طرح امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس ہیں کسی اور کے پاس نہیں۔ اور اس کی چند وجوہ ہیں مگر ان کے بیان سے قبل ایک قاعدہ کلیہ کی معرفت بہت ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

قرآن مجید خاص ہو یا احکام کے اعتبار سے عام' دین میں اَخذ اَحکام کے باب میں حدیث شریف پر اصل مقدم ہے۔ اور اس کی دو وجہیں ہیں۔

وجۂ اول: یہ کہ قرآن کریم قطعی النظم ہے اس لئے کہ زمانہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مکتوب شدہ' منقول بالاتفاق' متواتر النقل ہے۔ خواہ زمانہ کوئی بھی ہو۔ اور یہ قرآن مقدس احتمال تبدیل وتغیر الفاظ ومعانی سے اور زیادت ونقصان سے محفوظ ہے۔ بخلاف حدیث شریف کے' کہ وہ زمانہ نبوی میں مکتوب نہیں اور نہ متواتر النقل منقول ہے' اکثر احادیث احاد ہیں مگر بعض' اور وہ بھی مرتبہ قرآن حکیم کو نہیں پہنچ سکتیں۔

مسند حدیث میں رجال جس قدر زیادہ ہوں گے اسی قدر جواز واحتمال خطأ زیادہ

ہوگا۔ جیسا کہ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے تصریح کی۔

قال فی شرح نخبۃ الفکر فی مصطلح اھل الأثر

مامن راوٍ من رجال الاسناد الا والخطاء جائز علیه فکلما کثر الوسائط وطال السند کثرت مظان التجویز وکلما قلت قلت.

رجال اسناد میں سے ہر راوی سے خطا ہو سکتی ہے جس قدر واسطے زیادہ ہیں گے اور سند حدیث طویل ہوگی گمان خطا اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ اور جس قدر واسطے کم ہوں گے گمان خطا بھی کم ہوگا۔

لہٰذا حدیث کا یہ حال ہے کہ جس قدر سند لمبی ہوگی اور متعدد ہوگی اسی قدر الفاظ حدیث بھی متعدد اور باہم متغیر ہوں گے۔ جیسا کہ ماہرین فن پر مخفی اور پوشیدہ نہیں اور یہ وجہ عقلی ہے۔

وجۂ دوم: وجہ دوم نقلی ہے اور قرآن وحدیث سے۔

اما القران' فقال اللہ تعالیٰ' اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول' کہ اطاعت خدا تعالیٰ پہلے ہے اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں۔ اور پھر رب تعالیٰ نے فرمایا۔

وما کان المؤمن ولا المومنۃ اذا قضی اللہ ورسوله امرا أن یکون لھم الخیرۃ من امرھم.

کس مومن مرد یا عورت کو اپنے امر میں اختیار نہیں جب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ فرما دیں۔

ان دو آیتوں سے ظاہر ہو گیا اطاعت خداوند' اطاعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مقدم ہے۔

فأما الحدیث.

فعن معاذ بن جبل ان رسول اللہ لما بعثہ' الی الیمن قال کیف

تقضی اذا عرض لک قضاء قال أقضی بکتاب الله تعالیٰ قال فان لم تجد فی کتاب الله قال فبسنة رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فان لم تجدنی سنة رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فأجتهد برائی ولا آلوا قال فضرب رسول الله صلی الله علیه وسلم علی صدره وقال الحمد لله وفق رسول رسول الله صلی الله علیه وسلم بما یرضی به رسوله

(رواہ الترمذی' والدارمی وابوداؤد)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو عامل یمن بنا کر بھیجا تو فرمایا اے معاذ تیرا طریقۂ قضاء (فیصلہ کرنے کا طریقہ) کیا ہوگا۔ عرض کی یا حضرت! قرآن پاک کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ فرمایا' اگر قرآن سے نہ ملا تو! عرض کی پھر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ فرمایا' اگر سنت میں بھی نہ ملا تو' عرض کی ___ اجتہاد کروں گا اور اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ اور اس میں کوتاہی اور قصور نہیں کروں گا۔ تو یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا' اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو توفیق عطا فرمائی اس بات کی جس پہ اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہے۔

اس کے علاوہ توضیح' خطبہ تفسیر احمد اور تفسیر کبیر' جلد سوم میں مرقوم ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یکثر لکم الاحادیث من بعدی فاذا روی لکم حدیث فاعرضوہ' علی کتاب الله فان وافقهٔ فاقبلوہ وان خالفه' فردوہ.

میرے بعد تمہارے لئے بکثرت احادیث روایت کی جائیں گی۔ پس اگر کوئی حدیث سامنے آئے تو اسے کتاب اللہ (قرآن پاک) پر پیش کرو اگر وہ حدیث اس کے موافق ہو تو قبول کرلو ورنہ اس حدیث کو ترک کر ڈالو۔

یہ دونوں حدیثیں بالصریح ناطق ہیں کہ کلام اللہ' یقیناً حدیث پر مقدم ہے اور یہ بھی جاننا چاہئے کہ ہر وہ حدیث صحیح جو موافق نص قرانی ہو' مقدم ہے اس حدیث پر جو بظاہر معارض نص قرآنی ہے۔ اور وہ حدیث جو مخالف نص قرآنی ہے اگر کوئی تاویل قابل قبول نہ مل سکے تو اسے متروک العمل شمار کیا جائے گا۔

علامہ فرماتے ہیں جب تو اس مقدمے سے واقف ہوگیا تو اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے دلائل دل وجان سے سماعت کر۔ وانصف حق الانصاف ولا تمل الی التعصب ولاعتساف أقول وبالله التوفیق ومنه' الوصول الی التحقیق.

دلیل اوّل

قرأت خلف الامام کے ترک پر

قال اللہ تعالیٰ. فاذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون

جس وقت قرآن پڑھا جائے' اس کو سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

امام احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

أجمع الناس علی ان هذه الآية نزلت فی الصلوٰة.

لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیہ کریمہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

رواہ البیھقی وابن همام فی الفتح وملا علی القاری فی شرح المؤطا.

مستند اور قابل اعتماد قول یہی ہے کہ یہ آیہ کریمہ خاص نماز میں قرأت کے بارے میں نازل ہوئی چنانچہ تفسیر عماد بن کثیر میں مرقوم ہے

قال علی بن طلحة عن ابن عباس قوله واذا قرئ القران یعنی فی الصلوٰة المکتوبة حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو" یہ حکم نماز مفروضہ میں ہے۔

امام بغوی علیہ الرحمۃ کی صراحت اور منکرین کا رد

امام بغوی شافعی المذہب' استاد صاحب مشکوٰۃ' تفسیر معالم التنزیل میں یہ قول بطور فیصل بیان فرماتے ہیں جس سے ہمارے زمانے کے مخالفین کا استیصال ہوتا ہے۔

ذهب جماعة الی انها فی القرأة فی الصلوٰة

ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ یہ آیہ کریمہ دربارۂ قرأت نماز ہے۔

اس کے بعد دیگر اقوال نقل فرمائے اور آخر میں فیصلہ یوں سنایا۔

والاول اولاها وهو أنها فی القرأة فی الصلوٰة

پہلا قول ہی بہتر ہے اور وہ یہ کہ یہ آیت نماز میں قرأت کے بارے میں نازل ہوئی۔

برادرانِ اسلام! صاحب تفسیر شافعی المذہب ہونے کے باوجود حق بات کو کیسے واضح انداز میں بیان فرمارہے ہیں۔ مگر ہمارے زمانے کے منکرین کی بے دینی اور تعصب اس حد تک پہنچ گا ہے کہ صاحب تفسیر کا فیصلہ انہوں نے یکسر نظر انداز کر دیا ہے اور مردانہ وار' رسالوں کے اوراق' سیاہ کر رہے ہیں جیسا کہ ان کی عادت ہے۔

امام بغوی نے اپنی تفسیر میں صاف اقرار کیا ہے کہ یہ آیت خطبۂ جمعہ یا نماز میں کلام کرنے کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

چہ دلاور است دزدی کہ بکف چراغ دارد

دوسرے لوگ کیا لکھیں ان کے اپنے اَقوال ہی سے سچائی ظاہر ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر "درمنثور" میں فرماتے ہیں

أخرج عبد بن حميد والبيهقی فی القرأة عن ابی العالية ان النبی صلی الله عليه وسلم کان اذا صلی باصحابه فقرأ قرأ اصحابه فنزلت هذه الآية فسکت القوم وقرأ النبی صلی الله عليه وسلم ابوعالیہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی قرأت کی تو صحابہ نے بھی قرآن پڑھا۔ تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ پس قوم پڑھنے سے باز رہتی (خاموش رہتی) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرأت فرماتے۔ کذافی الظل۔

علامہ عبدالباقی زرقانی نے شرح مؤطا امام مالک میں قاضی عبدالبر کا ایک قول نقل فرمایا۔

أجمعوا على انه لم يرد به كل موضع يستمع فيه القران وانما أراد الصلوة ويشهد له، قوله، صلى الله عليه وسلم فى الامام واذا قرئ فأنصتوا صححه، ابن حنبل، فاين المذهب عن السنة وظاهر القرآن.

تمام لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت سے مراد یہ نہیں کہ جہاں بھی قرآن پڑھا جائے اسے غور سے سنو بلکہ اس سے مراد نماز ہے اور اس پر دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے۔ کہ جب امام پڑھے تو سنو____ امام احمد بن حنبل نے اسی حدیث کو صحیح کہا ہے، پس اب اس سے فرار کی کون سی راہ ہے اور اس حدیث اور ظاہر قرآن سے کیسے انکار!

سوال: وہ لوگ جو لادینی کا شکار ہیں اور اس آیہ کریمہ سے حنفیہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص امام کے پیچھے اس وقت پہنچے جب وہ قرأت شروع کر چکا ہو تو بمطابق حنفیہ اگر وہ تکبیر تحریمہ کہے اور نیت کرے تو ترک استماع وانصات لازم آ گے گا جبکہ حنفیہ کے نزدیک یہ لازم وضروری ہے اور اگر وہ تکبیر ونیت میں مشغول نہ ہو تو رکعت کھو دے گا؟

جواب: علامہ موصوف جواب دیتے ہیں کہ اس اعتراض کا رد اور جواب یہ ہے کہ یہ آیہ کریمہ نماز کے حق میں خاص ہے یعنی استماع وانصات، تکبیر تحریمہ کے بعد لازم ہے نہ کہ قبل از تکبیر تحریمہ۔ اور دوم یہ کہ حنفیہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کہنے کے لئے تلفظ شرط نہیں بلکہ قصد قلبی اور ارادہ دل ہی کافی ہے اس صورت میں اعتراض بے معنی ہے۔

وجۂ استدلال بر آیۂ مقدسہ واذا قرئ القران.....

تعدد الفاظ، تعدد معانی پر دال ہے

خلاصۂ کلام کہ قاعدہ مسلمہ کے تحت کل سے تعدد الفاظ، تعدد معانی پر دلالت

کرتے ہیں عموماً____ اور بالخصوص کلام ربانی کہ اس کا تو ہر نقطہ رحمت وفائدے سے پُر ہے۔ حشو وزائد کی اس میں مجال نہیں۔ ہر لفظ سے فائدہ جدید حاصل ہے اس لئے اس مقام پر علماء نے کہا کہ کلمۂ (أنصتوا) کا فائدہ اس وقت ہے جس لفظ (فاستمعوا) سے مستفاد نہ ہو۔ ورنہ کلام الٰہی میں حشو لازم آئے گا۔ پس یہ آیہ کریمہ مقتدی کو مطلقاً سورۂ فاتحہ پڑھنے سے منع کرتی ہے۔ خواہ نماز سری ہو یا جہری۔ اس لئے کہ اس آیہ مقدسہ سے دو اغراض مطلوب ہیں۔ ایک کانوں سے بغور سننا اور دوسرا خاموش رہنا۔ اور عمل ہر دو پر واجب ہے مگر سننا خاص ہے نماز جہری کے ساتھ اور خاموش رہنا عام ہے نماز سری ہو یا جہری، انصات وسکوت دونوں کو شامل ہے۔ پس بوقت نماز مقتدی کا امام کی قرأت کے وقت خاموش رہنا عموماً واجب ہے بحکم (اذا) شرطیہ کے۔ اگر بلند آواز سے قرأت والی نماز ہے تو انصات مع سکوت دونوں واجب ہیں اور اگر قرأت کا سننا ممکن نہیں جیسے آہستہ قرأت سے پڑھی جانے والی نماز، تو فقط انصات واجب ہے نہ کہ سماع۔ بہر حال مقتدی کا چپ رہنا ہر حال میں لازم ہے اور سننا بوقت جہر خاص ہے۔

كما قال العلامة ابن الهمام فى فتح القدير، فان المطوب من هذه الآية أمران الاستماع والانصات فيعمل بكل منهما والاول يخص بالجهرية والثانى لا، فيجرى على إطلاقه فيجب السكوت عند القرأة مطلقاً

علامہ کمال الدین ابن ہمام شارح ہدایہ نے فرمایا، اس آیہ سے دو امر مطلوب ہیں ایک استماع اور دوسرا سکوت۔ پس ان دونوں میں سے ہر ایک پر عمل کیا جائے گا۔ استماع، نماز جہریہ کے ساتھ مخصوص ہے اور سکوت، یہ اپنے اطلاق پر رہے گا۔ پس قرأت کے وقت، خواہ سری نماز ہو یا جہری، سکوت واجب ہے۔

اعتراض: بعض کہتے ہیں کہ امام کے جہر کے وقت مقتدی کا سکوت بھی مثل سماع کے خاص ہے یہ کہنا چند مفاسد کا موجب ہے۔

جواب اوّل: کلمہ (اذا قرئ) کے عموم کا ابطال ہے کیونکہ یہ سری اور جہری دونوں نمازوں کو شامل ہے۔ اور اگر مراد شارع یہی ہوتی جیسا کہ بعض نے کہا ہے تو ارشاد خداوندی یوں ہوتا (واذا جهر القران) یعنی جب قرآن بلند آواز سے پڑھا جائے۔ تو پھر سماع کی مانند مقتدی کا اِنصات بھی خاص ہوتا۔

جواب دوم: اس سے کلام میں حشو لازم آئے گا جو کلام فصیح میں لغو ہے۔ اور وہ لفظ (أنصتوا) ہے اس لئے کہ اگر اللہ عزوجل کا مقتدی سے مطلق انصات، مقصود نہ ہوتا بلکہ بوقت جہر میں خاص ہوتا تو اس صورت میں (فاستمعوا) بغیر لفظ (أنصتوا) کے کافی ہوتا۔ کیونکہ استماع مع القرأة جیسا کہ چاہئے، ہر ایک سے متصور نہیں اور اللہ تعالیٰ کا امر حق اسماع کا تقاضا ہے کہ نفس صوت ہو۔

جواب سوم: مشہور کلیے سے مخالفت ہے وہ یہ کہ تعدد الفاظ، تعدد معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ لہٰذا اللہ عزوجل کا قول (وانصتوا) مثل (فاستمعوا له) نہیں جیسا کہ بعض کا گمان باطل ہے بعینہٖ اس مضمون قرآن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کلام میں اختصاراً اس طرح بیان کیا۔

☆ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا. رواهُ نسائی وابن ماجه وابو داؤد ومسلم وقال فی صحيحه هذا الحديث صحيح.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، امام کو اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ تم اس کی اقتدا کرو، جب وہ تکبیر کہے، تم بھی تکبیر کہو اور جب قرأت کرے تو تم خاموش رہو (خواہ حالت جہر ہو یا سر)

☆ عن ابی موسیٰ الاشعری رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم واذا قرئ الامام فانصتوا رواهُ ابن ماجه

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا جب امام قرأت کرے تم خاموش رہو، (حالت جہر ہو یا سر)

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جب امام قرأت شروع کردے، اور موجب آیہ کریمہ (اذا) شرطیہ ہے، تو خاموش رہنا وجوباً ضروری ہے اس لئے کہ یہ (اذا) شرط کی جزا ہے۔ اور صیغۂ اَمر (انصتوا) کے ساتھ واجب ہے جو قرآن وحدیث دونوں میں وارد ہے۔

ایک اور سوال: اگر کوئی کہے کہ امام واحدی کے قول کے مطابق جب امام سکتہ کرے تو مقتدی کو لازم ہے کہ وہ قرأت کرے پس اس صورت میں (واذا قرئ القران) آیہ مقدسہ سے کوئی مخالفت لازم نہیں آئے گی اور حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ پر بھی عمل ہو جائے گا!

جواب: (علامہ موصوف فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ شافعی المذہب نے خود اپنی تفسیر، تفسیر کبیر جلد رابع میں اس کا جواب دیا ہے۔

ولقائل أن يقول سكوت الامام اما أن تقول انه من الواجبات أو ليس من الواجبات والاول باطل بالاجماع. والثانی يقتضی أن يجوز له أن لا يسكت فتقدير أن لايسكت يلزم أن تحصل قرأة المأموم مع قرأة الامام وتلك تفضی الی ترک الاستماع والی ترک السكوت عند قرأة الامام وذالک علی خلاف النص

سکتہ امام دو حال سے خالی نہیں، واجب ہو گا یا نہیں۔ صورت اول بالا جماع باطل ہے کہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ اور دوسری صورت (واجب نہ ہو) میں امام کو جائز ہے کہ سکتہ نہ کرے۔ اس صورت میں مقتدی کو امام کے ساتھ پڑھنا لازم آئے گا اور یہ مستلزم ترک استماع وسکوت ہے امام کے پڑھنے کے وقت ___ اور یہ خلاف نص ہے۔

ہر وہ جگہ کہ جہاں امام پر سکتہ نہیں، مقتدی سے وجوب قرأت رفع ہوا تو معلوم ہو گیا کہ باقی صورتوں میں بھی واجب نہیں۔ اور اس تمہید کے بیان کرنے کے بعد دوسرا جواب ارشاد فرماتے ہیں

فثبت ان هذا السوال الذى أورده الواحدى غير جائز

پس ثابت ہو گیا کہ جو سوال امام واحدی نے کیا ہے جائز نہیں ہے۔

فائدہ: علامہ شیخ احمد طحاوی، مراقی الفلاح شرح نور الایضاح کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔

والأصح انه (اى المقتدى) يأتى بالثناء الا اذا أخذ الامام فى القرأة ولو سرية لإطلاق النص وهو قوله تعالىٰ (واذا قرئ القران فاستمعوا له)

پس لفظ (مدفوع) سے ورفوع ہوا، جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام کی قرأت کے وقت مقتدی ثناء پڑھے اور بعض متون وکتب فقہ اس خدشہ کا اظہار کرتے ہیں کہ اس میں تعجب ہے کہ از جہت امام کی قرأت کے، خواہ نماز سری ہو یا جہری ___ سورۂ فاتحہ واجب ہے یا فرض علی اختلاف المذاہب ___ ہم اس کو امام پر چھوڑ رہے ہیں۔ اور ثناء بالاتفاق سنت ہے اور وہ اسی طرح باقی ہے خلاصۂ کلام یہ کہ اگر امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا ممنوع ہے تو ثناء کیسے جائز ہے جو کہ مسنون ہے۔

دلیل دوم

برترک قرأت خلف الامام

☆ عن ابى هريرة رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف من صلوٰة جهر فيها بالقرأة فقال هل قرأ معى أحدا انفاً فقال رجل نعم أنا يا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انى أقول مالى أنازع القران قال فانتهى الناس عن القرأة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما يجهر فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم بالقرأة حين سمعوا ذالک من رسول الله صلى الله عليه وسلم ___ رواه الامام مالك والامام محمد وابو داؤد والترمذى وابن ماجه والنسائى والطحاوى وغيرهم.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے قرأت کی جانے والی نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا، کیا ابھی تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرأت کی ہے۔ ایک شخص نے عرض کی، ہاں میں نے پڑھا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی لئے تو میں سوچ رہا تھا کہ کون قرآن میں میرے ساتھ منازعت کر رہا ہے۔ (راوی کہتے ہیں) پس لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھنے سے رک گئے اس نماز میں جس میں بلند آواز سے قرأت کی جاتی ہے۔

علامہ زرقانی اس حدیث مبارک کی شرح میں فرماتے ہیں۔

قال ابو عبدالمالک أى اذا جهرت بالقرأة فان قرأتم ورائى فكانها تنازعونى فى القرآن الذى أقرأ ولكن أنصتوا وقال الباجى ومعنى منازعتهم له، ان لا يفردوه بالقرأة ويقرء وامعه،

یعنی جب میں بلند آواز سے قرأت کرتا ہوں، اگر تم بھی میرے ساتھ پڑھنے لگو تو گویا میرے ساتھ منازعت کررہے ہو ـــــ امام باجی منازعت کا معنی یوں کرتے ہیں کہ وہ (صحابہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرأت میں تنہا تصور نہ کریں بلکہ (حکما) وہ بھی قرأت ہی کررہے ہیں۔

اس حدیث مبارک کا ظاہر اور عموم اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جب امام باآواز بلند سورۂ فاتحہ اور اس کے علاوہ کچھ قرأت کرے تو مقتدی کو امام کے پیچھے نہیں پڑھنا چاہئے

شیخ ابن تیمیہ سے منقول ہے کہ مذہب امام ابوحنیفہ وامام احمد وامام مالک اور تمام سلف وخلف یہی ہے۔ علامہ بدرالدین عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں جمہور اہل علم کا یہی مذہب ہے اور بعض ان جمہور میں سے امام ابوحنیفہ، امام محمد، امام مالک، امام احمد اور فقہائے حجاز وشام وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

علامہ موصوف اس حدیث مبارک کے نکات بیان فرماتے ہیں

مؤلف أفقر العباد برادران مسلمین کے ساتھ اپنا اعتقاد صاف ظاہر کرتا ہے کہ فقرۂ حدیث ''فقال رجل نعم أنا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' میں ایک نکتۂ عجیب شامل ہے اور وہ یہ ہے کہ جملہ صحابہ کرام میں سے ایک شخص نے عرض کیا ''نعم أنا'' یہ نہیں کہا ''فقالوا نعم نحن'' پس یہ حدیث صاف دلالت کررہی ہے کہ جملہ صحابہ کرام میں فقط ایک شخص ہی تھا جس کا یہ عقیدہ تھا اور کوئی اس کا قائل نہیں تھا ورنہ یوں کہتے ''ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے پڑھا ہے'' (یعنی سب یا اکثر کہتے) اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں بھی یہ نکتہ ظاہر ہے جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہا۔ ''انا نکون وراء الامام'' بصیغہ جمع کہا گیا۔ کہ وہ سب کے سب امام کے پیچھے پڑھنے کے قائل نہیں تھے ورنہ جمع کا صیغہ لانا (انا نکون) لغو ہوجائیگا۔ لیکن قول ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ''قال أقرأ بھافی نفسک'' اس کا جواب اس طرح ہے کہ دل میں پڑھنے سے مراد بغیر زبان کے پڑھنا ہے اور توجہ وفکر دل،

اس پڑھنے والے کی طرف ہو۔

یعنی امام جو پڑھ رہا ہے اسے توجہ سے سنے نہ کہ امام کے پیچھے آہستہ پڑھنا شروع کردے (علامہ موصوف کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ توجہ بہت اچھی ہے اور دل لگتی ہے اگر ''اقرأ بھا فی نفسک'' سے ہم قرأت سریہ مراد لیں۔ تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا جمہور صحابہء کرام سے اختلاف لازم آئے گا۔ جیسا کہ لامذہبوں کا مذہب ہے۔ بلکہ اس سے مراد قرأت عام ہے نماز سری ہو یا جہری حالانکہ اس سے پہلے حدیث ابوہریرہ گزرچکی جس میں یہ مذکور ہے ''فانتھی الناس عن القرأۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما یجھر فیہ بالقرأۃ حین سمعوا ذالک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔''

نماز جہری میں معترض کا اعتراض درست نہ ہوگا کیونکہ اس حدیث کے راوی بھی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اس طرح اس حدیث سے بھی ان کا استدلال درست نہیں۔ بالفرض اگر تسلیم کرلیا جائے۔ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی غرض اسی طرح ہے جس طرح مدعی کہتا ہے تو ہم کہیں گے کہ صحابہ کرام کے ایک جم غفیر کی اتباع لازمی اور ضروری ہے۔ نہ کہ تنہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی۔ اور پھر یہ فقیہ بھی نہیں ہیں۔ اور اس کے علاوہ احادیث آئندہ وگزشتہ اور پھر آیہ مقدسہ (واذا قرئ القران) اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہ کا مذہب، اس کے مخالف ہیں۔

اعتراض: متعصبین کہتے ہیں کہ وہ شخص باآواز بلند پڑھ رہا تھا جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی قرأت سے اشتباہ والتباس واقع ہوا اور ظاہر ہے جب امام بلند آواز سے قرأت کررہا ہو تو لازماً اسے کسی کے پڑھنے سے سہو پڑے گا۔

معترض کا یہ خیال کرنا دو وجہ سے مفاسد کا باعث ہے۔

جواب اوّل: ایک یہ کہ حدیث کا فقرہ ''فانتھی الناس عن القرأۃ'' کی معترض نے تحریف کی ہے۔

اور دوسرا فساد یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ''معتوہ'' یعنی مدہوش ہونا لازم

یعنی جب میں بلند آواز سے قرأت کرتا ہوں اگر تم بھی میرے ساتھ پڑھنے لگو تو گویا میرے ساتھ منازعت کر رہے ہو ___ امام باجی منازعت کا معنی یوں کرتے ہیں کہ وہ (صحابہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرأت میں تنہا تصور نہ کریں بلکہ (حکما) وہ بھی قرأت ہی کر رہے ہیں۔

اس حدیث مبارک کا ظاہر اور عموم اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جب امام بآواز بلند سورۂ فاتحہ اور اس کے علاوہ کچھ قرأت کرے تو مقتدی کو امام کے پیچھے نہیں پڑھنا چاہئے

شیخ ابن تیمیہ سے منقول ہے کہ مذہب امام ابوحنیفہ وامام احمد وامام مالک اور تمام سلف وخلف یہی ہے۔ علامہ بدر الدین عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں جمہور اہل علم کا یہی مذہب ہے اور بعض ان جمہور میں سے امام ابوحنیفہ امام محمد امام مالک امام احمد اور فقہائے حجاز وشام وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

علامہ موصوف اس حدیث مبارک کے نکات بیان فرماتے ہیں

مؤلف افقر العباد برادران مسلمین کے ساتھ اپنا اعتقاد صاف ظاہر کرتا ہے کہ فقرۂ حدیث ''فقال رجل نعم أنا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' میں ایک نکتۂ عجیب شامل ہے اور وہ یہ ہے کہ جملہ صحابہ کرام میں سے ایک شخص نے عرض کیا ''نعم أنا'' یہ نہیں کہا ''فقالوا نعم نحن'' پس یہ حدیث صاف دلالت کر رہی ہے کہ جملہ صحابہ کرام میں فقط ایک شخص ہی تھا جس کا یہ عقیدہ تھا اور کوئی اس کا قائل نہیں تھا ورنہ یوں کہتے ''ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے پڑھا ہے'' (یعنی سب یا اکثر کہتے) اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں بھی یہ نکتہ ظاہر ہے جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہا۔ ''انا نکون وراء الامام'' بصیغہ جمع کہا گیا۔ کہ وہ سب کے سب امام کے پیچھے پڑھنے کے قائل نہیں تھے ورنہ جمع کا صیغہ لانا (انا نکون) لغو ہو جائیگا۔ لیکن قول ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ''قال أقرأ بھا فی نفسک'' اس کا جواب اس طرح ہے کہ دل میں پڑھنے سے مراد بغیر زبان کے پڑھنا ہے اور توجہ وفکر دل،

اس پڑھنے والے کی طرف ہو۔

یعنی امام جو پڑھ رہا ہے اسے توجہ سے سنے نہ کہ امام کے پیچھے آہستہ پڑھنا شروع کر دے (علامہ موصوف کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ توجہ بہت اچھی ہے اور دل لگتی ہے اگر ''أقرأ بھا فی نفسک'' سے ہم قرأت سریہ مراد لیں۔ تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا جمہور صحابہء کرام سے اختلاف لازم آئے گا۔ جیسا کہ لامذہبوں کا مذہب ہے۔ بلکہ اس سے مراد قرأت عام ہے نماز سری ہو یا جہری

حالانکہ اس سے پہلے حدیث ابوہریرہ گزر چکی جس میں یہ مذکور ہے ''فانتھی الناس عن القرأۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما یجھر فیہ بالقرأۃ حین سمعوا ذالک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔''

نماز جہری میں معترض کا اعتراض درست نہ ہوگا کیونکہ اس حدیث کے راوی بھی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اس طرح اس حدیث سے بھی ان کا استدلال درست نہیں۔ بالفرض اگر تسلیم کر لیا جائے۔ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی غرض اسی طرح ہے جس طرح مدعی کہتا ہے تو ہم کہیں گے کہ صحابہ کرام کے ایک جم غفیر کی اتباع لازمی اور ضروری ہے۔ نہ کہ تنہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی۔ اور پھر یہ فقیہ بھی نہیں ہیں۔ اور اس کے علاوہ احادیث آئندہ وگزشتہ اور پھر آیہ مقدسہ (واذا قرئ القران) اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہ کا مذہب اس کے مخالف ہیں۔

اعتراض: متعصبین کہتے ہیں کہ وہ شخص بآواز بلند پڑھ رہا تھا جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی قرأت سے اشتباہ والتباس واقع ہوا اور ظاہر ہے جب امام بلند آواز سے قرأت کر رہا ہو تو لازماً اسے کسی کے پڑھنے سے سھو پڑے گا۔ معترض کا یہ خیال کرنا دو وجہ سے مفاسد کا باعث ہے۔

جواب اوّل: ایک یہ کہ حدیث کا فقرہ ''فانتھی الناس عن القرأۃ'' کی معترض نے تحریف کی ہے۔

اور دوسرا فساد یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ''معتوہ'' یعنی مدہوش ہونا لازم

آئے گا (معاذ اللہ) اس وقت کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے جھر سے
تشابہ پڑا۔ اول یہ کہ اس شخص کے آواز کے سننے سے اس کو پہچانتے۔ تو پھر اس طرح
فرماتے۔ ''لاتفعل کذالک ''یعنی اس طرح نہ کر اور اگر بالفرض نہ پہچانتے تو اس
طرح ارشاد فرمائے۔

(من قرأ معی منکم انفاً یاایکم القاری انفاً) کس شخص نے ابھی میرے
ساتھ پڑھا ہے یا تم میں سے ابھی کون پڑھ رہا تھا۔ اس لئے کہ استفہام مذکور کی
صورت میں عقلاء کے نزدیک بھی تعین قاری درکار ہے نہ کہ تحقق قرأت' کیونکہ
قرأت کو خود بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے تھے۔ جو قرآن کے ساتھ وجہ
نزاع بنا ہوا تھا۔ بلکہ تفتیش کے بعد اور کسی چیز کی حاجت نہیں تھی صرف اسی قدر ہی
ارشاد گرامی کافی تھا کہ جس وقت امام پڑھ رہا ہو۔ آہستہ پڑھو۔ بلکہ الفاظ حدیث
''فانتهی الناس '' دلالت کررہے ہیں کہ لوگوں نے اصلاً پڑھنا چھوڑ دیا یعنی
(فانتهى الناس) سے مراد ہے کہ لوگوں نے قرأت خلف الامام ترک کردی۔

لایخفی علی الجاهل الغافل ___ فضلاً عن العاقل الفاضل.

حدیث نمبر 76 کے تحت میں نے اس طرف اشارہ کیا تھا۔ کہ امام نووی نے کہا
یہ انکار اس کے جہر یا رفع صوت پر تھا نہ کہ اصل قرأت میں ___ اسی قول کو علامہ محمد
عبدالجلیل نے نہایت عمدہ تحقیق کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ انکار جہر یا رفع صوت پر
نہیں تھا اگر اس کو تسلیم کرلیا جائے تو نبی کریم صلی اللہ علہ وسلم کا ''معتوہ'' ہونا لازم
آئے گا (معاذ اللہ منہ) علامہ موصوف نے اس پر نہایت عمدہ کلام فرمایا اور ثابت کیا
کہ انکار کی اصل' قرأت میں ہے یعنی امام کے پیچھے کچھ نہیں پڑھنا چاہئے ___ اللہ
تعالی سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دو عجیب نکتے

علامہ موصوف فرماتے ہیں اس حدیث مبارک میں دو نکتے اور بھی ہیں۔
اول یہ کہ فاتحہ وغیرہ کا پڑھنا امام کے پیچھے فرض ہوتا تو ایسی صورت میں نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے پڑھنے پر علم کامل ہوتا اور ہرگز یہ نہ فرماتے ''ھل
قرأ معی منکم ___) بلکہ اگر سورت فاتحہ فرض ہوتی تو اس کی فرضیت کی صورت
میں اگر ان میں سے کسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گمان نہ پڑھنے کا ہوتا تو معاملہ
اس کے برعکس ہوتا۔ اور ضروری تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ''من منکم لم
یقرأ او ترک الفرض ''یعنی تم میں سے کون ہے جو نہیں پڑھتا۔ یا کون ہے جس
نے فرض ترک کیا۔

نکتہ دوم: یہ ہے کہ بالفرض اگر امام کے پیچھے پڑھنا فرض تھا مگر نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کا عتاب اور ناراضگی کے ساتھ سوال کرنا اور پوچھنے سے معلوم ہوا کہ
قرأت خلف الامام منسوخ ہوگئی ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عتاب'
فعل منسوخ پر ہونا چاہئے۔ نہ کہ فعل مفروض پر۔ چنانچہ جملہ صحابہ کرام نے اس پر عمل
کیا اور قرأت سے رک گئے جیسا کہ فقرہ ''فانتهی الناس'' سے ظاہر ہے نیز ابن
ماجہ اور سنن نسائی نے مقتدی کو امام کے پیچھے پڑھنے سے منع کرنے پر ایک ایک باب
ان الفاظ سے قائم کیا ہے ''باب اذا قرأ الامام فانصتوا'' اور ان دو احادیث کو اس
جگہ باسانید متعددہ صحیحہ' روایت کیا ہے۔ لہٰذا اصحاب فرقہ ظاہریہ ''لاصلوٰۃ لمن لم
یقرأ بفاتحة الكتاب '' کو لازم ہے کہ ان دو بابوں میں سے بلکہ ان دو بابوں کو
کتابوں سے خارج کردیں ___ جیسا کہ اکثر وہ کردیتے ہیں۔

حدیث اوّل: عن ابی موسیٰ الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اذا قرأ الامام فانصتوا یعنی جس وقت امام پڑھے تم خاموش رہو
___ اور قرأت امام عام ہے سری نماز میں ہو یا نماز جہری میں۔

حدیث دوم: عن ابی هریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا کبر
فکبروا فاذا قرأ فانصتوا.

امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ تم اس کی اقتداء کرو۔ جب وہ تکبیر کہے تم بھی

تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

یہ وہ دو احادیث ہیں جن کو ابن ماجہ اور سنن نسائی نے مستقل ایک ایک باب کے ساتھ روایت کیا۔ لہٰذا فرقہ ظاہر یہ کو چاہیے کہ ان دونوں بابوں کو کتابوں سے خارج کر دیں۔

علامہ موصوف فرماتے ہیں جب تم نے اسے پہچان لیا۔ تو اب احادیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی سماعت کیجئے۔

مخالفین کی حجت حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی تحقیق

وہ حدیث جو نسائی میں ہے بروایت حزام بن حکیم اور انہوں نے نافع بن محمود بن ربیع سے اور انہوں نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ____ فرماتے ہیں۔

☆ صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بعض الصلوات التی یجهر فیها القرأة فقال لا یقرأ أحدکم منکم اذا جهرت بالقرأة الا بأم الکتاب.

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند قرأت سے پڑھی جانے والی نمازوں میں سے ہمیں ایک نماز پڑھائی۔ فرمایا' تم میں سے کوئی میرے پیچھے نہ پڑھے جب میں باآواز بلند قرأت کروں سوائے سورۂ فاتحہ کے۔

ابو داؤد وغیرہ میں مروی ہے مکحول سے اور ان سے نافع بن محمود بن ربیع نے روایت کی ____ وہ کہتے ہیں۔

☆ أبطأ عبادة عن صلوة الصبح فأقام ابو نعیم الموذن الصلوة فیصلی ابو نعیم بالناس واقبل عبادة وأنامعه' حتی صففنا خلف ابی نعیم وابو نعیم جهر بالقرأة فجعل عبادة یقرأ بأم الکتاب فلما انصرف قلت لعبادة سمعت تقرأ بأم القران وابو نعیم یجهر' قال أجل' صلی بنا رسول الله صلی الله علیه

وسلم بعض الصلوت التی یجهر فیها القران فالبست علیه القرأة' فلما انصرف أقبل علینا بوجهه فقال تقرء ون اذا جهرت بالقرأة فقال بعضنا أنا نصنع قال فلا واقول مالی ینازعنی القران فلا تقرؤوا وبشیء من القران الابأم القران.

نافع بن محمود بن ربیع کہتے ہیں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ صبح میں دیر ہوگئی پس ابونعیم نے نماز کے لئے اقامت کہی اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نماز کے لئے تشریف لائے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ ہم ابونعیم کے پیچھے صف میں کھڑے ہوگئے' ابونعیم بلند آواز سے قرأت کر رہے تھے تو عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے سورۂ فاتحہ پڑھنی شروع کر دی پس جب عبادہ نے نماز سے سلام پھیرا (نماز سے فارغ ہوئے) تو میں نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے کہا میں نے سنا ہے تم سورۂ فاتحہ پڑھ رہے تھے جبکہ ابونعیم بلند آواز سے قرأت کر رہے تھے۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' ہاں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند قرأت سے پڑھی جانے نمازوں میں سے ایک نماز پڑھائی اور ہمارے پڑھنے سے آپ پر التباس واشتباہ واقع ہوا جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہوئے فرمایا' جب میں بلند آواز سے قرأت کر رہا تھا تو تم بھی پڑھ رہے تھے۔ ہم نے عرض کیا ہاں (بعض نے کہا) ہم قرأت کر رہے تھے' فرمایا' ایسا نہ کر۔ میں دل میں خیال کر رہا تھا کہ کون قرآن میں میرے ساتھ منازعت کر رہا ہے۔ پس قرآن میں سے کچھ بھی میرے پیچھے نہ پڑھو مگر سورۂ فاتحہ۔

فائدہ: راوی نے اپنی ساری عمر میں قرأت کے بارے میں فقط حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور ہمیں اکثرین کی اتباع کرنا ضروری ہے بمقابلہ شخص واحد کے۔ اور پھر راوی کا حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنا' دلالت کرتا ہے راوی کا مذہب بھی "عدم قرأة خلف الامام" ہے ورنہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ پر کیوں اعتراض کرتے۔

شاید حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو ''فانتھیٰ الناس'' کی خبر نہ پہنچی ہو۔ اورانہوں نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھ لی ہو۔ لیکن یہ تاویل حدیث مبارک میں اسے تسلیم کرنے کے بعد ہے کیونکہ متن وسند حدیث میں کلام ہے جیسا کہ کتب اسماءالرجال میں مفصل مسطور ہے۔

علامہ عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ تینوں حدیثیں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں یہ دونوں حدیثیں تین وجہ سے مدفوع ہیں۔

یہ احادیث مدفوع ہے

وجہ اوّل: یہ کہ نافع بن محمد بن ربیع جو اس حدیث میں مذکور ہے مجہول ہے۔ جیسا کہ علامہ عسقلانی شافعی نے تقریب میں فرمایا' علامہ زیلعی لکھتے ہیں ''قد ضعفه جماعة منهم احمد بن حنبل ''ایک جماعت نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے جس میں امام احمد بن حنبل بھی ہیں۔

معلوم ہوا اہل حدیث کے نزدیک حدیث نافع' مردود ہوئی۔ اس لئے کہ حدیث کی اقسام میں ہے کہ حدیث کے راوی کا مجہول ہونا' حدیث مردود ہے۔ اصول حدیث میں مسطور ہے۔

وجہ دوم: یہ ہے کہ یحیٰ بن معین جو امام بخاری اور مسلم کے استاد ہیں لکھتے ہیں' کہ جملہ استثنائیہ یعنی ''الا بام الکتاب'' صحیح نہیں ہے۔

وجہ سوم: یہ ہے کہ پہلے اس فصل کی ابتداء میں گزر چکا کہ کلام ربانی مقدم ہے اور وہ احادیث صحیحہ جو کلام ربانی کے موافق ہوں ان احادیث پر مقدم ہیں جو اس طرح نہ ہوں۔ اور یہ دونوں حدیثیں اور حدیث محمد بن اسحاق بن یسار جو کہ ترمذی میں ہے' یہ مخالف ہیں آیہ کریمہ ''اذا قرئ القران ___ الخ کے عموم کے۔ اور بالخصوص نماز جہریہ میں جو اظہر من الشمس اور ''ابین من الامس ہے۔ اور اس صورت میں انصات کے کیا معنی ہوں گے جس سے استماع بھی متروک ہو۔

(علامہ موصوف لکھتے ہیں) قطع نظر ان وجوہ کے میں کہتا ہوں قرأت فاتحہ اس

سے قبل ثابت تھا۔ مگر حدیث ''فانتھیٰ الناس'' سے اور ان دو حدیثوں سے جن کو نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا یعنی ''فانصتوا'' بمعہ آثار صحیحہ کثیرہ جو اصحاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اگرچہ بطریق کثرت ثابت ہو' منسوخ ہے۔ اور اس کے برعکس' ناممکن ہے کیونکہ احادیث عدم قرأت پر مشتمل' اسانید کے اعتبار سے محکم ہیں اور نص قرآنی سے موافقت رکھتی ہیں اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ احادیث جو یہ درجہ نہیں رکھتیں' محکم احادیث اور آثار صحابہ کو منسوخ کردیں۔ اور یہی جواب ہے اس حدیث کا جس کو امام ترمذی نے بواسطہ محمد بن اسحاق بن یسار روایت کیا۔

جواب دوم

اور اس کے متعلق دوسرا جواب یہ ہے کہ محمد بن اسحاق ضعیف ہے اور وہ حدیث یہ ہے

☆ عن عبادة بن صامت قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الصبح فثقلت عليه القرأة فلما انصرف قال انى أراكم تقرؤون وراء امامكم قال' قلنا يارسول الله صلى الله عليه وسلم اى والله قال' لاتفعلوا الا بأم القران فانه لاصلوة لمن لم يقرأبها.

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور آپ پہ قرأت ثقیل ہوئی۔ نماز ادا کرچکے تو فرمایا میرا خیال ہے کہ تم امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو' حضرت ابن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے عرض کیا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' اللہ کی قسم ہم اسی طرح کرتے ہیں' فرمایا اس طرح نہ کیا کرو۔ یعنی امام کے پیچھے نہ پڑھا کرو مگر سورۂ فاتحہ' اس لئے کہ جس نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کردہ حدیث میں ایک راوی کاذب ہے

جاننے کی بات ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں محمد بن اسحاق بن یسار راوی آیا ہے اور وہ مختلف فیہ ہے۔ اصول حدیث کی رو سے وہ قابل سند نہیں کیونکہ سعید بن یحییٰ قطان' محمد بن اسحاق کے حق میں لکھتے ہیں۔

اشهد ان محمد بن اسحاق كذاب

میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد بن اسحاق کذاب (جھوٹا) ہے۔ اور یحییٰ بن قطان وہ شخصیت ہیں جنہیں تمام آئمہ فن نے قابل سند جانا ہے۔ اور لکھتے ہیں۔

''جس کو یحییٰ قطان چھوڑ دے ہم بھی اسے چھوڑ دیتے ہیں''

اور اسی طرح سلیمان بن تیمی نے بھی محمد بن اسحاق کو کذاب لکھا ہے اور امام مالک نے اس کو دجال کہا ہے۔ (میزان الاعتدال' ترجمہ محمد بن اسحاق)

لیکن اس جگہ صرف یحییٰ قطان کی جرح لائی جاتی ہے کیونکہ وہ مفصل ہے۔

اصول جرح کا قاعدہ

اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ اگر ایک شخص کی' کچھ لوگ تعدیل کریں اور بعض دیگر جرح۔ تو جرح کو تعدیل پر ترجیح ہوگی۔ بشرطیکہ جرح کرنے والا معتمد و مستند ہو اور اسباب جرح کا عارف ہو۔ اور جرح کی تفصیل بیان کرے۔ جیسا کہ دجال یا کذاب کہا جاتا ہے اگر مختلف فیہ شخص کے حق میں جرح مبہم رکھے تو وہ جرح مقبول نہیں۔ کما قال الحافظ ابن حجر فی شرح نخبۃ الفکر۔

والجرح مقدم على التعديل و أطلق ذالك جماعة ولكن محله ان صدر من عارف باسبابه لانه ان كان غير مفسّر لم يقدح فيمن ثبت عدالته وان صدر من غير عارف بالاسباب لم يعتبر به ايضاً

''جرح' تعدیل پر مقدم ہے اور اس امر کو ایک جماعت نے عام رکھا لیکن اس کا موقع محل یہ ہے کہ جرح عارف جرح سے صادر ہو جو اسباب جرح سے واقف ہو۔ کیونکہ اگر جرح مفسر نہ ہو تو جس کی عدالت ثابت ہے اس کے حق میں یہ جرح مضر نہ ہوگی اور اگر جرح ایسے شخص سے صادر ہو جو اسباب جرح نہیں پہچانتا تو جرح کا بھی کچھ اعتبار نہ ہوگا۔''

مگر یحییٰ قطان ان لوگوں میں سے ہیں جو اسباب جرح سے واقف اور اس کی تعریف پر پورے اترنے والے ہیں۔ جیسا کہ تہذیب التہذیب میں مسطور ہے۔

قال ابراهيم بن محمد التيمى مارأيت أعلم بالرجال من يحيىٰ القطان

ابراہیم بن محمد تیمی کہتے ہیں اسمائے رجال میں' میں نے یحییٰ قطان سے زیادہ علم رکھنے والا نہیں دیکھا۔ اور اسی کتاب میں امام احمد کا قول ہے کہ

خدا کی قسم میں نے یحییٰ قطان کی مثل نہیں دیکھا۔

اور اہل حدیث کے نزدیک مسلم ہے کہ لفظ کذاب' جرح مفصل ہے پس لامحالہ اس حدیث کا راوی محمد بن اسحاق بن یسار ضعیف و غیر معتبر ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ ضعیف ہے' ''تقریب'' میں اسے مدلس کہا گیا ہے اور راوی کا مدلس ہونا' ایک خاص اور مستقل عیب ہے۔

علامہ بدرالدین عینی شارح صحیح بخاری لکھتے ہیں

وفی حديث عبادة بن صامت' محمد بن اسحاق بن يسار وهو مدلس قال النووی ليس فيه الا التدليس.

یعنی عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں محمد بن اسحاق بن یسار ہے جو مدلس ہے۔ امام نووی کہتے ہیں اس میں سوائے تدلیس کے اور کوئی عیب نہیں

مدلس کی روایت بلفظ ''عن'' کی حیثیت

اور مسلمات میں سے ہے کہ جہاں بھی مدلس بلفظ عن روایت کرے' وہ روایت

متصل نہیں سمجھی جاتی اور روایت محمد بن اسحاق بن یسار ترمذی وغیرہ میں بلفظ عن مذکور ہے اور یہ روایت اصول حدیث کے اعتبار سے منقطع ہے لہٰذا قابل حجت نہیں جیسا کہ علامہ عینی لکھتے ہیں

المدلس اذا قال عن فلان لایحتج بحدیثه عند جمیع المحدثین مع انه قد کذبه' مالک وضعفه أحمد لایصح الحدیث عنه وقال ابوزرعة الرازی لایقضی له بشیء

مدلس جب لفظ ''عن فلاں'' کے ساتھ روایت کرے۔ تو تمام محدثین کے نزدیک قابل حجت نہیں۔ اور باوجود اس کے محمد بن اسحاق بن یسار کو امام مالک نے جھوٹ بولنے والا اور امام احمد نے ضعیف قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اس سے حدیث لینا' صحیح نہیں۔ امام ابوزرعہ کہتے ہیں اس کی کسی چیز پر بھی اعتبار نہیں۔''

لیکن مدعیان ''عامل بالحدیث'' پر صد افسوس کہ نص قرآنی اور احادیث صحیحہ کو پس پشت ڈال کر ایسی احادیث جو ضعیف ومتروک العمل ہیں' انہیں اپنا معمول بناتے ہیں اور ان سب کا حال اس کے مصداق ہے۔

دین سے برگشتہ کرنے والے دجال کے ساتھی ہیں

لیکونن بین یدی الساعة الدجال وبین یدی الدجال کذابون ثلاثون أو أکثر قلنا ماآیاتهم قال أن یالوکم بسنة لم تکونوا علیها لیغیربها سنتکم ودینکم.

قیامت سے قبل دجال ظاہر ہوگا اور دجال سے پہلے تیس یا اس سے زیادہ کذاب (بہت جھوٹ بولنے والے) آئیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے عرض کیا ان کی نشانیاں کیا ہیں فرمایا تمہارے پاس ایسی سنت لائیں گے یعنی یہ کام سنت ہے جن پر وہ خود عمل نہیں کرتے اس لئے کہ تمہاری سنت اور دین کو تبدیل کردیں۔

یہی حال ان لامذہبوں کا ہے دین سے خود برگشتہ ہیں اور آئمہ دین پر طعن زنی

بلاحجاب جاری ہے۔ اور طرفہ یہ کہ باطل دعوے کرتے پھرتے ہیں سنت اور حدیث کو زندہ رکھنے کے ___ اور ایک ایک حدیث کے عوض' اس پر عمل پیرا ہوکر' سوسو شہیدوں کے ثواب کمائے جارہے ہیں مگر عالم یہ ہے کہ

لطیفہ عجیبہ

(منقول ہے) کسی شخص نے وضو کے اذکار اور دعائیں وغیرہ یاد کیں اور جب طہارت خانے میں جائے استنجا پر پانی ڈالنے لگا تو اسی حالت میں دعا شروع کردی ''اللهم أرحني رائحة الجنة'' (ترجمہ: اے اللہ! مجھے جنت کی خوشبو سونگھا) کسی سے سن رکھا تھا کہ جب سوراخ میں پانی ڈالے تو یہ دعا کرے مگر پورا مسئلہ سمجھ نہ پایا اور ایسی ننگی حالت میں یہ دعا شروع کردی۔ ایک شخص جو قریب آواز سن رہا تھا اس نے کہا ارے! یہ دعا' پانی سوراخ میں ڈالتے وقت مستحب ضرور ہے مگر وہ یہ سوراخ نہیں' ناک کا سوراخ ہے۔

اے گروہ مدعیان وفرقۂ لامذھبان! ''سوشہیدوں کا ثواب'' تو پہچانتے ہو مگر ہر سوراخ کا ایک محل ہے اس محل کو نہیں پہچانتے ہو۔ ناک کے سوراخ اور دیگر سوراخ میں تمیز نہیں کرسکتے ہو اور پھر طعنہ زنی بڑوں کے سر؟

بربلنداں سخن بسوئے خود است
تف بسوئے فلک۔ بروئے خود است

آسمان پر تھوکیں تو منہ پر ہی پڑتا ہے آسمان کا کچھ نہیں بگڑتا۔ لیکن کیا کریں عادت سے مجبور ہیں لاکھ بار بھی تھوک منہ پر پڑے تھوکنے سے باز نہیں آئیں گے۔ اس امید پر کہ شاید کبھی آسمان تک پہنچ جائے۔ لیکن یہ تو ناممکن ہے اور ان کے لئے تھوک کی عادت ترک کرنا بھی مشکل۔ اللہ عزوجل سے ہدایت کی دعا ہے۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت

اب وہ احادیث نقل کی جارہی ہے جو عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے صحیح ہیں۔

☆ عن عمران بن حصین قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ

علیه وسلم صلوٰۃ الظهر والعصر فقال ایکم قرأخلفی بسبح
اسم ربک الاعلیٰ فقال رجل أنا ولم أردبها الا الخیر قال قد
علمت ان بعضکم خالجنیها ___ رواہ مسلم وابو حنیفه الا
ان ابا حنیفه قال خالجنی القرأۃ بدل خالجنیها۔

عمران بن حصین سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں
ظہر یا عصر پڑھائی اور فرمایا تم میں سے کس نے میرے پیچھے (سبح اسم ربک الاعلیٰ)
تلاوت کی ہے۔ ایک مرد نے عرض کیا' میں نے یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اور
میں نے اس قرأت سے صرف نیکی کا ارادہ کیا ہے (یعنی برا ارادہ نہیں) نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق میں نے جان لیا کہ تم میں سے کسی نے میری قرأت میں
خلل ڈالا ہے

اور عمران بن حصین سے ہی مروی ہے۔

☆ عن عمران بن حصین ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم
صلی الظهر فجعل رجل یقرأ خلفه بسبح اسم ربک الاعلیٰ
الذی ___ فلما انصرف قال ایکم القارئ قال رجل أنا قال
قدظننت ان بعضکم خالجنیها. (رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی والطحاوی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھی اور ایک شخص نے آپ کے پیچھے
سورت "سبح اسم ربک الاعلیٰ" پڑھنا شروع کر دی جب آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نماز سے فارغ ہوئے' فرمایا' مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ تم میں سے کوئی میری قرأت
میں خلل ڈال رہا ہے۔

منصف مزاج آدمی کے لئے ان دلائل میں سے ایک ہی کافی ووافی ہے اور
شریروں کے لئے دفتر بھی ناکارہ ہونا کافی۔

خاموش حافظ ایں نکتائے چوزر سرخ
نگاہدار کہ قلاب شہر صراف است

دلیل سوم

ترک قرأت خلف الامام پر

روایت اوّل

☆ عن جابر بن عبداللہ ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال من
کان له امام فقرأۃ الامام له قرأۃ. رواہ الطحاوی بالاسانید
المتعددۃ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جس کا امام ہو' پس امام کا پڑھنا' مقتدی کا
پڑھنا ہے۔

اس حدیث مبارک کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں برشرط مسلم
روایت کیا اور احمد بن منیع نے بھی اپنے مسند میں برشرط شیخین اس کو روایت کیا۔ عبد
بن حمید نے بھی اپنی کتاب میں برشرط مسلم اس حدیث مبارک کی روایت کی۔ ابن
ہمام نے فتح القدیر میں اس کو نقل کیا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

روایت دوم

☆ حدثنا ابوالحسن موسیٰ بن ابی عائشه عن عبداللہ بن
شداد عن جابر بن عبداللہ الانصاری عن النبی صلی اللہ علیه
وسلم قال من صلی خلف الامام فان قرأۃ الامام له قرأۃ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس بے

شک امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے۔

اور یہ حدیث برشرط شیخین، صحیح ہے۔ امام محمد رضی اللہ عنہ نے اپنے مؤطا میں اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے۔

روایت سوم

☆ أخبرنی ابو حنیفه قال أخبرنا ابو الحسن موسیٰ بن عائشه عن عبدالله بن شداد عن جابر بن عبدالله الانصاری عن النبی صلی الله علیه وسلم انه' قال من صلّی خلف الامام فقرأة الامام له قرأة

ترجمہ مثل سابق ہے اور یہ حدیث برشرط شیخین صحیح ہے۔

اور امام محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

روایت چہارم

☆ أخبرنا اسرائیل بن یونس قال حدثنی موسیٰ بن ابی عائشه عن عبدالله بن شداد قال أم رسول الله صلی الله علیه وسلم للناس فی العصر فقرأ رجل خلفه' تغمزه الذی یلیه فلما أن صلی قال لم غمزتنی قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم قدامک و کرهت أن تقرأ خلفه فسمعه النبی صلی الله علیه وسلم قال من کان له' امام فان قرأة الامام له قرأة.

اس حدیث کو امام حاکم رضی اللہ عنہ، طحاوی رضی اللہ عنہ'' ابوبکر بن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے باسناد صحیح جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ترجمہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی نماز عصر میں امامت فرمائی۔

پس ایک مرد نے آپ کے پیچھے قرأت کی۔ قریب کھڑے ایک شخص نے اسے اشارہ کیا جب اس شخص نے نماز ادا کر لی تو پوچھا تو نے مجھے اشارہ کیا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے امامت فرما رہے ہیں تو میں نے ناپسند کیا کہ تم ان کے پیچھے قرأت کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گفتگو سنی اور فرمایا، جس کا امام ہو تو بے شک امام کا پڑھنا، مقتدی کا پڑھنا ہے۔

روایت پنجم

☆ وروی عن عبدالله بن عمر رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال من کان له' امام فقرأة الامام له قرأة (رواه الطحاوی)

روایت ششم

☆ وعن عبیدالله بن مقسم انهٔ سئل عبدالله بن عمرو زید بن ثابت وجابر بن عبدالله فقالوا لاتقرأ خلف الامام فی شیء من الصلوات ___(رواه الطحاوی بالاسناد الصحیح.)

عبیداللہ بن مقسم نے عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت (کاتب وحی) اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا (امام کے پیچھے قرأت کے متعلق) تو انہوں نے فرمایا، امام کے پیچھے نمازوں میں کچھ نہ پڑھو۔

روایت ہفتم

☆ وعن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کان له امام فقرأة الامام له قرأة (رواه ابن ماجه)

علامہ بدرالدین عینی شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں۔

حدیث ''من کان له امام'' کو صحابہ کبار میں سے ایک جماعت نے نقل کیا ہے ان میں سے حضرت جابر بن عبداللہ، ابن عمر، ابوسعید خدری، ابن عباس، انس بن

مالک رضی اللہ عنہم ہیں اور قرأت خلف الامام سے اَسّی (80) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منع فرمایا ان میں حضرت علی، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم ہیں۔ ایسے جلیل القدر صحابہ کا اس مسئلہ پر متفق ہونا بمنزلۂ اجماع کے ہے۔ اور اس کثرت کے اعتبار سے صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے نہ پڑھنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔

اور عبداللہ بن زید بن اسلم اپنے باپ (زید بن ثابت، کاتب وحی) سے روایت کرتے ہیں دس صحابہ کرام، لوگوں کو امام کے پیچھے نہ پڑھنے سے سختی سے منع کرتے تھے وہ یہ ہیں: حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی بن ابی طالب، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین والحقنا بالصالحین۔ انتھی کلام العینی۔

ان تمام احادیث کے متعلق (مالھا وماعلیھا) جو علامہ موصوف نے نقل فرمائیں۔ باب دوم میں ملاحظہ فرمائیں

علامہ موصوف فرماتے ہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا فرمان

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ (مبدأ ومعاد) میں فرماتے ہیں۔

میں مدت سے یہ آرزو رکھتا تھا کہ مذہب حنفی میں کوئی ایسی وجہ پیدا ہو کہ امام کے پیچھے قرأت فاتحہ کی جاسکے لیکن بواسطہ رعایت مذہب ہو کیونکہ مذہب سے ہٹنا الحاد ہے (مگر) مذہب حنفی، مقتدی کے ترک قرأت میں درست اور برحق ظاہر ہوا ہے اور قرأت حکمی، قرأت حقیقی سے نظر بصیرت میں زیبا تر نظر آتی ہے۔ ''انتھی''

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے بھی ثابت ہوا کہ مذہب سے ہٹنے والا ملحد ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

سورۂ فاتحہ کو فرض قرار دینے والوں کا ردّ

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرنے والوں کے جواب میں علامہ ارشاد فرماتے ہیں

''عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مسلم وغیرہ میں جو مروی ہے (لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعدا '') ہمارے لامذہبوں نے اس سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ بغیر سورۂ فاتحہ کے کسی کی نماز جائز نہیں۔ نماز جہری ہو یا سری۔ یہ استدلال دو وجہ سے رد کیا گیا ہے۔

وجہ اوّل: وہ یہ کہ یہ حدیث یا اس جیسی دوسری احادیث کا حکم عام نہیں ہے تاکہ مقتدی کو بھی شامل ہو بلکہ منفرد اور امام کے حق میں خاص ہے۔ اور وہ شخص جو منفرد کے حکم میں ہے جیسا کہ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ و دیگر علمائے محققین اس کے قائل ہیں۔ اسی طرح ترمذی میں منقول ہے۔

اما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدہ واحتجّ بحدیث جابر بن عبداللہ حیث قال من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بأم القران فلم یصل الا أن یکون وراء الامام قال أحمد فھذا رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تأول قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ان ھذا اذا کان وحدہ.

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں'' کا مطلب یہ ہے کہ جب اکیلا ہو، آپ نے حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ دلیل پکڑی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے نماز کی رکعت پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں

مالک رضی اللہ عنہم ہیں اور قرأت خلف الامام سے اَسّی (80) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منع فرمایا ان میں حضرت علی، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم ہیں۔ ایسے جلیل القدر صحابہ کا اس مسئلہ پر متفق ہونا بمنزلۂ اجماع کے ہے۔ اور اس کثرت کے اعتبار سے صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے نہ پڑھنے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔

اور عبداللہ بن زید بن اسلم اپنے باپ (زید بن ثابت، کاتب وحی) سے روایت کرتے ہیں دس صحابہ کرام، لوگوں کو امام کے پیچھے نہ پڑھنے سے سختی سے منع کرتے تھے وہ یہ ہیں: حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی بن ابی طالب، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین والحقنا بالصالحین۔ انتھی کلام العینی۔

ان تمام احادیث کے متعلق (مالها وماعلیها)، جو علامہ موصوف نے نقل فرمائیں۔ باب دوم میں ملاحظہ فرمائیں

علامہ موصوف فرماتے ہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا فرمان

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ (مبدأ ومعاد) میں فرماتے ہیں۔

میں مدت سے یہ آرزو رکھتا تھا کہ مذہب حنفی میں کوئی ایسی وجہ پیدا ہو کہ امام کے پیچھے قرأت فاتحہ کی جا سکے لیکن بواسطہ رعایت مذہب ہو کیونکہ مذہب سے ہٹنا الحاد ہے (مگر) مذہب حنفی، مقتدی کے ترک قرأت میں درست اور برحق ظاہر ہوا ہے اور قرأت حکمی، قرأت حقیقی سے نظر بصیرت میں زیبا تر نظر آتی ہے۔ "انتھی"

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے بھی ثابت ہوا کہ مذہب سے ہٹنے والا ملحد ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

سورۂ فاتحہ کو فرض قرار دینے والوں کا ردّ

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرنے والوں کے جواب میں علامہ ارشاد فرماتے ہیں

"عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مسلم وغیرہ میں جو مروی ہے (لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب فصاعدا") ہمارے لا مذہبوں نے اس سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ بغیر سورۂ فاتحہ کے کسی کی نماز جائز نہیں۔ نماز جہری ہو یا سری۔ یہ استدلال دو وجہ سے رد کیا گیا ہے۔

وجہ اوّل: وہ یہ کہ یہ حدیث یا اس جیسی دوسری احادیث کا حکم عام نہیں ہے تاکہ مقتدی کو بھی شامل ہو بلکہ منفرد اور امام کے حق میں خاص ہے۔ اور وہ شخص جو منفرد کے حکم میں ہے جیسا کہ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ودیگر علمائے محققین اس کے قائل ہیں۔ اسی طرح ترمذی میں منقول ہے۔

امّا احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب اذا کان وحدہ واحتجّ بحدیث جابر بن عبداللہ حیث قال من صلی رکعة لم یقرأ فیها بأم القران فلم یصل الا أن یکون وراء الامام قال أحمد فهذا رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تأول قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب ان هذا اذا کان وحدہ.

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں" کا مطلب یہ ہے کہ جب اکیلا ہو آپ نے حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ دلیل پکڑی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے نماز کی رکعت پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں

ہوئی۔ مگر جو شخص امام کے پیچھے ہو۔ (مقتدی کا پڑھنا نہیں) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں یہ مرد حضرت جابر رضی اللہ عنہ' اصحاب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں جنہوں نے ''لاصلوٰۃ'' کی تاویل فرمائی یعنی جب آدمی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو بلا فاتحہ پڑھے نماز درست نہیں۔ اور انہوں نے اس قول کو منفرد پر حمل کیا ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ''تکفیک قرأۃ الامام'' تیرے لئے امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔
اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی ارشاد فرمایا ''سیکفیک ذاک الامام'' تجھے یہ امام ہی کافی ہے۔

طریق دوم: احادیث (من کان لہ امام) سے معلوم ہوا کہ قرأت امام' قرأت مقتدیاں ہیں پس یہ احادیث صحیحہ' حدیث ''لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب'' کی تفسیر اور بیان ہیں۔ یہ اس طرح کہ اول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لاصلوٰۃ ...) اس سے معلوم ہوا قرأت فاتحہ مقتدی وغیر مقتدی سب پر لازم ہے اور اس کے بعد فرمایا ''من صلی خلف الامام فقرأۃ الامام لہ' قرأۃ''

اس سے پتہ چلا کہ اگرچہ مقتدی کے لئے بھی قرأت فاتحہ ضروری ہے مگر یہ عام ہے کہ حقیقۃً ہو یا حکماً۔ پس قرأت امام بعینہٖ قرأت مقتدیاں ہے اور یہ دونوں جواب خصم کے قول کو تسلیم کر لینے کے بعد ہے ورنہ جواب حقیقی وہی ہے جو اس سے قبل گزر چکا۔

خلاصہ کلام

الغرض! اس تحقیق سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ امام کے پیچھے نہ پڑھنے والا اور بنفسہٖ قرأت نہ کرنے والا' نص قرآن کا عامل ہے۔ ''فاذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون'' اور حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی عمل پیرا ہے۔ ''من کان لہٗ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ'' اور وہ شخص اجماع امت پر بھی عمل کرنے والا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک رکعت میں تکرار سورۃ فاتحہ جائز نہیں۔ اور

ترک واجب سے بھی محفوظ ہے وہ اس طرح کہ ہر رکعت میں ایک بار ہی سورۃ فاتحہ کا پڑھنا کافی ہے اس کے علاوہ اس شخص نے نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ ومسائل اجماعیہ جو مذکور ہیں' میں سے کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔

مگر حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ (الا بأم القرآن) کہ اس پر عمل کرنے والا' نصوص قرآنیہ' احادیث نبویہ مسائل اجماعیہ' سب کا تارک ہے۔ اور اس کی تحقیق کماحقہ اس سے قبل آپ نے معلوم کر لی۔ اور جو لوگ امام کے پیچھے پڑھتے ہیں وہ لوگ ان تمام حالات وکیفیات مذکورہ کے خلاف کرتے ہیں۔

باوجود مدعی عامل بالحدیث ہونے کے خواہشمند' اپنی خواہش کی خاطر' جمیع نصوص مذکورہ کے منکر ہوئے ہیں۔

گہی باچنیں گوہرے خانہ خیز
چہ بو طالبی رائنی سنگریز

سوال: اگر کہا جائے کہ آیہ کریمہ (فاقرؤا ماتیسر من القران) سے صاف ظاہر ہے کہ مقتدی کو قدرے آسانی سے پڑھنا لازم ہے اور وہ سورۃ فاتحہ ہے جیسا کہ حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

جواب: میں کہتا ہوں بموجب حدیث (فان قرأۃ الامام قرأۃ لہ) مقتدی بھی قرأت کرنے والا ہے اور اگر بنفسہٖ سورۃ فاتحہ پڑھے گا تو تکرار لازم آئے گا جو جائز نہیں۔

سوال: اگر یہ کہا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول (قرأۃ الامام لہ قرأۃ) آیہ کریمہ (فاقروا ماتیسر من القران) کے معارض ہے خبر واحد کی وجہ سے ترک آیہ کریمہ جائز نہیں۔

جواب: میں کہتا ہوں امام کے ساتھ پڑھنے سے مقتدی پڑھنے والا شمار کیا گیا ہے کیونکہ امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے تو ترک آیت کیسے لازم آئے گا۔
علامہ عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا

فان قلت قوله عليه السلام قرأة الامام له قرأة معارض لقوله (فاقرؤا) فلا يجوز تركه بخبر الواحد قلت جعل المقتدى قارئا بقرأة الامام فلا يلزم الترك (انتهى)

اگر تو کہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول (قرأة الامام له قرأة) اللہ عزوجل کے فرمان (فاقرؤا ماتيسر من القرآن) کے معارض ہے اور خبر واحد کے ساتھ اس کا ترک جائز نہیں۔تو..........؟

علامہ عینی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں' امام کے پڑھنے کی وجہ سے مقتدی' قاری شمار کیا گیا ہے۔پس خبر واحد کے ساتھ ترک آیہ کریمہ لازم نہیں آئیگا۔

الغرض! مقتدی بموجب آیہ مقدسہ (واذ قرئ القران) ساکت ہے اور بحکم احادیث صحیحہ مذکورہ بالا (فقرأة الامام له قرأة)' آیہ مقدسہ (فاقرؤا ماتيسر من القران) کے ساتھ بعینہ عامل ہے۔

اس تقریر سے صاف معلوم ہو گیا کہ ہر دو آیہ مقدسہ مذکورہ کے درمیان تعارض نہیں ہے اس لئے کہ ہر ایک آیہ کریمہ اپنے محل میں اپنے حکم پر ثابت وباقی ہے پس بعض لوگ جو ہر دو آیہ کریمہ کو معارض سمجھتے ہوئے عوام کو فریب دینے کے لئے' ان کو ساقط سمجھتے ہیں یہ محض بے جا ہے کیونکہ قاعدہ مسلمہ کل امت ہے۔کہ جس وقت دو آیہ کریمہ کے درمیان تعارض واقع ہو۔حتی الامکان ان کے درمیان ہم جمع کریں گے۔نہ کہ ان دنوں کو ساقط کریں گے۔

عجب تر یہ ہے جب مدعیان ''اہل حدیث'' کے نزدیک بمقابلہ حنفیہ کوئی دلیل نہ رہی' تو بحکم اس کے

کس نیاید بخانۂ درویش

کہ خراج زمین وباغ بدہ

جن احادیث سے حنفیہ استدلال کرتے ہیں ان کا صاف انکار کرتے ہیں کہ اس حدیث کو ہم کیسے تسلیم کریں۔اس کو بخاری ومسلم نے نقل نہیں کیا۔کیا اصطلاح

میں ''لامذہب عامل بالحدیث'' اسی کا نام ہے کہ صدہا احادیث دیگر جو ان سے صحیح تر ہیں انکار کرتے ہیں۔اور حدیث ضعیف کو معمول بہ سمجھتے ہیں۔اس باب کو انہی نے مناسب حال ایک نقل پر اکتفا کرتے ہوئے ختم کرتا ہوں۔

لطیفہ

ایک امیر دوسرے نوکروں کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کے لئے باہر گیا اپنے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے اتفاقاً امیر گھوڑے سے گر گیا اور اس کی آنکھ پر سخت چوٹ آئی۔نوکر چابکدست نے فی الفور اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور بادشاہ کے دولت کدہ پر پہنچا اور کہنے لگا کہ الحمد للہ میں اپنے آقا کے ہمراہ تھا ورنہ گرنے کے صدمے سے ان کی دونوں آنکھیں اپنی جگہ سے باہر آجاتیں۔

ز نجم اگر عالمی پر خراست   مگر زاں کسے کادمی پیکر است

نعوذ بالله الكريم من هذا الشر العظيم والجهل الجسيم.

یہی حال ان لامذہبوں کا ہے۔کہ ایک حدیث کی خاطر کیونکہ وہ بخاری ومسلم میں ہے صدہا احادیث صحیحہ کا انکار کرتے ہیں۔کہ آنکھیں جگہ سے باہر نہ نکلیں گو سر تن سے جدا ہو جائے' اور ماسوا ان احادیث مذکورہ کے اخراج اور مباحث مسطورہ کے امام فخر الدین رازی شافعی نے تفسیر کبیر میں ایک علمی لطیفہ' امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے۔

نفیس بات

ایک جماعت مدینہ طیبہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔تاکہ قرأت خلف الامام کے باب میں حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مناظرہ کر کے آپ کو شکست دے۔امام صاحب نے فرمایا' تم سب سے مناظرہ کی مجھ میں استطاعت نہیں کہ بیک وقت اتنے آدمیوں سے بات کروں جبکہ تمہیں مناظرہ بھی ضروری کرنا ہے۔تو ایسا کرو کہ اپنی جماعت میں سے ایک شخص جو تم میں اَفقہ واَعلم ہو

اسے مناظرے کا اختیار سونپ دو تا کہ میں اس سے بات چیت کرسکوں۔ چنانچہ انہوں نے ایک آدمی کو مناظرے کے لئے منتخب کیا۔ تو آپ نے فرمایا' تم میں سے اعلم یہی ہے انہوں نے کہا ہاں' پھر دوبارہ آپ نے ان سے پوچھا کیا اس شخص سے مناظرہ کرنا تمہارے ساتھ مناظرہ کرنا متصور ہوگا۔ انہوں نے کہا' ہاں' پھر دوبارہ امام صاحب نے ان سے پوچھا کہ اگر یہ شکست کھا جائے تو یہ تم سب کی شکست ہوگی۔ انہوں نے کہا' ہاں' بہرحال ان لوگوں نے اقرار کیا کہ اس منتخب شخص کی جیت ہم سب کی جیت اور اس کی شکست ہم سب کی شکست ہوگی۔ جب یہ فیصلہ ہوگیا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' پھر تنازع کس بات میں ہے؟ میں بھی آپ کے فیصلہ کو تسلیم کرتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ جب کوئی آدمی کسی کو اپنا امام تسلیم کرلے اور اس کے پیچھے نماز پڑھے تو اس امام کا پڑھنا' مقتدی کا پڑھنا ہے۔ اور تمہیں بھی اس فیصلے پر انکار نہیں۔ پس یہ عقلی دلیل سن کر وہ ساری جماعت خاموش ہوگئی اور کوئی جواب ان سے نہ بن پڑا۔

یعنی انہوں نے تسلیم کرلیا کہ قرأت خلف الامام جائز نہیں۔ جو امام ابوحنیفہ کو پسپا کرنے آئے تھے جو آپ کو شکست دینے کے لئے بے تاب تھے۔ فقاہت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے سامنے بے بس ولاچار ہوگئے اور امام صاحب کے مؤقف کو تسلیم کرکے واپس گئے

خالق چو دو گوش ویک زبانت داده
سرّ لیست نهاں دریں تو گر میدانی
یعنی کن عمل بصنع خالق
دورا گوش کن اگر یک شنوائی

دلیل چہارم

بر ترک قرأت خلف الامام از آثار صحابہ رضی اللہ عنہم

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

☆ من صلى ركعة لم يقرأ فيها بأم القران فلم يصل الا أن يكون وراء الامام ___ رواه الامام مالك والامام محمد وابوبكر بن ابى شيبه والطحاوى والترمذى وقال الترمذى هذا حديث حسن صحيح.

جس شخص نے ایک رکعت پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی' اس کی نماز نہیں ہوئی۔ مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو ___ یعنی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

عبداللہ بن مقسم کی روایت

عبداللہ بن مقسم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

☆ لاتقرأ خلف الامام ___ رواه ابوبكر ابن ابى شيبه

امام کے پیچھے قرأت نہ کر۔ یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طرف سے قرأت خلف الامام پر ممانعت ہے اور ایک جلیل القدر صحابی کا منع کرنا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت پر دلیل واضح ہے۔

حضرت عبیداللہ بن مقسم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے

عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا، کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں، تو انہوں نے فرمایا

☆/ لاتقرأ خلف الامام فی شیء من الصلوات ___ رواہ الطحاوی

یعنی نمازوں میں سے کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھ۔

سری اور جہری دونوں نمازوں میں ترک قرأت پہ یہ واضح دلیل ہے

عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول

☆ انہ سأل زید بن ثابت عن القرأۃ فقال لا قرأۃ مع الامام فی شیء ___ رواہ مسلم والنسائی وابوبکر بن ابی شیبہ.

عطاء بن یسار نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (کاتب وحی) سے قرأت کے متعلق پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، امام کے ساتھ کسی نماز میں بھی قرأت نہیں۔

یعنی مقتدی کو کسی نماز میں بھی امام کے ساتھ نہیں پڑھنا چاہئے خواہ نماز جہری ہو یا سری، روایت ہے عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے، فرماتے ہیں میں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا۔

☆ لاتقرأ خلف الامام فی شیء من الصلوات ___ رواہ الطحاوی.

نمازوں میں سے کسی نماز میں امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھو۔

سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سالم فرماتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل

☆ کان ابن عمر لایقرأ خلف الامام ___ رواہ الامام محمد.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔

نافع سے روایت ہے

☆ ان عبداللہ بن عمر کان اذا سئل هل یقرأ أحدکم خلف الامام یقول فحسبہ قرأۃ الامام واذا صلی وحدہ فلیقرأ قال کان عبداللہ بن عمر لایقرأ خلف الامام ___ رواہ الامام مالک والامام محمد وابوبکر بن ابی شیبہ والطحاوی وغیرهم.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب یہ سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی آدمی امام کے پیچھے پڑھے، تو آپ فرماتے اس کے لئے امام کا پڑھنا ہی کافی ہے۔ اور جب تنہا نماز پڑھے تو اس کو قرأت ضروری ہے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

حضرت علقمہ سے

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔

☆ ان عبداللہ بن مسعود لم یقرأ خلف الامام لا فیما یجهر فیہ ولا فیما یخافت فیہ لافی الأولیین ولا فی الأخریین ___ رواہ الامام فی مؤطاہ.

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔ ان نمازوں میں جن میں بلند آواز سے قرأت کی جاتی ہے نہ ان میں جن میں آہستہ پڑھا جاتا ہے اور نہ ہی پہلی دو میں اور نہ آخری دو رکعتوں میں۔

ابراہیم نخعی سے روایت ہے فرماتے ہیں

☆ ان عبداللہ بن مسعود لم یقرأ خلف الامام لا فی الرکعتین الأولیین ولا فی غیرهما ___ رواہ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے نہ پہلی دو رکعتوں

میں اور نہ ان کے علاوہ میں۔

ابراہیم نخعی سے روایت ہے فرماتے ہیں۔

☆ انه لم یقرأ علقمة خلف الامام حرفا لا فیما یجهر فیه ولا فیما لایجهر فیه ولا بأم الکتاب ولا غیرها ولا أصحاب عبدالله بن مسعود جمیعا ــــ رواہ ابو حنیفة

حضرت علقمہ امام کے پیچھے ایک حرف تک نہیں پڑھتے تھے۔ نہ بلند آواز سے قراۃ والی نمازوں میں' نہ آہستہ قرأت والی نمازوں میں۔ نہ تو سورۂ فاتحہ پڑھتے اور نہ اس کے سوا کچھ اور۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سارے ساتھی امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے۔

روایت ہے ابوحمزہ رضی اللہ عنہ سے ــــ فرماتے ہیں

☆ قلت لابن عباس رضی الله عنه أقرأ والامام بین یدی فقال لا ــــ رواہ الطحاوی

میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا' میں قرأت کروں جب کہ امام میرے آگے ہو۔ پس فرمایا' نہیں۔

ابوداؤد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا

☆ انه قال أری ان الامام اذا أمّ القوم فقد کفاهم ــــ رواہُ النسائی والطحاوی۔

ابودرداء رضی اللہ عنہ سے' فرماتے ہیں میرا اعتقاد یہ ہے کہ جب امام قوم کی امامت کرائے تو ان کے لئے امام کا پڑھنا کافی ہے۔ (یعنی مقتدی کو قرأت کی ضرورت نہیں)

علاوہ ازیں کفایہ وکافی ونہایہ وشرح مختصر الوقایہ میں ہے۔

ومنع المقتدی عن القراءة مأثور من ثمانین نفرا من کبار الصحابه

مقتدی کا قرأت خلف الامام سے منع کیا جانا' اسّی 80 صحابہ کبار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں۔

عن الشعبی أدرکت سبعین بدریا کلهم علی انه لایقرأ خلف الامام

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ستر بدری اصحاب رسول صلی اللہ علیہ سے ملا جو اس عقیدے کے تھے کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے۔

قراۃ خلف امام کی ممانعت پر اجماعِ صحابہ ہے

یعنی قرأت خلف الامام کی ممانعت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اسی لئے امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وقال شمس الائمه السرخسی تفسد صلوٰته فی قول عدة من الصحابة کذا ذکرهُ القاری.

جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کی نماز فاسد ہوتی ہے یہ جماعت صحابہ کا قول ہے

اس طرح صاحب ہدایہ فرماتے ہیں ''وعلیه اجماع الصحابة'' امام کے پیچھے نہ پڑھنے پر اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہے۔

یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ' امام ابو یوسف' امام محمد وحماد استاذ امام اعظم واسود استاذ امام اعظم وعلقمہ استاذ استاذ الاستاذ امام اعظم وعمرو بن میمون وسعید بن المسیب وابراہیم نخعی وسفیان ثوری اور عامر شعبی وغیرھم رحمۃ اللہ علیہم کا۔

گر ہمیں خواہی کہ باشی از گروہ مؤمنین
از تعصب دور شو حق را بچشم دل بیں

فصل سوم

جولوگ امام کے پیچھے پڑھتے ہیں ان پر وعید میں

کفایہ وکافی اور عنایہ ونہایہ میں ہے

وعید، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

1–قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ خلف الامام یملأ فی فیه جمرة

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوشخص امام کے پیچھے پڑھے اس کا منہ انگارے سے بھرا جائے

وعید، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

2–انه قال من قرأ خلف الامام فلیس علی الفطرة. رواہ الطحاوی

جس نے امام کے پیچھے قرأت کی وہ سنت پر کاربند نہیں۔

اورحضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے

3–من قرأ خلف الامام فقد أخطأ الفطرة ــــ رواہ ابوبکر بن ابی شیبه

جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا اس نے طریق سنت اور راہ مستقیم سے خطا کی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

4–انه قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیه جمرة ــــ رواہ الامام محمد وابوبکر بن ابی شیبه وعبدالرزاق

جوشخص امام کے پیچھے قرأت کرے، میرا جی چاہتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

5–لیت الذی یقرأ خلف الامام ملأ فوه ترابا ــــ رواہ الطحاوی

جوامام کے پیچھے قرأت کرے، اے کاش! اس کا منہ مٹی سے بھر جائے۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے علقمہ نے فرمایا

وعید حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے

6–لان اعض علی جمرة أحب الی من أن أقرا خلف الامام ــــ رواہ الامام فی مؤطاہ.

اپنے دانتوں سے انگارہ پکڑوں یہ بات مجھے زیادہ اچھی ہے اس سے کہ امام کے پیچھے قرأت کروں۔

اور محمد بن عجلان سے روایت ہے۔

وعید، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے

7–ان عمر بن الخطاب قال فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجرا. رواہ الامام محمد

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، پتھر ہو اس کے منہ میں جوامام کے پیچھے قرأت کرے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

8–قال من قرأ خلف الامام فلا صلوٰة له ــــ رواہ الامام محمد وابوبکر بن ابی شیبه

جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا اس کی نماز نہیں۔

جیسا کہ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' صحابہ کے قول میں جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

مالک بن عمارہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

☆ انه قال لا أدرى كم رجل من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم كلهم يقولون لا يقرأ خلف الامام

(رواہ ابوبکر بن ابی شیبہ)

مجھے معلوم نہیں کتنے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لوگ ہیں جن کا کہنا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے

تمام وعیدات سے ستر اصحاب بدر والی روایت بڑھ کر ہے کیونکہ اصحاب بدر وہ لوگ ہیں جن کے فضائل واوصاف' رب ذوالجلال کے کلام ہدایت یعنی قرآن پاک میں موجود ہیں۔ ایسے برگزیدہ لوگوں کے خلاف کرنا گویا اپنے آپ کو ضلالت وگمراہی کے کنویں میں ڈالنا ہے

ابراہیم نخعی سے روایت ہے فرماتے ہیں۔

خلف امام قرأت کرنے والا بدعتی ہے

☆ انه قال اول من قرأ خلف الامام رجل أتهم ___ رواه الامام محمد فى مؤطاه

سب سے پہلے جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی' وہ شخص بدعتی اور ریاکار تھا۔

قيل هو مروان كما فى بعض الشروح ___ یعنی اس کا نام مروان تھا جیسا کہ بعض شروح میں اس کا ذکر ہوا۔

میں (راقم) کہتا ہوں' ذات مروان سے مفاسد فخیم وعظیم مثل شہادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان مقاتلہ عظیم' جس میں کسی کو شک نہیں' ظاہر ہوئے۔ اور بجنسہ مروان کی اولاد اور اس کے متبعین نے اس زمانہ میں

خروج کیا اور مروان کی پیروی کرتے ہوئے مفاسد عظیم مسلمانوں کے درمیان پیدا کئے۔ اے مروان کی اولاد! خدارا! اپنی حرکات سے ہاتھ کھینچ لو اور روز جزا سے خوف کھاؤ کہ ان جملہ مکائد ومفاسد کی سزا رب ذوالجلال سے ضرور ملنا ہے۔

تو مشو مغرور از حلم خدا

سخت گیرد دیر گیرد گرترا

ابراہیم نخعی سے روایت ہے۔

☆ انه قال الذى يقرأ خلف الامام فماسبق ___ شيخ الشيخين ابوبكر بن ابى شيبه

جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی (سب سے پہلے) اس سے کوئی سبقت نہیں لے گیا۔ یعنی وہ ہی سبقت کرنے والا ہے" بدعتی ہے۔ واللہ أعلم بالصواب

خلاصہ کلام

یہ تھی تحقیق انیق جو قرأت خلف الامام کے ترک پر حضرت علامہ محمد عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ پشاوری نے اپنی کتاب مسمی بہ "سیف المقلدین علی اعناق المنکرین" میں تحریر فرمائی' چونکہ کتاب مستطاب' زبان فارسی میں ہے اس لئے میں نے اس کا ترجمہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ علامہ موصوف کی گفتگو جو خالص تحقیقی رنگ میں ہے انشاء اللہ عزوجل علماء کے لئے بالخصوص' عوام کے لئے بالعموم مفید ثابت ہوگی۔ اور غیر مقلدوں پر یقیناً ضرب شدید۔ آپ نے غیر مقلدوں کے ہر اعتراض کا نہایت کافی ووافی جواب ارشاد فرمایا۔ اور مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بہت عمدہ طریقے سے' دلائل قاطعہ کے ساتھ ثابت کرتے ہوئے منکرین کے دلائل کا علمی رد فرمایا اور ساتھ ساتھ علمی نکات' امثال اور لطائف سے تحریر کو مزین فرمایا۔ نیز موقع محل کی مناسبت سے اشعار تبدیلی طبع کے لئے استعمال کئے۔ خداوند قدوس اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

اہل حدیث حضرات ایک سنت زندہ کریں

سوشہیدوں کا ثواب پائیں

اہل حدیث حضرات کو احیائے سنت کا اتنا شوق ہے کہ ماشاء اللہ! گزشتہ اوراق میں جاہل عابد کی دعا آپ نے ملاحظہ فرمائی کہ طہارت خانے میں' ناک میں پانی ڈالتے وقت پڑھی جانے والی دعا میں مشغول نظر آیا___ ثواب یاد رہا___ مقام بھول گیا۔ یہی کیفیت '' اہل حدیث'' حضرات کی ہے۔ اگر اس ''عامل بالحدیث'' جماعت کا یہی خیال ہے تو ایک اور سنت رواج دے کر بہت بڑا ثواب کما سکتی ہے۔ اور وہ سنت ہے ختنہ نسواں___ جی ہاں عورتوں کا ختنہ___ (بقول انکے) کیونکہ یہ سنت ابھی تک مردہ خانہ میں پڑی ہے___ اسے زندہ کیجئے ___ منظر عام پر لائیے اور سوشہیدوں کا ثواب کمائیے___ بھلا اس سے سنہری موقع اور کیا ہو سکتا ہے اور ابتداء ہر نیک کام کی اپنے گھر سے ہونی چاہئے۔ خود بھی کیجئے اور دوسروں کو ترغیب دیجئے___

علامہ خیر شاہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''صواعق الھیہ علی اعناق أبی حنفیہ'' میں فرماتے ہیں ''اہل حدیث اس لئے سنت کا رواج زیادہ کرتے ہیں کہ اس میں ثواب زیادہ ہے تو لیجئے ایک سنت ایسی رہ گئی ہے تمام ہندو' سکھ وغیرہ اس سے محروم ہیں اور وہ ہے ''عورتوں کا ختنہ کرانا'' اگر ہمارا کہنا ناپسندیدہ ہو تو اپنے ہم مشرب' اہل حدیث حکیم ابوتراب عبدالحق صاحب امرتسری' بازار صوبونیاں' کی تقریر پیش کرتا ہوں جو کہ وجوب ختنہ پر دال ہے۔

''اہل حدیث'' عالم کے دلائل

اخبار کرزن گزٹ' 18 اگست 1900' جلد 2' ص نمبر 23,30 یکم اکتوبر میں مضمون ہے ذرا غور سے سماعت کریں۔

دلیل اول: من أسلم فليختتن. جو شخص ایمان لائے ختنہ ضرور کرے۔

فليختتن

صیغۂ اُمر ہے جس سے وجوب مستفاد ہے۔ مرد وعورت دونوں کو شامل ہے اس حدیث کو حافظ ابن حجر نے ''تلخیص الجبیر'' میں لکھا اور ضعیف نہیں کہا۔

دلیل دوم: ألق عنک الشعر الكفر واختتن___ الحديث رواه ابوداؤد

کفر کی حالت کے بالوں کو دور کر اور ختنہ کر۔ یہ بھی صیغہ اُمر ہے اور قاعدہ مقررہ ہے کہ (اصل الأمر للوجوب) اس میں عورتیں بھی شامل ہیں۔

دلیل سوم: یانساء الانصار اختتن___ الحدیث' رواہ الطبرانی والبزاز وغیرہما

اے انصار کی عورتو! ختنہ کرو اور ختنہ میں زیادتی کرو

دلیل چہارم: ام عطیہ' ختنہ مستورات پر مقرر تھی۔ غرض کہ مرد اور عورت دونوں پر ختنہ واجب ہے امید واثق ہے کہ متبعان سنت نبوی (اہل حدیث) ضرور اس سنت پر عمل کر کے لڑکی کا ختنہ کرنے کرانے میں رواج دیں گے۔ ہندوستان میں بھی رواج دیویں۔ جو شخص اس سنت کو حقیر جان کر ترک کرے گا' قیامت میں سخت عذاب پاوے گا۔ (انتھی ملخصا)

اس ''اہل حدیث عالم'' کی تحریر کے بعد (راقم) ملتمس ہے کہ ہمارا کہنا ہوتا تو آپ ضرور رد کرتے مگر یہ آپ کے عالم کا فتویٰ ہے اس کا رواج ڈالیں۔ اپنے اپنے گھر جا کر عورتوں کا ختنہ کرائیں اور بقول ابوتراب یہ واجب ہے اور واجب کا ترک

بہت بڑا گناہ ہے۔ اس کو عملاً ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

فقط سنت ہوتا تو کچھ اور بات تھی۔ اب تو اہل حدیثوں کے فتوے کے مطابق مرد اور عورت دونوں کے لئے ختنہ واجب ہے۔ اب تو ان کے لئے لازم ہو گیا کہ اس ''سنت'' کو زندہ کر کے واجب پر عمل کریں۔ اور ابوتراب کے فتویٰ کے مطابق اگر تم نے اسے حقیر سمجھ کر اس پر عمل نہ کیا تو قیامت کے دن سخت عذاب پاؤ گے۔ اب دیکھئے ''اہل حدیث'' عمل کر کے جہنم کی آگ دور کرتے ہیں کہ نہیں؟

قرأت خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر اور سینہ پر ہاتھ باندھنا، جیسے مسائل میں اہل حدیث ''عامل بالحدیث'' کے دعویدار ہیں اور ان سنتوں کا احیاء صبح وشام کرتے ہیں اب جو احادیث ان کے امام ابوتراب عبدالحق امرتسری نے نقل کی ہیں اور ان کے صحیح ہونے کا سرٹیفکیٹ بھی دے دیا ___ مثلاً حافظ ابن حجر نے ''تلخیص الجبیر'' میں اس حدیث کو ضعیف نہیں لکھا''۔ مراد کیا ہے آپ بھی سمجھتے ہوں گے اگر ضعیف نہ ہو تو حدیث صحیح ہے اور پھر اس کے ساتھ قاعدہ مسلمہ بھی بیان فرمایا ___ أصل الأمر للوجوب ___

اب یہاں دو چیزیں جمع ہو گئیں اول تو یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث سے ثابت ہے اور دوم، اس حکم کی تبلیغ کرنے والا خود مقتدائے اہل حدیث ہے لہٰذا اب تو بہت ضروری ہو گیا ہے کہ اس ''حدیث صحیح'' پر عمل کریں اور پھر اسے گھر گھر رواج دے کر عام کریں۔ ورنہ وہ اپنے ہی فتوے کے مطابق واصل جہنم ہو سکتے ہیں۔ ختنۂ نسواں کا ڈھنڈورا پیٹیں اور کرائیں ___ ثواب کمائیں ___ عذاب جہنم سے نجات پائیں کیونکہ ''اہل حدیث'' اسی چیز کا نام جو ہوا!

حسن ز بصرہ، بلال از حبش، صہیب از روم
ز خاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی است

واللہ أعلم بالصواب

وما علینا الا البلاغ

مآخذ ومراجع

1- تفسیر کبیر
2- تفسیر مظہری
3- تفسیر معالم التنزیل
4- تفسیر طبری
5- تفسیر بیضاوی
6- تفسیر بحر محیط
7- تفسیر قرطبی
8- تفسیر خازن
9- تفسیر مدارک التنزیل
10- تفسیر ''فی ظلال القرآن''
11- تفسیر در منثور
12- تفسیر روح المعانی
13- تفسیر کشاف
14- تفسیراتِ احمدیہ
15- تفسیر تفسیر حسینی
16- تفسیر تنویر المقیاس
17- صحیح بخاری
18- صحیح مسلم
19- ابوداؤد شریف
20- نسائی شریف
21- ابن ماجہ شریف
22- ترمذی شریف
23- مسند امام اعظم
24- موطا امام محمد
25- مسند امام احمد
26- السنن الکبریٰ
27- مصنف ابن ابی شیبہ
28- شرح معانی الآثار
29- الکبیر للطبرانی
30- موطا امام مالک
31- مصنف عبدالرزاق
32- صحیح ابن خزیمہ
33- دار قطنی
34- میزان الاعتدال
35- صحیح ابن حبان
36- مسند ابوعوانہ
مسند حمیدی
37- معجم کبیر
38- الکامل للعدی
39- شرح زرقانی علی الموطا
40- الضعفا لابن حبان
41- جامع المسانید

42-میزان کبریٰ
43-موفق
44-تہذیب التہذیب
45-الکاشف
46-الکافی
47-الکفایہ
48-العنایہ
49-النھایہ
50-تنسیق النظام
51-عوقد الجنان
52-شرح نخبۃ الفکر
53-تاریخ بغداد
54-حدائق حنفیہ
55-اصول اربعہ فی تردید وہابیہ
56-ضرب شدید بر جگر منکر تقلید
57-الجوہر النقی
58-اخبار کرزن

سنہری عبادت

ترجمہ

کیمیای سعادت

مصنف

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ

مترجم

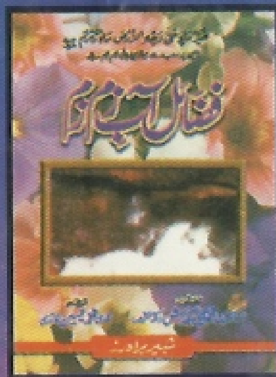
مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری الحنفی

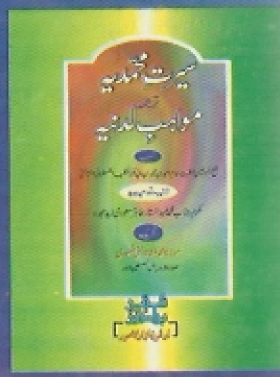
مدرس و صدر شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

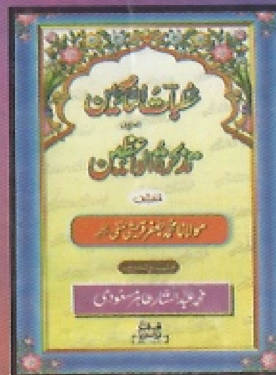
ناشر

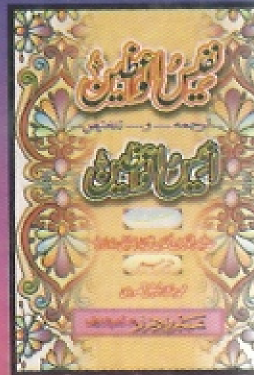
شبیر برادرز

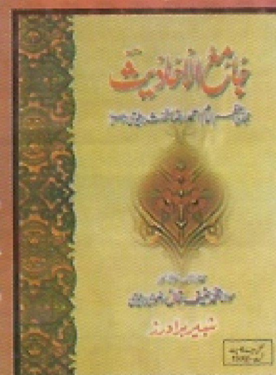
اردو بازار لاہور پاکستان۔

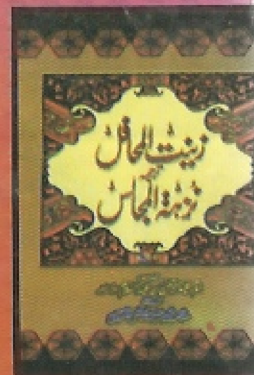












Title Design By: Agah Nisar 7210011

شبیر برادرز
40 اُردو بازار ۔ لاہور